جنوری - دسمبر ۱۹۸۰ء

(نئی تعلیم)

رجسٹرڈ نمبر: ایل ۷۴۴۴

(ہندستانی تعلیمی سنگھ کا پرچہ)

جلد ۲، نمبر ۱	دہلی - جنوری سنہ ۱۹۴۰ء	قیمت سالانہ عـہ/

نئی تعلیم کی پہلی سالگرہ پر گاندھی جی کا پیغام

"نئی تعلیم کے تجربے سے ہم نے دو باتیں سیکھی ہیں۔ ہمیں لائق استاد درکار ہیں۔ جس طرح اچھے مستری کے بغیر ہم عمارت نہیں بنا سکتے اسی طرح بغیر اچھے استادوں کے نئی تعلیم کے کام کو آگے بڑھانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ اچھے استاد وہ ہیں جو تعلیم کو ہاتھ کے کام سے خوش اسلوبی سے ربط دے سکتے ہیں اور اس کام کا علمی اور عملی تجربہ رکھتے ہیں۔"

سیگاؤں
۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۳۹ء

م۔ ک۔ گاندھی

مسٹر سارجنٹ کی تقریر

پونا کے گذشتہ تعلیمی اجلاس میں گورنمنٹ آف انڈیا کے ایجوکیشنل کمشنر مسٹر سارجنٹ نے ایک نہایت اہم تقریر کی تھی۔ ہم ان کی تقریر کے ضروری اقتباسات یہاں شائع کر رہے ہیں۔

آپ کی اس اسکیم کو کامیاب بنانے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ کے پاس کافی تعداد میں قابل اور اچھی طرح تیار کیے ہوئے استاد موجود ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ بار بار کسی بات کو دہرانا اچھا نہیں معلوم ہوتا مگر اس کے باوجود میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تعلیم کا کوئی بھی طریقہ، خواہ وہ کتنے ہی وددرس ذہن کی پیداوار کیوں نہ ہو، اس کا انتظام و انصرام کتنی ہی خوبی سے کیوں نہ ہو رہا ہو، اس پر روپیہ پانی کی طرح کیوں نہ بہایا جا رہا ہو، کسی صورت میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اس کے چلانے کے لئے ایسے معلم اور استاد نہ ملیں جو اس میں عقیدہ رکھتے ہوں اور دل و جان سے اس کی خدمت کے لئے تیار نہ ہوں۔ دو سال ہوئے میں نے بنیادی تعلیم کی اسکیم کا پہلے پہل مطالعہ کیا تھا۔ اسی وقت سے میرا یہ خیال رہا ہے کہ یہ اسکیم اپنے معلموں سے جتنی توقعات رکھتی ہے اتنی توقعات کسی اور اسکیم نے کسی ملک میں اب تک نہیں کیں۔ اس کانفرنس کی تقریروں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ بھی اس بات کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں اور اس بات کی مجھے خوشی ہے۔ تعلیمی میدان میں میرا جو کچھ بھی تجربہ ہے اس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ خوش قسمتی سے دنیا میں ایسے لائق استاد موجود ہیں جو ہر طرح کی تعلیمی اسکیم کو ۱۰۰ فیصدی کامیاب بنا سکتے ہیں۔ انھیں آپ کوئی بھی حرفہ دے دیجئے، وہ اسے سارے نصاب تعلیم سے مربوط کر کے دکھا دیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندستان میں آپ کو ایسے حوصلہ مند رہنما سیکڑوں مل جائیں گے۔ میں تکلفاً نہیں بلکہ سچے دل سے کہتا ہوں کہ خود اس مجلس میں ایسے حضرات کی کمی نہیں ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس اسکیم کا انحصار ان چند گنے چنے آدمیوں پر نہیں بلکہ سو فی صدی استادوں پر ہے۔ میرے خیال میں ہر اس شخص کو جسے اپنے پیشے پر ــــ ہاں! میں معمار کا لفظ استعمال کرنا پسند نہیں کروں گا ــــ فخر ہے اس بات کا اعتراف ہوگا کہ اس عظیم الشان اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے اسے اپنی ساری طاقت

مضاکارانہ طور پر وقت کرنی ہوگی ۔ یہ تو ہوئی پہلی بات۔

مگر اس کانفرنس کا افتتاح کرتے وقت آچاریہ کرپلانی نے ہمیں تنبیہ کیا تھا کہ ہمیں صرف موٹی موٹی اور جیتی ہوئی باتوں پر ہی توجہ نہیں دینی چاہئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ان کی تنبیہ کو یاد رکھیں اور لفظ "ربط" سے ضرورت سے زیادہ متاثر نہ ہوں۔

آپ اس سے ہرگز یہ مطلب نہ سمجھیں کہ میں ربط (Correlation) کی اہمیت سے انکار کرتا ہوں۔ میں نے بارہ پندرہ سال تک کام کیا ہے، ہمیشہ اپنے ملک میں پرائمری اور سینیر پرائمری اسکولوں کے استادوں کو یہ جتانے کی کوشش کی ہے کہ نصاب تعلیم کو کسی نہ کسی حرفے سے مربوط کرنا نہ صرف مفید ہے بلکہ ضروری بھی ہے۔ مگر اس ربط کو متوازن بنائیے ۔ اگر آپ تمام مضامین کو حرفے سے مربوط نہیں کر سکتے، یا آپ کو یہ تجربہ ہوا ہے کہ آپ کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ اس میں آپ "ربط" کو بھی پہلی بنیاد بنا سکیں تو بلا تامل آپ اپنا کام کسی معمولی طریقے سے چلائیے "با انتظار کیجئے"، شاید حرفے کے طریقے کے مسائل اپنا حل آپ نکال لیں۔ میری رائے میں تعلیم کوئی حساب کتاب کا کھاتہ نہیں ہے جس کا حساب ہر وقت آنے پائی کے ساتھ کیا جا سکے ۔ بلکہ تجربے کے زمانے میں اگر استاد مجھ سے آکر یہ کہیں کہ "صاحب! میں نے اس طریقے سے کام کیا ہے اور مجھے صاف نظر آتا ہے کہ یہاں یہ نقص رہ گیا ہے اور وہاں وہ نقص لیکن مجھے یقین ہے کہ میں آہستہ آہستہ سب ٹھیک کر لوں گا" ___ تو میری اس اسکیم کی طرف سے عقیدت ہی ختم ہو جائے ۔ اگر ربط کے ذریعے یہ تعلیمی اسکیم آپ سے اس حد تک پوری نہیں اترتی جتنی آپ امید کرتے ہیں، یا یہ اسکیم آپ کی محنت اور تربیت کی محتاج ہوتی ہے تو آپ اس سے گھبرا نہ جائیں ۔ اپنے مطمح نظر کو آپ سامنے رکھیں لیکن اس تک پہنچنے میں عجلت نہ کریں۔

استادوں کے بارے میں ایک اور بات کی طرف بھی آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ پڑھانا پیسے کی خاطر نہیں ہوتا ۔ لوگ استاد اس لئے بنتے ہیں کہ ان میں پڑھانے کی لگن ہوتی ہے ۔ وہ اپنی جماعت کی اسی شکل میں خدمت کرنا چاہتے ہیں لیکن ایک دنیادار آدمی کی حیثیت سے میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ استاد کو اپنے فلاح و بہبود کے لئے اور خود ملک کے فلاح و بہبود کے لئے جس کا کہ وہ خادم ہے مشاہرہ معقول ملنا چاہئے خواہ انگلستان ہو یا کوئی اور ملک، کوئی آدمی کہیں بھی اس لئے استاد نہیں بنا کہ وہ امیر ہو جائے گا اور خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو۔ مجھے یاد آتا ہے کہ انگلستان میں

ایک مرتبہ ایک اخبار نے ایک دولت مند استاد کا انتقال کے عنوان سے ایک خبر چھاپی تھی۔ اس خبر نے ایک تہلکہ سا مچ گیا۔ اخبار نے لکھا تھا کہ اس استاد نے اپنے پیچھے تیس ہزار پونڈ کا سرمایہ چھوڑا ہے ۔ لوگ حیران تھے کہ یہ غضب کیسے ہو گیا! بعد میں پتہ چلا کہ بیچارے نے اپنی کمائی میں سے صرف پانچ سو پونڈ بچائے تھے ۔ باقی ۲۹۵۰۰ پونڈ اسے اس کے چچا نے اس کے لئے ترکے میں چھوڑے تھے ۔

میں محسوس کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی میری تائید کریں گے کہ اگر کسی استاد کو پورا دل لگا کر حوصلے اور اعتقاد کے ساتھ کام کرنا ہے اور اگر اپنے دل میں اسے اسی جذبے کو پیدا کرنا ہے جس کی بنیادی تعلیم کی کامیابی کے لئے ملک کو ضرورت ہے تو یہ ضروری ہے کہ جب وہ مدرسے جا رہا ہو اس وقت اس کا دل گھریلو افکار سے آزاد ہو۔ یعنی اسے اطمینان بخش یا کم از کم اپنے گذارے کے لائق مشاہرہ ملنا ناگزیر ہے۔

جب میں نے پہلے پہل وردھا تعلیمی اسکیم کو دیکھا تو مجھے صرف ایک بات کا شک ہوا اور وہ تھا تعلیم کو پورے طور پر خود کفیل بنانے کا اصول ۔ ایک دوسرے ملک میں مجھے بھی اسی قسم کا تجربہ کرنے کا موقع ملا ہے اور میں یہ بات ماننے پر مجبور ہوا ہوں کہ ایسا اصول نہ صرف تعلیم کے اصولوں کے خلاف ہی پڑتا ہے بلکہ کبھی پوری طرح سے کامیاب بھی نہیں ہو سکتا ۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم مدرسے کی بنی ہوئی چیزوں سے کچھ سرمایے کی آمدنی چھوڑ دیں۔

مجھے جناب صدر اور ایک دوسرے دوست سے جو اس اسکیم کے بانی میں شریک ہیں یہ سن کر اطمینان ہوا کہ اب بنیادی تعلیم میں خود کفیلی کو تکمیل اصول کی حیثیت سے شمار نہیں کیا جاتا ۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک غریب ملک ہے ۔ مجھے یہاں رہتے رہتے کم از کم اتنا جان لینے کا کافی موقع مل گیا ہے ۔ مگر اس کے باوجود میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ زندگی کی طویل کشمکش کے لئے جسم اور روح دونوں کو تیار کرنے کا مؤثر ذریعہ صرف ایک اچھا اصول تعلیم ہی ہے ۔ بلکہ بہت سے مذاہب تو ایسے بھی ہیں جن کے یہاں جسم کی ریاضت کے ختم ہونے پر بھی روح کی ریاضت ختم نہیں ہو پاتی۔ ایسی حالت میں میرا یہ خیال ہے کہ عام لوگوں کو یہ بات جتانے کے لئے ہمیں آن تھک کوشش کرنی چاہئے کہ اس تعلیمی اسلحہ بندی پر جو پیسہ خرچ کیا جائے گا وہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا اس سے کمتر مفید اسلحہ بندی کے لئے بہت سے لوگ صرف کرتے ہیں۔

استادوں کا امتحان

بنیادی تعلیم کے استادوں کی تیاری کے ساتھ ساتھ ایک اور عملی مسئلہ ہمارے سامنے رونما ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ استادوں کی مناسب یا نامکمل تیاری کی جانچ کیسے کی جائے ۔ یہ سوال اس حالت میں ہمارے سامنے خاص طور پر آتا ہے جب ہم چھ مہینے کی تیاری کے بعد استادوں کو کام کرنے کے لئے دیہات میں بھیجتے ہیں۔

اڑیسہ کے بڑی گاؤں میں استادوں کا مدرسہ کھولا گیا ہے ۔ اس کی چند نمایاں خصوصیات ہیں ۔ ایک تو یہ کہ دیہات میں جس ماحول کے مطابق بنیادی مدرسے بنیں گے، ٹھیک اسی طرح کے ماحول میں یہ استادوں کا مدرسہ قائم ہے ۔ دوسرے یہ کہ گوپ بندھو جی اور شری ستی رما دیوی کے آشرم سے قریبی تعلق ہونے کی وجہ سے اس مدرسے کے دستور العمل اور ذہنیت میں دیہاتی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ ساتھ ہی یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ دیہاتی ذرائع سے کم سے کم خرچ میں دیہاتی استاد تیار کرنے کا صحیح اور سچا تجربہ کیا جائے ۔

اس سال نومبر کے آخر میں اس مدرسے کا نصاب تعلیم پورا ہونے کے وقت جب استادوں کی جانچ کرنے کے لئے میرے پاس بلاوا آیا تو میں نے اسے بڑے شوق سے منظور کیا اور محکمۂ تعلیمات سے درخواست کی کہ ٹیکسٹ بک کے

ٹریننگ کالج کے پرنسپل شری بھبیش چندر پردھان بھی اس جانچ میں میرے ساتھی ہوں۔

۲۸، ۲۹ اور ۳۰ نومبر کو ہم نے بنیادی تعلیم کے ان ہونے والے استادوں کا امتحان لیا۔ کل ۲۹ امیدوار تھے جن کی تفصیل یہ ہے :-

میٹرک پاس (نوآموز)	۱۲
میٹرک پاس (ثانوی مدارس کے لئے)	۱
میٹرک پاس (ابتدائی مدارس کے لئے تربیت یافتہ)	۱
مڈل ورنیکولر (تربیت یافتہ)	۱۴
انٹرمیڈیٹ	۱

کل ۱۲۱ روز کام ہوا تھا اور حاضری کا اوسط ۸۰ فی صدی تھا۔ امیدواروں کو بنیادی قومی تعلیم کے نصاب تعلیم کے پہلے اور دوسرے درجوں میں تعلیم دینے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

شری بھبیش چندر اور میری سمجھ میں تعلیم کے جن پہلوؤں کی جانچ ضروری تھی، وہ یہ تھے۔

تیار کیا ہوا استاد بنیادی تعلیم کے صحیح مفہوم کو اور ان اصولوں کو جن پر اس کی بنیاد ہے، ٹھیک ٹھیک سمجھ گیا ہے یا نہیں؟

جس دستکاری کی اسے مشق کرائی گئی ہے اس میں اس نے کتنی ترقی کی۔ کیا وہ اسے بچے کو سکھانے کے قابل ہو گیا ہے؟

ہونے والے استاد میں بچوں کو سمجھانے اور ان میں گھل مل جانے کی کس قدر صلاحیت ہے۔ کیا وہ انھیں کامیابی کے ساتھ پڑھا سکے گا؟

اس کی طبیعت کے جمالیاتی پہلو کی کیا کیفیت ہے؟ فنونِ لطیفہ میں اسے کس حد تک دخل ہے اور اس نے اس میں کیا حصہ لیا ہے؟

جسمانی تربیت میں اس کی قابلیت اور دلچسپی کس حد تک ہے؟ کیا وہ بچوں کے جسمانی نشوونما کے کھیلوں وغیرہ کا مناسب انتظام کر سکے گا؟

دیہات سدھار کے کام میں ہونے والے استاد نے کتنا حصہ لیا ہے؟

اس نئی تعلیم کے متعلق اس کی آزادانہ کیا رائے ہے؟ وغیرہ

ایسے ہمہ گیر امتحان کے لئے ہمارے پاس کوئی بنا بنایا اصول اور طریقہ نہ تھا اور اگر ہوتا بھی تو ہم اسے استعمال کرنے سے گریز کرتے اس لئے کہ ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ ہم امیدوار کی شخصیت کو پہچاننے کی کوشش کریں لیکن اپنی نجی آسانی کے لئے ہم نے امتحان کا پروگرام اس طرح بنایا :-

ہم نے مدرسے کے روزانہ کے کام کا اور وقتاً فوقتاً جو جانچ ہوئی تھی اس کی یادداشتوں کا معائنہ کیا۔ مختلف مضامین کے لئے جو استاد مقرر تھے، ان سے ہر امیدوار کے متعلق بھی پوچھ گچھ کی۔

اس کے بعد ہم نے دستکاری کے کام کا امتحان لیا۔ اس میں کتائی، بنائی، دھنائی اور پونیاں بنانے کا کام شامل تھے۔

پڑھانے کی تعلیم پانے والے استادوں سے بچوں کو پڑھانے کا جو کچھ عملی کام کرایا جاتا ہے، اس کی یادداشتیں دیکھیں۔ وہ بچوں کو تعلیم دینے کے لئے جو سبق وغیرہ تیار کرتا ہے، اس کے ڈھنگ اور طریقے کو جانچنے کے لئے اس کی کاپیوں کا معائنہ کیا گیا۔ اپنے سامنے اونچے، اوسط اور نیچے درجوں کے استادوں سے عملی طور پر پڑھانے کا کام بھی کرایا گیا۔

ہم نے امیدواروں سے گفتگو کے ذریعے یہ بھی معلوم کیا کہ بنیادی تعلیم کے اصولوں میں ان کو کہاں تک دخل ہے۔ بچوں کی صحت اور جسمانی نشوونما کے لئے انھوں نے کیا سوچا اور سمجھا ہے وغیرہ۔ اسی سلسلے میں ان سے یہ بھی کہا گیا کہ بچوں سے کھیل کود بھی کرائیں۔

اسی نہج پر ہم نے فنی دستکاریوں اور دیہات سدھار کے سلسلے میں ان کے کام کا جائزہ لیا۔

اس تمام کام میں ہمارے تین دن صرف ہو گئے لیکن ہمیں اطمینان ہے کہ اس دوران میں ہمیں ہر ہونے والے استاد کے متعلق جاننے اور اس کی شخصیت کو سمجھنے کا کافی موقع مل گیا۔

۲۹ میں سے ۲۷ امیدوار ہماری نظر میں اطمینان بخش تھے اور اس لائق تھے کہ جنوری سنہ ۴۲ء میں کھلنے والے بنیادی مدارس میں جا کر کام سنبھال سکیں۔

تعلیم پانے والے امیدواروں کے آمد و خرچ کا جائزہ لینے سے ہمیں معلوم ہوا کہ ہر طالب علم کے اوپر اوسطاً بیس روپے خرچ ہوئے اور اُن سے ساڑھے چار روپے کی آمدنی کا اوسط رہا۔ یعنی طالب علموں نے کل ۱۲۱ دن کی تعلیم میں اپنے خرچ کا ۲۲½ فی صدی بار اٹھا لیا۔ امید ہے کہ جوں جوں مدرسے کو ترقی ہوتی جائے گی، آمد و خرچ کا فرق بھی کم ہوتا جائے گا۔

ہمارے خیال میں یہ مالی جانچ بھی کافی اہمیت رکھتی ہے اس لئے کہ ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی ہے کہ ہمارا ملک بہت غریب ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ آزمودہ کار استادوں کی ضرورت بھی اتنی ہی زیادہ ہے۔ اس لئے کم سے کم خرچ میں جب ہم زیادہ سے زیادہ استاد تیار کر سکیں گے اسی وقت ہماری اسکیم کامیاب ہو سکتی ہے۔ بری کے مدرسے میں ہم نے اس کام کا جو آغاز دیکھا ہے وہ اس اعتبار سے بھی امید افزا ہے۔

امتحان لینے والے کو ایک قسم کا طبیب بھی بننا پڑتا ہے۔ اگر ہم صرف یہ بتا دیں کہ کتنے استاد تیار ہوئے اور کتنے نہیں تو ہمارا فرض پورا نہیں ہو جاتا۔ ممتحن کی حیثیت سے یہ دیکھنا بھی ہمارا فرض ہے کہ استادوں کی تعلیم میں اگر کوئی خامی یا نقص رہ گیا ہے تو اس کا سبب کیا ہے اور اسے کس طرح درست کیا جا سکتا ہے۔ اس اصول کے ماتحت ہم نے خود مدرسے کی بھی جانچ کی اور جہاں جہاں ہمیں تبدیلیوں کی ضرورت نظر آئی ہم نے اس کے متعلق محکمۂ تعلیم کو اطلاع دی اور اپنی رائے کا اظہار بھی کیا۔

مثلاً ہمیں محسوس ہوا کہ ٹریننگ اسکول میں ابھی سائنس کا ماحول نہیں پیدا ہوا ہے، استادوں کو عام سائنس کی تعلیم نہیں ملی۔ اس لئے ہم نے سفارش کی کہ دوسری ٹولی کی تیاری شروع ہونے سے پہلے سائنس کا بھی ایک معلم متعین کیا جائے اور اسے بھی بنیادی دستکاری کی پوری پوری تعلیم دی جائے۔ تجربے اور تحقیق کے لئے ایک تجربہ گاہ (Laboratory) کا انتظام کیا جائے۔ ہم تعلیم پانے والے استادوں کو محض دستکار نہیں بنانا چاہتے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہمارے استاد علمی طور پر تلاش و جستجو کرنے والے استاد ہوں۔ اس لئے بنیادی تعلیم کے استادوں کے مدرسوں میں دستکاری کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس کا ماحول اور علمی ذوق پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔

ہماری دوسری سفارش یہ تھی کہ استادوں کی تعلیم کے مرکزوں میں

صحت عامہ اور طب کا بھی ایک استاد ہونا چاہئے اور اس کی امداد کے لئے ایک دواخانے کا بھی انتظام ہونا چاہئے۔ یہ ضرورت نہایت اہم ہے۔ ہر ہونے والے استاد کو نہ صرف صحت کے فن میں ہوشیار ہونا چاہئے بلکہ ہمیں اسے دواخانے میں عملی کام کی مشق کرا کے معمولی امراض کے علاج میں بھی ہوشیار بنا دینا چاہئے۔ جب بری میں استادوں کا مدرسہ کھلا اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بری کے آس پاس کے گاؤوں میں ہیضے کی وبا پھیلی تھی۔ اس وقت مدرسہ بند کر دیا گیا اور طالب علموں نے دیہات میں دوا دارو اور انسداد وبا کے کام میں قابل قدر حصہ لیا۔ ہمارے خیال میں یہ ان کی تیاری کا ایک گراں بہا جزو تھا۔ علاج معالجے کے کام کو ٹریننگ اسکول کے پروگرام کا ایک لازمی جزو تسلیم کر لینا چاہئے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ ٹریننگ اسکول میں آرٹ کی تعلیم دینے کے لئے ایک آرٹسٹ موجود ہے اور آرٹ کی تعلیم کی طرف پوری توجہ دی جاتی ہے۔ گھریلو ناچ سکھانے کا بھی کسی حد تک انتظام ہے۔ اس کے ساتھ ہماری سفارش یہ تھی کہ ان ہونے والے استادوں کو موسیقی سکھانے کا بھی انتظام کیا جائے اور موسیقی کا ایک جاننے والا استاد مقرر کیا جائے۔

ان کے علاوہ ہماری اور سفارشیں بھی تھیں جن سے مستقبل کے ان استادوں کی ہمہ گیر تعلیم کا پورا پورا انتظام ہو سکے۔ سائنس، آرٹ، موسیقی اور ناچ کا انتظام تو ضرور ہے، ساتھ ہی ساتھ باغبانی اور کھیتی کا جو کام شروع ہوا ہے اُسے اور مزید آگے بڑھایا جائے۔ اور مناسب ہو اگر کشتی رانی کی بھی مشق کرائی جائے۔ اتفاق سے اس کام میں آسانی کے لئے براہمی ندی بھی مدرسے کے قریب ہی سے بہتی ہے۔

انھیں تاریخی اور دوسرے مقامات کی سیاحت کے لئے بھی لے جایا جائے۔ مدرسے کے کتب خانے میں اضافہ کیا جائے، مختلف علوم پر پورا لٹریچر مہیا کیا جائے اور طالب علموں میں مختلف مضامین کے مطالعے کا ذوق پیدا کیا جائے۔

ہمارے سامنے بنیادی تعلیم کے استاد کا جو تصور ہے وہ ایک نئے ہمہ گیر اور جفاکش انسان کا تصور ہے جس کے ہاتھوں میں صناعی کی ہوشیاری ہو جس کے دماغ، دل اور ہاتھ ساتھ ساتھ کام کرتے ہوں، جس کی حوصلہ مندی اور شخصیت سے قدرتی طور پر بچہ متاثر ہو اور اس کی تعلیم مکمل ہو سکے۔

بین الاقوامی تعلیمی کانفرنس، جنیوا

سوئٹزرلینڈ کی راجدھانی جنیوا میں پچھلے سات سال سے ہر سال ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوا کرتی ہے جس میں قریب قریب سبھی ملکوں کے نمائندے شریک ہوتے ہیں اور تعلیمی مسائل پر سوچ بچار کرتے ہیں۔ یہ کانفرنس بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

اس سال حالانکہ یورپ کی حالت اس قدر تشویشناک تھی، مگر پھر بھی یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کی تجاویز کی ایک نقل اور رپورٹ ہمارے پاس بھی آئی ہے۔ ہم اس کے کچھ اقتباسات ناظرین کے لئے شائع کرتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ ایسے بہت سے مسائل جنھیں ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان ہی تک محدود ہیں، دوسرے اور ہندوستان سے نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ ملکوں میں بھی موجود ہیں۔

یہ کانفرنس جنیوا میں ۱۷ سے ۲۲ جولائی تک ہوئی۔ یہ اس کا آٹھواں اجلاس تھا۔ اس میں مندرجہ ذیل چالیس ممالک نے شرکت کی تھی:۔

افغانستان، ارجنٹائن، بلجیم، برازیل، بلغاریہ، کنیڈا، چین، کولمبیا، کیوبا، مصر، اسٹونیا، فن لینڈ، فرانس، جرمنی، یونان، گواٹیمالا، ہالینڈ، ہنگری، آئس لینڈ، ایران، آئرلینڈ، اٹلی، جاپان، لیٹویا، لتھوانیا، لکسمبرگ، میکسیکو، ناروے، پیرو، پولینڈ، پرتگال، رومانیا، اسپین، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، ترکستان، یونائیٹڈ کنگڈم، یونائیٹڈ اسٹیٹس، یوروگوے، یوگوسلاویہ۔

ان نمائندوں نے اپنے اپنے ملک کی پچھلے سال (۳۸-۱۹۳۷ء) کی تعلیمی رفتار کی رپورٹ اور خاص خاص مسائل کو کانفرنس کے سامنے پیش کیا۔

کانفرنس کا پروگرام بہت وسیع تھا اور متعدد مسائل بہت پیچیدہ تھے، لیکن جن تجویزوں کو منظور کر کے کانفرنس نے ہر ملک کے محکمۂ تعلیمات کے پاس بھیجا ان میں تین تجاویز ایسی تھیں جو اتفاق آراء سے منظور ہوئی تھیں۔ پہلی تجویز استادوں کے مشاہرے کے متعلق تھی، دوسری اسکول جانے سے پہلے کے زمانے میں بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں تھی اور تیسری ثانوی مدرسوں میں جغرافیے کی تعلیم کے متعلق تھی۔

جگہ کی کمی کے سبب سے ہم یہاں صرف پہلی اور تیسری تجویز کے ضروری حصے شائع کریں گے اس لئے کہ یہی وہ تجاویز ہیں جن کی ہمارے یہاں کے استادوں کے حلقے میں اہمیت ہے۔

پہلی تجویز (استادوں کے مشاہرے کے متعلق)

یہ کہ:

ثانوی مدرسے ایک قوم کی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اس لئے کہ مستقبل کے لئے لائق اور باعظمت شہری پیدا کرنے کی ذمہ داری انھیں کے اوپر ہوتی ہے۔

اس لئے استادوں کا مشاہرہ ایسا ہونا چاہئے جس سے متمدن اور حوصلہ مند نوجوان مردوں اور عورتوں کو تعلیمی میدان میں آنے کی تحریک ہو۔

اس لئے یہ کانفرنس تعلیم کے محکموں سے سفارش کرتی ہے کہ:۔

جب کسی استاد کو اس کے چال چلن اور کردار کے متعلق اطمینان کر کے کام پر لگایا جاتا ہے تو اس وقت یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مدت تک ٹک سکے اور اسے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے رہنے کی فکر دامن گیر نہ رہے۔ وہ جب تک کسی سنگین جرم کا مجرم نہ ہو، اُسے ہرگز برطرف نہ کیا جائے اور برخاست کرنے سے پہلے اس کے جرم کی مکمل طور سے تحقیقات کی جانی چاہئے۔

اسے نہ صرف یہ یقین دلانا چاہئے کہ اس کی ملازمت دیرپا اور مستقل ہوگی بلکہ یہ بات بھی اس کے دل میں بٹھا دینی چاہئے کہ اس کا تبادلہ من مانے طریقے پر نہیں ہوگا۔ سب سے اچھا اصول تو یہ ہوگا کہ جب تک استاد خود ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی خواہش ظاہر نہ کرے، اس کی تبدیلی بھی کی ہی نہ جائے۔

اگر ایک استانی استاد ہی کے برابر اور اسی حیثیت کا کام کر رہی ہو تو اصولاً دونوں کو ایک ہی سا مشاہرہ ملنا چاہیئے۔ جن استانی یا استانیوں پر خاندان کا بار زیادہ ہو ان کی خاص طور پر امداد ہونی چاہیئے۔

استادوں کو مدرسے میں صرف اتنا کام دینا چاہیئے کہ وہ اچھی طرح سے اپنے فرض منصبی کو بھی نبھا سکیں اور اتنا وقت بھی ان کے پاس بچ رہے کہ وہ اپنا نجی مطالعہ وغیرہ بھی جاری رکھ سکیں۔ دنیا کی رفتار سے اور نئے ادب یا خیالات سے استاد کو باخبر رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا مدرسے میں سبق دینا وغیرہ

ان سطور کے مطالعے سے ہمارے استادوں کو اطمینان بھی ہو سکتا ہے اور دکھ بھی۔ اطمینان اس لئے کہ ہم اکثر یہی سوچا کرتے ہیں کہ مغربی ممالک میں استادوں کے طبقے کی تمام مشکلات حل ہو چکی ہیں اور وہاں استاد ہونا دلچسپ مشغلہ ہے۔ کانفرنس کی اس سفارش سے پتہ چلتا ہے کہ ملازمت کی بے استقلالی، من مانی تبدیلیاں اور ناکافی مشاہرے وغیرہ کی شکایتیں دوسرے ملکوں میں بھی موجود ہیں۔

دکھ اس لئے ہوگا کہ جہاں ہر ملک میں ان خامیوں اور نقائص کے خلاف جہاد ہو رہا ہے وہاں ہندوستان میں غریب استاد کی کوئی بھی شنوائی نہیں کرتا اور اس کی پوری زندگی گوناگوں افکار سے ختم ہو جاتی ہے اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

اس کا حل کیا ہے؟ یہی کہ کم از کم اپنے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے مدرسوں کے استاد اپنی نمائندہ انجمنیں بنائیں اور منظم شکل میں اپنی مشکلات جماعت کے سامنے پیش کریں۔ کچھ نہ کچھ تو ہو ہی رہے گا۔

تیسری تجویز (جغرافیے کی تعلیم کے متعلق)

یہ کہ:-

اس کانفرنس کی رائے ہے کہ جغرافیے کا علم اگر احتیاط اور عقلمندی سے پڑھایا جائے تو وہ بچے کی قوت مشاہدہ اور اس کے تخیل کے نشو و نما میں غیر معمولی مدد دیتا ہے۔

اس لئے تمام ثانوی مدرسوں میں جغرافیے کی تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دینی چاہیئے۔

جغرافیے کے علم سے اپنے ملک کے خیالات و افکار اور رہن سہن کے طریقوں کی طرف سے بچے کے دل میں عقیدت پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ وہ سمجھ لیتا ہے کہ ان کی تہ میں قدرت کی کارگیری کو کتنا بڑا دخل ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے دل میں دوسرے ملکوں یا قوموں کی تہذیب و تمدن کے احترام کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

آج کل کی دنیا کو سمجھنے اور اس کے کٹھن مسائل کو حل کرنے کا سب سے اچھا ذریعہ یہ ہے کہ ہم مختلف اقوام کی زندگی اور ماحول کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں کو ان کی طرف مائل کریں۔

اس لئے یہ کانفرنس تعلیم کے محکموں سے سفارش کرتی ہے کہ:-

جغرافیہ پڑھاتے وقت مربوط انداز میں طالب علم کو یہ بتانا چاہیئے کہ اس کے اور دوسرے ملکوں کے انسانی، سیاسی اور معاشی پہلوؤں کے پیچھے جو تاریخی اور روایتی طاقتیں کام کر رہی ہیں ان کا ٹھیک ٹھیک خاکہ کیا ہے۔

نصاب تعلیم اور امتحانوں میں جغرافیے کو مناسب مقام ملنا چاہیئے، کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ فی ہفتہ ہر ایک جماعت کو جغرافیے کا درس دیا جانا چاہیئے۔

لیکن جغرافیے کا درس دیتے وقت استاد کو غیر معمولی طور پر محتاط رہنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ ہر چند جغرافیہ ایک دلچسپ مضمون ہے، مگر غلط باتوں پر زور دینے سے جغرافیہ کا علم بچوں کے لئے روکھا اور وبال جان ہو جاتا ہے اس لئے استاد کو چاہیئے کہ بچے کی عمر اور ذہنی کیفیت کا بخوبی اندازہ کرے اور اسی کے مطابق چلے۔ زیادہ تفصیلی اور خالص علمی مطالعہ بڑی جماعتوں کے لئے اٹھا رکھنا چاہیئے۔ فضول اور بے کار نام رٹانے کا جغرافیے کی تعلیم میں نام تک نہیں ہونا چاہیئے۔

جغرافیے کی تعلیم کئی مضامین سے مربوط کی جا سکتی ہے مثلاً علم نباتات، تاریخ، علم الارض وغیرہ سے تاکہ بچہ جغرافیے کے حقائق و رموز کا آپس میں ربط اور ان کی علمی بنیاد و عملی بحالت ذہن نشین کرلے۔

مقامی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ ثانوی مدرسوں میں نقشوں، پردے پر دکھائی چلنے والی تصویروں اور فلم کی مشینوں کا بھی انتظام کریں۔ ایک ملک و مقام کے اسکولوں کی دوسرے ملک و مقام کے اسکولوں سے خط کتابت، بچوں کا ٹولیوں میں سیاحت کرنا اور تحقیق و جستجو کرنا جغرافیے کی تعلیم کے اچھے ذرائع ہیں اور ان کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہونا چاہیئے۔

اگر مدرسوں میں جغرافیے کی تعلیم کے لئے خاص کمرے تیار کئے جائیں تو بڑی اچھی بات ہے۔

تعلیم کے سامان کو اکٹھا کرنے میں بچوں کو خود ہاتھ بٹانا چاہیئے، مثلاً ڈرائنگ اور خاکے بنانا، دیس بدیس کے گیت اکٹھا کرنا، زمین کی علیحدہ علیحدہ تہوں کا تجزیہ کرنا وغیرہ۔

کانفرنس کی اس تجویز پر کوئی تبصرہ کرنا فضول ہوگا۔ جس طرح سے جغرافیہ پڑھانے کے ارادے سے ہمارے مدرسوں میں بچوں کو تنگ کیا جاتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم میں سے بہتوں کو ان مدرسوں میں جغرافیہ سیکھنے کی وجہ سے ریلوے ٹائم ٹیبل دیکھنے تک سے نفرت ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ بین الاقوامی تعلیمی کانفرنس کا یہ آٹھواں اجلاس ہمارے ملک کے زیادہ سے زیادہ استادوں اور تعلیم کے ماہروں کی توجہ مبذول کریگا۔

پونا کی نمائش

(دستکاری کے نقطۂ نظر سے)

پونا کی بنیادی تعلیم کی پہلی کانفرنس کے ساتھ نمائش بھی ہوئی تھی۔ اس نمائش کا مطالعہ مختلف نقطہ ہائے نظر سے کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس میں مختلف مقامات نے بڑی تیاری کے ساتھ حصہ لیا تھا مگر نمائش کے مطالعے کے لئے وقت بہت کم مل سکا۔ کانفرنس کے دوسرے کاموں میں اتنا وقت صرف ہو جاتا تھا کہ نمائش کے مطالعے کے لئے بہت کم موقع میسر ہوتا تھا۔ ایک اور مشکل بھی تھی وہ یہ کہ ہر ادارے نے نمائش کے ذریعے اپنی جن قابل نمائش چیزوں کو پیش کیا تھا، ان کی توضیح و تشریح کے لئے کوئی رہبر یا گائیڈ موجود نہیں تھا۔ اس لئے یہ سوال اٹھ اٹھ کے رہ گیا کہ دیکھا کیا جائے اور کس طرح

دیکھا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو بھائی نمائش کی رہبری کر سکتے تھے، وہ بھی کانفرنس کے دوسرے کاموں میں یکساں طور پر مصروف تھے۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر میں بھی حسب دلخواہ نمائش کا مطالعہ نہ کر سکا، لیکن تاہم جتنا کچھ ہو سکا بالخصوص چرخے کے نقطۂ نظر سے میں نے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی۔ وقت کی کمی کے سبب سے وہاں چرخے کے سلسلے میں جو کچھ نقشے اور خاکے وغیرہ آئے تھے ان کا مطالعہ تفصیلی نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ مختلف اداروں کے نقشے اور خاکے مختلف طریقوں پر تیار کئے گئے تھے۔ اس کی وجہ سے یہ مشکل آ پڑی کہ تھوڑے وقت میں اپنی واقفیت کے لئے ان میں سے انتخاب کرنا بہت مشکل تھا۔ اس صورت میں صرف ایک ہی راستہ باقی تھا۔ چرخے سے تعلق رکھنے والے جو نقشے ضروری سمجھے جائیں وہ لے لئے جائیں اور پھر ان کا مطالعہ کیا جائے۔ اس قسم کے متعدد نقشے تو حاصل ہو گئے مگر بہت سے اداروں کے نقشے اس وجہ سے نہ مل سکے کہ وہ ان کو خود اپنے یہاں رکھنا چاہتے تھے۔ البتہ ان حضرات نے ان کی نقل بھیجنے کے وعدے کئے۔ اگر آئندہ ایسا کیا جائے کہ جو نقشے یا خاکے نمائش میں لائے جائیں، ان کی ایک ایک نقل بھی ساتھ ہی رکھی جائے تو ہندوستانی تعلیمی سنگھ بھی ان کو اپنے یہاں رکھ کر اور ان کا مطالعہ کر کے ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نقشے، ہدایات اور معادات ایک ہی طریقے پر رکھے جائیں تو یہ آسانی ہوگی کہ ان میں سے ضروری باتیں منتخب کی جا سکیں گی۔

وردھا اسکیم کے مشق اور عملی نصاب میں کتائی کی رفتار، کام، مزدوری وغیرہ کے متعلق جو آنکڑے (اعداد) دئے گئے ہیں، ان کے مطالعے سے بعض حضرات کو شک ہوتا ہے کہ آیا بچے اتنا کام کر بھی سکیں گے یا نہیں؟ اس شبہے کا ازالہ خاندیس کے پارولا سیکشن کے ماتحت جو مدرسے چل رہے ہیں، ان کے اعداد کو دیکھنے سے آسانی سے ہو سکتا ہے۔ پارولا سیکشن میں جولائی ۱۹۳۹ء سے کام شروع ہوا ہے۔ ذیل میں اگست ۱۹۳۹ء کے اعداد دئے جاتے ہیں۔ مجھے جو اعداد ملے ہیں ان میں اسی مہینے کے اعداد سے کل واقفیت حاصل ہوئی ہے۔

اگست ۱۹۳۹ء جماعت اول و دوم

نام مدرسہ	طالب علموں کی تعداد	گھنٹے فی طالب علم	سوت گنڈے	وزن: تولے	وزن: سیر	مزدوری: پائی	مزدوری: آنے	مزدوری: روپے
اندر کھیڈے	۶۶	۴۲ ½	۱۳۱ ½	۷۲	۵	۳	۲	۵
〃 امدو	۲۴	۶۶	۴۲ ¼	۶۰	۱	۳	۱۴	۱
شیرگے	۳۷	۵۵ ½	۸۲ ¾	۷۴	۳	۹	۱۱	۳
سوسے	۵۲	۴۹ ½	۱۳۱ ½	۵۷	۶	۹	۱۵	۴
دیوگاؤں	۵۱	۴۲	۸۶	۱۴	۴	۹	۱۵	۳
موڈھالے	۱۵	۵۲ ¼	۳۵ ¾	-	۲	-	۷	۱
مہال پور	۱۹	۳۷	۲۳ ¾	۵	۱	۳	۷	۱
نچ کھیڈے	۱۴	۵۷ ¼	۴۲ ½	۲۲	۲	-	۱۴	۱
ڈولی	۱۹	۵۴	۵۱ ½	۷۲	۱	۹	۹	۲
ہنت کھیڈے	۱۲	۴۰ ½	۵۰ ½	۲۱	۳	-	۲	۳
سیہو شیہو	۲۳	۵۵ ½	۹۷ ½	۵۸	۳	۶	۰	۳
کل	۳۳۲	۱۱۰۵۷۲	۷۵۲	۵۵	۳۶	-	۴	۳۴

مندرجہ بالا نقشے کی تفصیل کا اختصار کیجئے تو حسب ذیل واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

مدرسے کا نام	تار فی گھنٹہ فی طالب علم	مزدوری فی گھنٹہ
اندر کھیڈے	۴۲	[illegible] پائی
〃 امدو	۱۷	[illegible] 〃
شیرگے	۲۶	[illegible] 〃
سوسے	۲۲	[illegible] 〃
دیوگاؤں	۲۵	[illegible] 〃
موڈھالے	۲۹	[illegible] 〃
مہال پور	۲۱	[illegible] 〃
نچ کھیڈے	۳۴	[illegible] 〃
ڈولی	۲۲	[illegible] 〃
ہنت کھیڈے	۶۴	۱ 〃
سیہو شیہو	۳۴	[illegible] 〃
کل	۳۳۰	۴٫۷۲ 〃

مندرجہ بالا پارولا سیکشن کے اعداد تقریباً ۳۰۰ طالب علموں کے کام اور ۱۱ مختلف مدرسوں کے ہیں۔ اس لئے ان کو دیکھ کر جو اندازہ مترتب ہوگا اسے صحیح طور پر سمجھنے میں دقت نہیں ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا اوپر کے اعداد کے مطابق ایک گھنٹے کے کام کا اوسط ۳۰ تار آیا ہے۔ عملی کام کے نصاب میں فی گھنٹہ کام کے اوسط ۴۰ تار رکھے گئے ہیں۔ اس سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جن ۳۲۵ طالب علموں کے کام کا اوسط دوسرے مہینے میں ۳۱ تار فی گھنٹہ آیا ہے ان کی رفتار ترقی کرے گی اور وہ نصاب کی مقررہ اوسط پوری کر سکیں گے، اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مدرسے کا کام اوسط سے دگنا اور نصاب کے مقرر کردہ اوسط سے ڈیوڑھے سے زیادہ ہے۔ اس امر سے بھی ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ بچے کہاں تک ترقی کر سکتے ہیں۔ مزدوری فی گھنٹہ کا اوسط [illegible] پائی ہے۔ عملی کام کے نصاب میں ۲۰ گھنٹے کا ایک مہینہ رکھا گیا ہے۔ اس حساب سے [illegible] ۲۰ = [illegible] یعنی تقریباً ۳۱ پائی مزدوری ہوتی ہے یعنی کوئی ڈھائی آنے ایک پائی۔ اس حساب سے پہلے چھ ماہ کی مزدوری لگائی جائے تو ساڑھے پندرہ آنے آتی ہے۔ نصاب میں ساڑھے سولہ آنے مقررہ مزدوری ہے۔ اوپر کی ساڑھے پندرہ آنے مزدوری دوسرے مہینے کی مزدوری کی بنا پر لگائی گئی ہے۔ مگر آگے چل کر چونکہ بچوں کا کام بڑھے گا اس لئے مزدوری بھی بڑھے گی تو مزدوری کے معاملے میں بھی ہمیں پورا اطمینان ہے۔ مزدوری کے معاملے میں ایک مدرسہ کافی حد تک آگے بڑھا ہے۔ اسے بھی دھیان میں رکھنا چاہئے۔

مندرجہ بالا اعداد کے متعلق ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ نصاب میں کام اور مزدوری کا جو اوسط مقرر کیا گیا ہے وہ ایک ہی جماعت کے لئے ہے اور یہ اعداد دو جماعتوں کو ملا کر نکالے گئے ہیں۔ اعتراض اپنی جگہ پر بامعنی ضرور ہے مگر اس کا بھی جواب ہے۔ جن لڑکوں نے کبھی کتائی کا کام نہیں کیا ہے اس لئے اس قسم کے پہلی اور دوسری جماعت کے لڑکوں کے کام میں اور بالخصوص دوسرے ماہ کے کام میں کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا اور اس طرح پارولا سیکشن کے اعداد میں کوئی خاص نقص نہیں۔ (باقی آئندہ)

دلبھ بھائی بھگوان داس

عرضِ مُدیرہ

"نئی تعلیم" کا پہلا سال پورا ہوگیا اور اب دوسرے سال کا آغاز ہے۔

ہم نے اس کا آغاز اس امید پر کیا تھا کہ ہندوستان کے دور دراز اضلاع اور مقامات میں جتنے آدمی اس نئی اسکیم میں عقیدہ رکھتے ہیں یا اس کے تجربے کی منزل میں عملی طور پر کام کر رہے ہیں ان کے لئے یہ چھوٹا سا رسالہ مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ اس کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے کام سے متعارف رہیں گے اور ایک دوسرے کے تجربے سے مستفید ہو سکیں گے۔

یہ مقصد کسی حد تک پورا ہوا۔ ہندوستان کے ہر صوبے میں ہمارے احباب اور ہمارے ساتھ کام کرنے والے بھائی اسے پڑھتے ہیں اور ہر ماہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ہر ماہ کے آغاز میں اس پرچے کو بھیجتے وقت اس بات کا ہمیں تجربہ اور احساس ہوتا ہے۔ مگر اسی سے ہمارا مقصد پورا نہیں ہو جاتا ہماری امید تو یہ ہے کہ ہم اس نئی تعلیم کے جتنے خادم ہیں وہ صرف نئی تعلیم کے پڑھنے ہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ ہمیں جو کچھ ایک دوسرے سے کہنا ہے وہ بھی اسی کے ذریعے کہیں۔ ایسا کرنے سے یہ پرچہ نئی تعلیم کے روزانہ کے تجربات کا ایک ریکارڈ (یادداشت) بن جائے گا۔ ہمیں کہاں کہاں کامیابی ہوئی، کہاں امید اور حوصلے کے آثار دکھائی دیئے، ان باتوں کا بھی حال ہمیں ان اوراق میں مل سکے گا اور یہ بھی کہ اس کے مقاصد کی تکمیل میں کہاں کہاں خامیاں اور کہاں رہ گئی ہیں اور کہاں کہاں ہم نے حوصلہ کیا مگر ناکام رہے ہمارے اس تجربے کی تکمیل کے لئے دونوں طرح کے تجربات کا بیان موجود رہنا ہمارے لئے بے حد ضروری ہے۔

مگر یہ مقصد اسی وقت پورا ہو سکے گا جب وہ تمام استاد جو اس نئی تعلیم کے سلسلے میں عملی کام کر رہے ہیں اس رسالے کا پورا پورا استعمال کریں۔ اس لئے بنیادی تعلیم کے تمام استادوں سے اور بالخصوص ان استادوں سے جو دیہات کے مدرسوں میں دیہات کے بچوں کو سامنے لے کر تعلیم کا کام کر رہے ہیں، ہماری گزارش ہے کہ وہ اس پرچے کو اپنائیں۔ اس کے ذریعے وہ اپنے روزمرہ کے تجربات سے اپنی مشکلات اور رکاوٹوں سے اور اپنی امیدوں اور اپنی تمناؤں سے ہمیں باخبر رکھیں۔ تعلیم کے تجربے میں کوئی شے چھوٹی یا حقیر نہیں ہے۔ ہر بچے کی نشوونما کی کہانی، استاد کا چھوٹا یا بڑا ہر تجربہ یہ نہایت اہم امور ہیں۔ اسی تجربے کی بنیاد پر ہمارے مستقبل کے پروگرام کے تعین کا انحصار ہوگا اس بنیاد کی تعمیر استادوں ہی کا کام ہے اور "نئی تعلیم" اسی تعمیر کا ایک چھوٹا سا ذریعہ ہے۔

ایک اور مقصد اس رسالے کے پیش نظر ہے۔ آج ہمارے ملک میں سچے تعلیمی ادب کا قحط ہے۔ یہاں ہماری مراد فلسفۂ تعلیم کے ادب سے نہیں ہے، وہ ادب جس سے ہمیں مسرت بھی ہو اور علم بھی حاصل ہو، آج ہے کہاں! آج ہمارے پاس نہ استادوں کے لئے کوئی مواد ہے نہ بچوں کے لئے۔ تعلیم کے نام سے استاد جو کتاب بھی بچوں کو رٹاتے ہیں اور سہمے سہمے بچے رٹتے ہیں، ان میں نہ کوئی کیفیت ہوتا ہے، نہ کوئی رکاوٹ اور نہ سچے علم کی روشنی۔ یہ کتابیں تو ایک بوجھ ہیں بے جان، غیر دلچسپ، ایک ایسا علم جس سے نہ روح کو کوئی سکون ہوتا ہے اور نہ قلب کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے زندہ، خوشی دینے والے، علم کی روشنی سے معمور اور سچے تعلیمی ادب کی تخلیق بھی ہمارا ایک ضروری فرض ہے۔ اگر بنیادی تعلیم کے کارکن صحیح معنوں میں ہم سے تعاون کریں تو یہ کام بھی ہم "نئی تعلیم" کے اوراق کے ذریعے انجام دے سکتے ہیں۔

تعلیمی ادب کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہمارے سامنے ایک اور کام بھی ہے۔ تعلیمی ادب کی زبان کی تخلیق اور اس کی تعریف و تشریح۔ بنیادی تعلیم کے لئے جو زبان درکار ہے وہ پنڈتوں کی زبان نہیں ہوگی۔ ہمیں تو آج ایک ایسی زبان کی ضرورت ہے جو جیتی جاگتی ہو، دیہاتی بھائیوں کی اپنی چیز ہو اور ساتھ ہی ساتھ اس میں علمی متانت اور سنجیدگی ہو، بہتے ہوئے پانی کی سی شیرینی اور حیات آفرینی ہو۔ اس نئی زبان کی تخلیق کا انحصار بھی کسی ایک فرد کی صلاحیت پر نہیں ہو سکتا بلکہ نئی تعلیم کے تمام کارکن جب اس کی طرف توجہ کریں گے، اسی وقت ممکن ہے۔ اس کوشش میں بھی "نئی تعلیم" کسی حد تک ذریعے کا کام دے سکتا ہے۔

ہمارے سامنے مقصد بہت بڑا ہے لیکن اگر ہم سب ایک ساتھ مل کر اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے تو اس مہم میں کوئی مشکل باقی نہیں رہے گی۔ یہ کام ذریعہ ہوگا سچی خوشی اور حقیقی حوصلہ مندی کا۔ نئی تعلیم کے میدان میں ہمارے جتنے بھائی بہن کام کر رہے ہیں، ان سب کے تعاون اور امداد کے بھروسے پر ہم دوسرے سال میں قدم رکھ رہے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ہم نے جو عہد کیا ہے اس سے ہرگز نہ ڈگیں۔

تعلیم اور کھیل

بچے کھیل کو پسند کرتے ہیں۔ اس سے تو ایک منٹ کے لئے بھی نہیں چاہتے کہ کھیل کے سوا کچھ اور کام کریں۔ لیکن دنیا میں رہ کر آدمی ہمیشہ کھیل ہی نہیں کھیل سکتا۔ جو لوگ برابر کھیلتے رہتے ہیں، دنیا ان کے ساتھ کھیلتی ہے، دنیا ان کا مذاق اڑاتی ہے۔ وہ ان سے سخت سے سخت انتقام لیتی ہے۔ اور یہی بات کہ شاید دنیا والے بچوں کو جب پڑھاتے ہیں تو انہیں کھیلنے نہیں دینا چاہتے یہی طریقہ ہزاروں برس سے اب تک چلا آرہا ہے۔ قدرت کیا چاہتی ہے؟ اس کا کسی کو علم ہی نہیں۔ قدرت انسان کو دنیا کے کام کس طرح سکھاتی ہے! اس کے جاننے کی کوئی کوشش ہی نہیں کرتا۔

جنھوں نے قدرت کے اس بھید کو سمجھا اور اس بات کے سمجھنے اور جاننے کی کوشش کی انھوں نے بچوں کو ویسے ہی پڑھایا جیسے قدرت چاہتی ہے۔ قدرت نے جب سب سے پہلے آدمی کو پیدا کیا تو اس نے سب کچھ کھیل کود سے، سیر و شکار سے، گانے بجانے سے سیکھا اور اسی لئے کبھی کبھی لوگوں نے اس بھید کو جان کر اس پر عمل کرنا چاہا۔ یونانیوں نے اپنے بچوں کی تعلیم میں کھیل کود کو بڑی اہمیت دی تھی۔ لیکن اس کے بعد لوگ اس طریقے کو بالکل بھلا بیٹھے اور سینکڑوں برس تک کسی کو اس کا خیال تک نہ آیا۔ فروبل نے بھی اس طریقے کو رائج کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس کا جادو بھی لوگوں پر نہ چلا اور لوگوں نے پھر انہیں پرانے طریقوں پر چلنا شروع کر دیا اور اب تک چل رہے ہیں۔

مگر اچھی باتوں کے بھید کبھی چھپے نہیں رہتے۔ دنیا میں نت نئی تحقیقیں ہوتی

بنتی ہیں، سائنس کی دنیا میں، کھلنے کی دنیا میں، نفسیات کی دنیا میں اور تعلیم کی دنیا میں۔ لیکن آج کل زمانہ کچھ تعلیم اور نفسیات کی تحقیق کا زمانہ ہے اور اسی قسم کی تحقیق ہے جس سے آج کل ہر طرف یہ راگ سنائی دیتا ہے کہ بچوں کو کھیل کود کے ذریعے ہی سے اچھی سے اچھی تعلیم دی جا سکتی ہے۔ جس تعلیم میں کھیل کو دخل نہیں، جس تعلیم میں بچوں کو دلچسپی نہیں، وہ ایک سرے سے ان کے لئے بے کار ہے۔

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے پچھلے زمانے میں کھیل کی مدد سے تعلیم دینے کی کوشش کی وہ کامیاب کیوں نہیں ہوئے اور ان پر لوگوں نے ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھار کیوں کی؟ اس سوال کا جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ تعلیم دینے والے اور اعتراض کرنے والے دونوں کے دونوں کھیل اور کام کو دو مختلف چیزیں سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک کام کو کھیل اور کھیل کو کام نہیں بنایا جا سکتا تھا اور آج کل کی تحقیق یہ کہتی ہے کہ کوئی کام اپنی جگہ کام ہے اور کوئی کھیل اپنی جگہ کھیل۔ ایک ہی بات کو ہم کھیل بھی کہہ سکتے ہیں اور کام بھی۔ اگر کوئی کھیل کھیلتے وقت کھیلنے والے کو اس میں دلچسپی محسوس ہو تو ایسا کھیل بُرے سے بُرے کام سے بھی بدتر ہے اور کوئی کام کرتے وقت اگر کسی کو اس میں لطف آئے تو وہ ایسے کام پر ہزاروں کھیل قربان کئے جا سکتے ہیں اور اسی لئے آج کل اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے ایسے کام سکھائے جائیں جن میں انھیں دلچسپی ہو۔ انھیں ایسے چیزوں میں لگایا جائے جن میں وہ کرکے کھیل کی سی خوشی محسوس کریں، ان کے دل خود بخود اس کام کی طرف مائل ہوں۔ اگر کسی قوم یا ملک کے مختلف افراد ایسے ہی کاموں میں لگ جائیں جن سے ان کی طبیعتوں کو فطری مناسبت ہے تو ملکوں اور قوموں کے بہت سے مسئلے حل ہو جائیں اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ہر کام میں کھیل کا لطف ہونا چاہیئے۔ اسی بات کو محسوس کرکے لوگوں نے اس مسئلے پر بہت سی تحقیقات کی ہیں اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کھیل انسان کی فطرت کا ایک خاص جزو ہے اور قدرت اپنے مختلف مقاصد ان کھیلوں کے ذریعے سے پورے کرنا چاہتی ہے۔

شیلر اور اسپنسر (Schiller & Spencer) کا خیال ہے کہ جب انسان کے جسم میں بہت زیادہ قوت اور جوش پیدا ہو جاتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اس جوش میں کمی ہو۔ کھیل اس جوش کی کمی کا ایک بہت مفید ذریعہ ہے۔ گویا انسان کے جسم میں کچھ گیس جمع ہو جاتی ہے اور کھیل اس گیس کو باہر نکالنے میں مدد دیتا ہے۔ لیکن شیلر اور اسپنسر کا یہ نظریہ قطعی طور پر صحیح نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ اکثر انسان کھیل ایسے وقت کھیلتا ہے جب اس میں قوت اور جوش کی کمی ہوتی ہے۔ بچے خواہ کتنے ہی تھکے ہوئے کیوں نہ ہوں ان کا جی کھیل سے نہیں بھرتا۔ وہ اپنے کھانے اور سونے تک کو کھیل کی دلچسپی کے آگے بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جہاں تک بچوں کی ذات کا تعلق ہے کھیل ان کے اندرونی جوش کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر انھیں کھیلنے کا موقع نہیں ملتا تو وہ شرارت کرکے اس کمی کو پورا کرتے ہیں اور ہنگامہ کرانے کے، اسکول کی کھڑکیاں اسی وقت توڑی جاتی ہیں جب فٹ بال میں ہوا نہیں رہتی یا کرکٹ کی گیند کھو جاتی ہے۔

ایک دوسرا نظریہ لزارس (Lazarus) کا ہے۔ لزارس کا خیال ہے کہ کام کرنے کی وجہ سے انسان کے جسم میں قوت اور جوش کی جو کمی آجاتی ہے وہ کھیل کی مدد سے پوری ہو جاتی ہے۔ اس نظریے کے متعلق بھی ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کسی حد تک صحیح ہے، اس لئے کہ دن بھر کا کام کرنے کے بعد جو لوگ تھک جاتے ہیں انھیں کھیل کی تفریح پھر تر و تازہ کر دیتی ہے۔ لیکن اگر اس نظریے کو قطعی طور پر صحیح تسلیم کر لیں تو ہمارے پاس اس سوال کا کیا جواب ہوگا کہ تھکے ہوئے آدمی کو لیٹ کر یا خاموش بیٹھ کر کیوں آرام ملتا ہے؟ بہت سے کھیل کھیل کر آدمی بجائے تر و تازہ ہونے کے تھک کیوں جاتا ہے؟ یا بچے کھیل اس زمانے سے کیوں شروع کر دیتے ہیں جب وہ کام کے نام تک سے آشنا نہیں ہوتے؟

اسٹینلی ہال (Stanley Hall) کا نظریہ ہے کہ کھیل انسان کی بالکل ابتدائی زندگی کی دلچسپیوں کی یادگاریں ہیں۔ آدمی لڑتا بھڑتا اس لئے ہے، سیر و شکار اس لئے کرتا ہے کہ اپنی ابتدائی زندگی میں اسے یہ سب باتیں کرنی پڑتی تھیں اور اس نے اپنے ان فطری جذبات کی تسکین کے لئے وہ ان کھیلوں کو زندگی کا ایک خاص جزو سمجھتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ بھی دوسرے نظریوں کی طرح قطعی طور پر صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس لئے کہ انسان دنیا میں بہت سے ایسے کام کرتا ہے جو حقیقی معنوں میں بہت مفید ہیں اور جن کے متعلق یہ کہنا کہ وہ زندگی کے کسی گذشتہ طریقے کی یادگار ہیں، زندگی کی ایک اہم حقیقت کو فراموش کرنا ہے۔

اور اسی لئے عام طور پر کارل گروس (Karl Groos) کے نظریے کو ان تمام نظریوں کے مقابلے میں زیادہ صحیح سمجھا جاتا ہے۔ گروس کا خیال ہے کہ کھیل ہمیں آئندہ زندگی کے لئے تیار کرتے ہیں۔ ہم کھیلوں کی مدد سے آئندہ کرنے والی پیچیدہ زندگی کے پیچیدہ افعال کی مشق کرتے ہیں۔ زندگی ہمیں آئندہ چل کر جو مرحلیاں سونپنے والی ہیں، انھیں ہم اپنے بچپن میں ایک غیر ذمہ دارانہ طریقے سے سیکھتے ہیں۔ بلی کا بچہ گیند کے پیچھے دوڑتا ہے اور اس کے ساتھ کھیلتا ہے اس لئے کہ آئندہ چل کر اسے چوہوں کو پکڑنا ہے۔ کتے آپس میں لڑائی کے کھیل کھیلتے ہیں اس لئے کہ اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے انھیں آگے چل کر لڑنا بھڑنا پڑے گا۔ انسانوں کے بچے بچپن میں اپنے بڑوں کے پیشوں کی نقل بھی اس فطری اور پوشیدہ جذبے کے تحت میں کرتے ہیں۔

ان تمام نظریوں پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کھیل تعلیمی نقطۂ نظر سے جہاں ایک طرف اس لئے مفید ہیں کہ بچوں کو ان سے فطری طور پر دلچسپی ہوتی ہے، وہاں دوسری طرف سماجی نقطۂ نظر سے بھی ان کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اسی لئے آج کل نئی تعلیم کے طریقوں کو پھیلانے کی کوشش کرنے والے اسکول کو کھیل کود کی دنیا بنا دینا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ بچوں کو مدرسے میں مکمل آزادی ہو، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اچھل کود کر اور خوش رہ کر کام کریں اور مہارت سیکھیں۔ ہر چیز پر انھیں کی حکومت ہو، ہر چیز کا انتظام وہ خود ہی کریں۔ وہ چیزوں کو خود ہی بگاڑیں اور خود ہی بنائیں۔ کام کرنے میں انھیں کھیل کا سا لطف آئے تو ان کا کام ہی ان کے لئے کھیل بن جائے گا اور اس طرح وہ سب کچھ سیکھ لیں گے۔

سید وقار عظیم (ایم۔اے)

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر۔ حامد علی خاں | مطبوعہ: جید برقی پریس | مدیرہ: آشا دیوی

رجسٹرڈ نمبر: ایل ۴۴۴۷
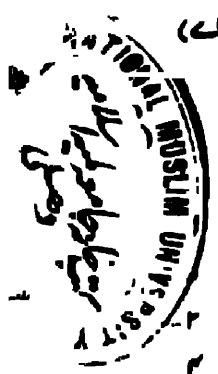
(ہندستانی تعلیمی سنگھ کا پرچہ)
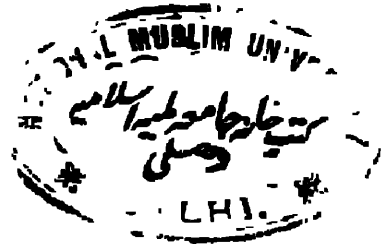
جلد ۲، نمبر ۲	دہلی، فروری سنہ ۱۹۴۰ء	قیمت سالانہ عہ

صنعتی تعلیم

(Technical Education.)

جامعہ لندن کے شعبۂ تعلیمات کی طرف سے ہر سال ایک سالنامہ (Year Book) شائع ہوتا ہے جس سے تعلیم کے سلسلے میں کام کرنے والے حضرات بخوبی واقف ہوں گے۔ سنہ ۱۹۳۹ء کے سالنامے میں جو بات خصوصیت رکھتی ہے یہ ہے کہ صنعتی تعلیم کے مسئلے پر غور و بحث کے لئے اس کا ایک بڑا حصہ وقف کیا گیا ہے۔ تعلیمی دنیا میں آج تک صنعتی تعلیم کی قریب قریب وہی جگہ تھی جو معاشرت میں برہمنوں اور اچھوتوں کی ہے۔ اسے اعلیٰ خاندان کے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست کا مرتبہ حاصل نہیں تھا بلکہ ایک کونے میں جو بھی جگہ اسے حاصل تھی وہ اسی پر شاکر و صابر تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر آج اگر صنعتی تعلیم کے لئے تعلیمی سالنامے جیسے موقر جریدے میں خاص جگہ مخصوص کی گئی ہے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ تعلیمی دنیا میں انقلاب زمانہ قریب ہے۔

اس انقلاب کا ایک سبب تو تعلیم کے موجودہ نظام تصور ہی میں پوشیدہ ہے۔ جن ملکوں میں سالہا سال سے سب کے لئے تعلیم حاصل کرنا لازمی کر دیا گیا ہے ان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ پیش رہا ہے کہ ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کو جن کے ہاتھوں میں نہ اتنی صلاحیت ہے کہ وہ کوئی حرفہ اختیار کر سکیں، اور نہ ان کی آنکھیں اتنی بینا ہیں کہ زندگی کے مسائل کو مادی شکل میں دیکھ سکیں، کس کام پر لگایا جائے؟ اس مسئلے کے حل کی کوشش کے طور پر کہیں کہیں تدابیر بھی اختیار کی گئی ہیں مثلاً کاریگر اور صناع تیار کرنے کے لئے دو چار دس مدرسے کھول دئے گئے، معمولی مدرسوں میں ایک ایک کارخانہ (Work Shop) جوڑ دیا گیا اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں بھی ایک آدھ گھنٹہ ہاتھ کے کام کے لئے مقرر کر دیا گیا۔

اگر اس تجربے کی یہی رفتار رہتی تو معلوم نہیں اسی ایک مرحلے پر کتنے دن لگ جاتے۔ مگر دور حاضر کے حالات و واقعات کے اقتضا سے یہ مسئلہ (صنعتی تعلیم) تیزی سے سامنے آنے لگا اور اسے حل کرنے کی ضرورت کا احساس شدید ہوتا گیا۔ تمام مغربی ممالک کو گزشتہ کئی سال تک اپنے تمام کام لڑائی کے امکان کو مدنظر رکھ کر انجام دینے پڑ رہے ہیں۔ لڑائی کے زمانے میں ملک و قوم کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کے لئے بڑے بڑے عالم اور پنڈت کام نہیں آ سکتے۔ ان ضرورتوں کی تکمیل کے لئے کاریگر، مستری اور ماہر ہاتھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ گزشتہ برسوں میں اسی ضرورت کے ماتحت مغرب کے ممالک سے برابر آواز آ رہی ہے کہ "ہاتھوں کی تعلیم دو، کاریگر تیار کرو"۔ غرض صنعتی تعلیم کی اہمیت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

یہ تو تھی ضرورت کے احساس کی کیفیت! اس زمانے سے پہلے بھی مغربی ممالک میں تعلیم کے مسئلے پر کچھ ایسے مفکرین غور کرتے رہے ہیں جن کے نزدیک مسئلۂ تعلیم زندگی کے مسائل سے متعلق ہے اور اسے اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا اور پرکھنا چاہئے اور جن کا یہ ایمان تھا کہ اگر ایک نئے سماج کی تخلیق کرنی منظور ہے تو سب سے پہلے نظام تعلیم میں ایک انقلابی تغیر کرنا ہوگا۔ جب سماجی اور قومی ضروریات کے پیش نظر تعلیم میں ہاتھ کے کام کو زیادہ اہمیت دی جانے لگی تو ان مفکرین نے اس تصور کو امید افزا مسرت کے ساتھ دیکھا اور سوچنے لگے کہ شاید یہ راستہ ایک نئی تعلیم اور نئے سماج کی منزل تک پہنچا دے۔ تعلیمی دنیا کی یہی نئی ایجاد اس تعلیمی سالنامے کا خاص موضوع بحث ہے۔

اس جریدے میں پہلے صنعتی تعلیم کے مقاصد کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ "صنعتی تعلیم صرف کوئی صنعت یا پیشہ سکھانے کو نہیں کہتے۔ صنعتی تعلیم کو صحیح معنی میں صنعتی تعلیم اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب کسی دستکاری کو عملی تجربات کے ذریعے سکھانے کے ساتھ ساتھ اس کے علمی اصول بھی سکھائے جائیں اور ساتھ ہی ساتھ دماغ کی بھی تعلیم ہوتی رہے۔"

اس توضیح کو بنیادی تعلیم کا کام کرنے والے حضرات بآسانی سے ذہن نشین کر سکتے ہیں۔

حالانکہ مغربی ممالک میں آج کل بیشتر مرد اور عورت کارخانوں میں کام کرتے ہیں پھر بھی یہ چیز واضح کر دی گئی ہے کہ صنعتی تعلیم کو کارخانوں میں کام کرنے والے مستریوں کی تیاری نہ سمجھا جائے "انسانی زندگی کے جو چار شعبے ہیں — جیسے دستکاری، کھیتی اور گھریلو کام — انسان کو ان چاروں شعبہ جات زندگی میں ماہر بنانا صحیح معنی میں صنعتی تعلیم ہے۔"

"اگر صنعتی تعلیم سے یہ مراد لی جائے تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مغربی اقوام کی آیندہ نسلوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کی تعلیم کے لئے صنعتی تعلیم ہی سچی تعلیم ہو سکتی ہے۔"

اس کے بعد اس مسئلے پر غور کیا گیا ہے کہ صنعتی تعلیم کے سچے تجربے سے آیندہ نسلوں اور سماج پر کیا کیا اثرات پڑیں گے۔ یہ مسئلہ بھی بنیادی تعلیم کے کام کرنے والوں کے لئے کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔

سالنے کے مصنفوں نے سب سے پہلی تحقیق یہ کی ہے کہ ہاتھ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دماغ کی بھی نشو و نما ہوگی اور ایک نئی تہذیب اور ایک نئی معاشرت پیدا ہوگی۔ اس نئی تہذیب کی بنا باہمی تعاون اور رواداری پر ہوگی۔ انھوں نے اپنے زمانے کی مثال دے کر اس دعوے کی تصدیق بھی کی ہے کہ آج کل قومی اور بین الاقوامی فضا میں جو جھگڑے اور لڑائیاں ہوتی ہیں ان کے بانی مبانی وہی لوگ ہوتے ہیں جنھیں ہاتھ کی تعلیم کے ذریعے دماغ اور دل کی تعلیم نہیں ملی ہے۔ اس کے مقابلے میں کاریگروں اور مستریوں کی دنیا باہمی تعاون اور رواداری کے حق میں ہے۔

آج مغرب کے ماہرین تعلیم اس اصول کو تسلیم کر رہے ہیں کہ ہاتھ اور دماغ کی جو ساتھ ساتھ تعلیم ہوتی ہے — خواہ اس طریقۂ تعلیم کو کسی بھی نام سے موسوم کیا جائے — وہی سچی تعلیم ہے۔ لیکن انھوں نے اس نئی اور سچی تعلیم کا زمانہ آغاز ۱۲ - ۱۴ برس کی عمر کے بعد سے تسلیم کیا ہے۔ اس عمر سے پہلے بچوں کی جو تعلیم ابتدائی مدرسوں میں ہوتی ہے، — یعنی ۷ سے ۱۴ برس کی عمر کی تعلیم — اس کے متعلق مغرب کی تعلیمی دنیا سے نہ اس سوال کا کوئی جواب ملا ہے کہ اس کے لئے سب سے اچھا طریقہ کیا ہے، نہ اس مسئلے پر کبھی غور کیا گیا ہے کہ اس عمر کی تعلیم کے لئے سب سے اچھے اور مفید ذرائع کیا ہو سکتے ہیں۔ نہ ان کے متعلق کسی قسم کا تجربہ کیا گیا ہے۔ البتہ بعض ترقی پسند اداروں نے بچوں کے کام کے پروگرام میں ہاتھ کے کام کو اہمیت دی ہے۔ مگر وہ بھی بطور کھیل اور جسمانی تربیت کے ہے۔ اس اصول کو کہ بچوں کی تعلیم ہو یا بڑوں کی — ہاتھ کا کام ہی تعلیم کا سچا ذریعہ ہے — سب سے پہلے ہندوستان ہی میں تسلیم کیا گیا ہے اور اس کا تجربہ بھی ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ تجربہ صرف ہمارے ہی لئے مفید اور نفع بخش نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے تعلیمی حلقے کے لئے اہمیت رکھتا ہے۔

ہندوستان میں ۷ سے ۱۴ برس کی عمر کے بچوں کے لئے بنیادی تعلیم کا تجربہ ہوتا رہے اور مغرب میں ۱۴ برس سے اوپر کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے صنعتی تعلیم کا چلن جاری رہے، اور جب مستقبل میں کبھی دنیا سے لڑائی کا آشوب ختم ہو جائے گا اور ایک نئے سماج اور ایک نئی معاشرت کی تخلیق کا موقع ہاتھ آئے گا تب شاید ہمارے تجربوں کے نتیجے لوگوں کے سامنے ہوں گے۔ اس وقت ہم سات سال سے لے کر آخری تعلیمی عمر تک کی تعلیم کا صحیح نقشہ کھینچ سکیں گے۔ اسی وقت ہم وہ راہ نکال سکیں گے جس سے آیندہ نسلوں کو ہاتھ، دماغ اور دل کی ایک ساتھ پوری تعلیم ملے، تعلیم کے ساتھ انسانی زندگی کے مسائل کا صحیح تعلق قائم ہو، جس کے ذریعے ہم ایک ایسے سماج کی تخلیق کر سکیں جس کی بنیادیں محبت و اخوت اور باہمی ہمدردی و رواداری پر ہو جس میں نہ عداوت و دشمنی ہوگی اور نہ اقتصادی کش و بازاری اور جس کا مستقبل لڑائی اور جنگ کے امکان سے پاک ہوگا۔

ہم سب کا فرض ہے، جو بنیادی تعلیم میں خلوص نیت سے کام کرتے ہیں کہ جب تک وہ وقت نہیں آ جاتا ہے ہم اسی مجوزہ سماج کی تخلیق و تعمیر کے لئے عقیدت اور صداقت کے ساتھ اپنے آپ کو کمربستہ کرتے رہیں۔

آشا دیوی

پونا کی نمائش

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب آیئے، ایک اور جگہ کے نقشے اور آنکڑے دیکھیں۔ یہ نقشے ہمیں لونی (جو پونا کے پاس ایک جگہ ہے) کے برکینگ اسکول کی نمائش سے ملے ہیں۔ پارولا کے نقشوں اور آنکڑوں سے ہمیں جتنی خاطر خواہ معلومات حاصل ہوئی تھی، اتنی ان نقشوں اور آنکڑوں سے تو نہیں ہوگی، مگر پھر بھی ہم ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔

پہلے درجے کی آدھ گھنٹے کی رفتار کا اوسط یہ ہے:-

	بایاں ہاتھ	دایاں ہاتھ
جولائی	۱۸	۱۲
اگست	۱۹	۱۸
ستمبر	۲۵	۲۲
اکتوبر	۲۵	۳۲

اوپر کے نقشے میں دائیں اور بائیں ہاتھ کی کتائی کی رفتار کا اوسط الگ الگ دیا گیا ہے۔ اگر ہم دونوں ہاتھوں کی آدھ گھنٹے کی رفتار کا اوسط ملا کر نکالیں تو جولائی میں ۳۰، اگست میں ۳۷، ستمبر میں ۴۷ اور اکتوبر میں ۵۷ بانٹی گھنٹہ کا اوسط آتا ہے۔ یہ اوسط رفتار صرف تاروں کی کتائی کی ہے اس لئے تمام کاموں کی مجموعی رفتار کا اوسط کچھ کم ہوگا۔ اس مفروضے کی بنا پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ نصاب تعلیم میں جو کام متعین کیا گیا ہے، اُسے لونی کے بچے بھی پورا کر سکیں گے۔

لیکن لونی کے آنکڑوں سے ایک اور بات بھی سمجھ میں آتی ہے۔ ہم لوگوں کا رجحان کام کرتے وقت عموماً داہنے ہاتھ کی طرف ہوتا ہے اس لئے ہم اپنے بیشتر کام اسی ہاتھ سے کرتے ہیں اور اسی کی عادت پڑی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچوں کو تکلی سکھاتے وقت بھی ہم دائیں ہی ہاتھ پر زور دیتے ہیں اور بائیں ہاتھ کی طرف سے لاپروائی برتتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ونوبا جی نے اپنی کتاب "خاص حرفہ — کتائی" میں صاف صاف لکھا ہے کہ "اگر دائیں ہاتھ کی مدد سے بائیں ہاتھ سے تکلی کاتنا ممکن ہو تو اس کی مشق پہلے ہی سے کرانی چاہیئے۔" (صفحہ ۷) "چونکہ قریب قریب سبھی لوگ دائیں ہاتھ سے کام کرنے کی طرف ہوتے ہیں اس لئے میں اس بات کو مدنظر رکھ کر عموماً بائیں ہاتھ سے تکلی سکھانے کی مشق شروع کراتا ہوں۔" (صفحہ ۹) "دائیں ہاتھ کی

بہ نسبت بائیں ہاتھ کی مشق کے لئے حسبِ ضرورت زیادہ وقت دے کر دونوں ہاتھوں کی رفتار کو یکساں کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔" (صفحہ ۴۰)۔

ابتدا ہی سے بائیں ہاتھ سے تکلی سے مشق کرانے کے مسئلے کا میں بھی حامی رہا ہوں لیکن دبی ہی دبی زبان سے۔ جب سے لونی کے نقشے دیکھے ہیں، اُس وقت سے بائیں ہاتھ کی مشق کے بارے میں میرے جو خیالات تھے، مجھے ان کے ظاہر کرنے میں جھجک نہیں ہوتی

اوپر اوسط رفتار کا جو نقشہ دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ پہلے تین ماہ تک بائیں ہاتھ کی اوسط رفتار دائیں ہاتھ کے مقابلے میں زیادہ رہی ہے۔ چوتھے مہینے میں دائیں ہاتھ کی رفتار میں اضافہ ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ بھی دائیں ہی ہاتھ کی اوسط رفتار بڑھے گی اس لئے کہ ہم سوت کو چاروں طرف سے بٹتے ہیں اور اس کے لئے داہنے ہی ہاتھ کو استعمال کرنا زیادہ مناسب اور قدرتی ہوتا ہے۔ مگر ان باتوں کے باوجود وہ لوگ جو اب تک یہ خیال رکھتے تھے کہ بائیں ہاتھ کی کتائی کی رفتار میں اضافہ نہیں ہو سکے گا، ان کے شکوک کو دور کرنے کے لئے لونی کے نقشے کا مطالعہ کافی ہوگی

دائیں اور بائیں ہاتھ کی کتائی کے سلسلے میں اوپر جو کچھ کہا گیا ہے اس کی تائید لونی کے پریکٹسنگ اسکول کے نقشوں اور ستارہ ڈویژن کے مدرسوں کے آنکڑوں سے ہوتی ہے

میرے پاس جو نقشے اور آنکڑے آئے ہیں ان کے مطالعے سے دو باتیں صاف صاف ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) نصاب تعلیم میں بچوں کے لئے جتنے کام اور جتنی کمائی کا تعین کیا گیا ہے وہ بچوں سے ممکن ہے۔

(۲) ہم بایاں ہاتھ جس حد تک بے کار اور نکمّا سمجھ بیٹھے ہیں اس حد تک وہ بے کار اور نکمّا نہیں ہے بلکہ اگر اس کی طرف توجہ دی جائے تو وہ دائیں ہاتھ کی جوڑی داری کا پورا پورا حق ادا کر سکتا ہے۔

اسی سلسلے میں ایک اور بات لکھنے کے قابل ہے۔ پونا کی کانفرنس میں جو کتائی کے استاد آئے تھے ان کا ایک جلسہ ہوا تھا۔ اس جلسے میں پچھلے تجربات کی روشنی میں اس مسئلے پر رائے لی گئی تھی کہ نصاب تعلیم میں بچوں کے کام کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے کیا وہ پہلے اور دوسرے درجوں میں پورا ہو سکتا ہے؟ صرف ایک استاد کو چھوڑ کر باقی جتنے استاد اس جلسے میں شریک تھے، سب کی یہی رائے تھی کہ اگر جگہ، سامان وغیرہ کی دشواریاں دور ہو جائیں تو نصاب تعلیم کا مقرر کردہ کام ممکن ہو سکتا ہے

اوپر جو نقشہ دیا گیا ہے اور کتائی کے استادوں کے جلسے میں جو رائے ظاہر کی گئی تھی اس کی بنیاد پر میں تمام استادوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے درجے کے کام کی خامی اور ناکامی کی وجہ تلاش کریں کہ کیا ہے اور پھر اُسے دور کرنے کی کوشش کریں۔ انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ نصاب تعلیم میں جو کام کی مقدار مقرر ہے وہ زیادہ ہے اس لئے کہ نصاب تعلیم میں جو نقشے دیے گئے ہیں وہ یوں ہی قیاس کر کے نہیں دے دیے گئے ہیں بلکہ سالہا سال کے کھادی کے تجربوں کو جانچنے اور پرکھنے کے بعد دیے گئے ہیں۔ وہاں تو یہ صاف صاف لکھ دیا گیا ہے کہ نصاب تعلیم کے مقرر کئے ہوئے کام سے اگر کم کام ہو رہا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ مشق اور تعلیم میں کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ضرور ہو رہی ہے۔

ولبھ بھائی بھگوان داس
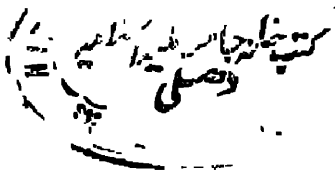
ایک مشورہ

پونا کی بنیادی تعلیم کی کانفرنس میں "نئی تعلیم" کے رسالے کے متعلق ایک نہایت اہم تجویز پیش کی گئی تھی۔ تجویز یہ تھی کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بنیادی تعلیم کا کام کرنے والے جتنے ادارے ہیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور اس تجربے میں روز بروز جو ترقی ہوتی جاتی ہے اس سے عوام کو باخبر رکھا جائے۔ اس کام کی تکمیل کے لئے رسالہ "نئی تعلیم" کو استعمال کیا جائے۔

جنوری ۱۹۳۹ء میں رسالے کا جو پہلا نمبر نکلا تھا، اس میں بھی مدیرہ صاحبہ نے بنیادی تعلیم کے کارکنوں سے یہ درخواست کی تھی کہ اس تجربے کی کامیابی کے لئے اس رسالے کو ایک وسیلے کی طرح استعمال کیا جائے۔

مجھے امید ہے کہ کانفرنس کی اس تجویز پر ہم سنجیدگی سے غور کریں گے اور اس پر عمل کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کریں گے۔ لیکن اس تجویز پر عمل کرنے سے پہلے ہمارے لئے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے کس قسم کی واقفیت کی امید کرنی چاہئے اور وہ واقفیت اور معلومات رسالے میں کس صورت میں شائع کی جائے کہ اس سے ہمیں زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ نیز یہ کہ بنیادی تعلیم کے کن کن مسائل پر غور کیا جائے اور "نئی تعلیم" میں اس سوچ بچار کا نتیجہ کس نوعیت سے دیا جائے۔

اس سلسلے میں میں یہاں اپنی تجویزیں دوسرے بنیادی مرکزوں کے لئے پیش کرتا ہوں کہ وہ ان پر سوچ بچار کریں۔ میرے خیال میں بنیادی تعلیم کے نیچے لکھے ہوئے پہلوؤں پر سوچ بچار کر کے اس کے نتیجے نئی تعلیم میں شائع کرانے چاہئیں۔ ان سوالات کے حل کے لئے ہم ایک دوسرے کے تجربوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں:-

(۱) بنیادی تعلیم کے ساتھ ہم دوسرے تعلیمی مضمونوں کو کس طرح ربط دے سکتے ہیں؟

(۲) دستکاری کے کام میں ترقی کس طرح کی جا سکتی ہے؟

(۳) اس اسکیم کی طرف ہم عوام کی توجہ کو کس طرح مبذول کرا سکتے ہیں؟

(۴) پڑھانے کے طریقوں اور عام انتظام میں آئے دن کن تبدیلیوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے؟

(۱) پہلے سوال کے متعلق یعنی مختلف مضمونوں کو دستکاری کے ساتھ کس طرح ربط دیا جائے، اس سلسلے میں ہر مرکز کے الگ الگ تجربے ہوں گے، اس سلسلے میں بہت سی مشکلات پیش آئیں گی اور طرح طرح کی ایجادیں ہوں گی۔ ان تجربات، ان مشکلوں اور ان ایجادوں کو جب ہم ایک دوسرے پر ظاہر کریں گے اسی وقت ہم سمجھ سکیں گے کہ ہم اپنے تجربے میں ٹھیک رستے پر چل رہے ہیں یا ٹھیک رہے ہیں۔ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ ہر مرکز ایک خاص میعاد

تک (ایک مہینے یا ایک ہفتے تک) دوسرے مضمونوں کو دستکاری سے ربط دینے کے لئے جو پروگرام (Correlated) بنایا گیا ہو، اُسے "نئی تعلیم" میں شائع کرائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہونا چاہئے کہ استادوں نے بچوں کے لئے جو نمونے کے سبق، نئے نئے گیت، نظمیں، کہانیاں، "ناٹک"، مکالمے جو کچھ بھی تیار کیے ہوں، اُن کے بھی نمونے چھاپے جائیں۔ اسی طرح مختلف مرکزوں کے طرح طرح کے تجربے جب ایک دوسرے سے مل جائیں گے اُس وقت نئی تعلیم کا مرتب نظام تیار ہوگا۔

(۲) ہم لوگ جانتے ہیں کہ دستکاری کا کام بنیادی تعلیم کے طریقے کا بنیادی کام ہے اس لئے دستکاری ہی کی ترقی پر دوسرے مضمونوں کی ترقی کا دارومدار ہے اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ ہر ٹریننگ اسکول اور بنیادی اسکول اپنے دستکاری کے کام کا ایک ماہوار گوشوارہ "نئی تعلیم" میں بھیجا جائے اسی کے ساتھ ساتھ دستکاری کے کام میں جو دقتیں پیش آتی ہیں یا دستکاری کے ویلے یا طریقِ کار میں جس قسم کی تبدیلی یا اضافے کا تجربہ ہوا ہو اس کا بھی حال اگر "نئی تعلیم" کے ذریعے دوسرے مرکزوں تک پہنچایا رہے تو ایک دوسرے کے کام میں بڑی مدد مل جائے گی

(۳) بنیادی تعلیم کے ہر کارکن کو اس بات کا تجربہ ہوگا کہ بنیادی تعلیم کی کامیابی عوام کی تائید اور ہمدردی پر کس حد تک منحصر ہے تعلیم کے پرانے نظام سے ہماری قومی زندگی کو کوئی کا بھی تعلق نہیں تھا، مگر نئی تعلیم کی اس اسکیم سے عوام کی زندگی کا نہایت گہرا تعلق وابستہ ہے ہم عوام کو اپنے ساتھ لئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ یہ ہے وہ ذمہ داری جسے بنیادی تعلیم کے کسی کارکن کو نہیں بھولنا چاہئے۔ ان کا تو فرض ہے کہ وہ عوام کو یہ سمجھائیں کہ یہ نئی تعلیم صرف تعلیم کا ایک دوسرا طریقہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے سے بے کاری کا مسئلہ حل ہوگا اور شہریوں کی خودداری میں بھی اضافہ ہوگا۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر یہ بھی مناسب ہے کہ ہر مرکز "نئی تعلیم" میں ان چیزوں کا بھی مختصر سا حال چھاپنے کے لئے بھیجے کہ وہ عوام کے ساتھ اپنا تعلق بڑھانے اور "نئی تعلیم" کو پھیلانے کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے۔

(۴) اسی طرح "نئی تعلیم" کے ذریعے ہمیں یہ بھی اطلاع ملتی رہنی چاہئے کہ ٹریننگ اسکولوں اور بنیادی اسکولوں میں کام کرتے وقت جو طریقے ہم استعمال کرتے ہیں ان میں کن کن تبدیلیوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

بنیادی تعلیم کے مختلف اداروں میں جو احباب کام کر رہے ہیں ان سے میری درخواست ہے کہ وہ میری ان تجویزوں پر غور کریں اور ان کے متعلق ان کی جو رائے ہو اُسے "نئی تعلیم" میں شائع کرائیں۔ میرا خیال ہے کہ کنوئیں کے مینڈکوں کی طرح اپنے اپنے مرکزوں میں چپ چاپ کام کرنے سے ہمارا یہ تعلیمی تجربہ آگے نہ بڑھ سکے گا اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے میل جول اور ہمدردی سے اپنے کام میں پختگی پیدا کریں۔ اور ہندستانی تعلیمی سنگھ کے کارکنوں کی درخواست کا خاطر خواہ جواب دیں۔

(شری رانگوپال راؤ، پھلی پٹم)

سی پی۔ کے بنیادی مدرسے

حالانکہ ہماری قوم اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کی دوسری قوموں اور ملکوں کی سیاسی فضا میں سیاہ بادل چھا رہے ہیں، ہر طرف خوف و ہراس کا دور دورہ ہے، سی پی کے دور دراز دیہاتوں میں چھوٹے چھوٹے بنیادی مدرسے کھلتے جا رہے ہیں۔

جو لوگ قومی تعلیم کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں، وہ سی۔ پی۔ کی "بنیادی تعلیم کی اسکیم" سے بخوبی واقف ہوں گے۔ سی۔ پی کے سابق وزیر اعظم پنڈت روی شنکر شکل کی یہ بڑی اور انوکھی اسکیم ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ "دیہات میں تعلیم پھیلانے کے لئے آج ہمارے پاس کافی پیسے نہیں ہیں، مگر خیر زمین تو ہے! اس کے علاوہ ثواب کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کا رجحان بھی ہمارے ملک کے لوگوں سے نہیں گیا ہے۔ ہم دیہاتوں میں مدرسے کھولنے کے لئے پیسے نہیں، زمین کی بھیک مانگیں گے۔" چنانچہ اس خیال کے ماتحت انھوں نے زمین کی بھیک مانگنے کا کام شروع بھی کر دیا ہے۔

"ودیا مندر جیتو سوں ، دیہو بھومی ششرن مان
دیش بھکت ساچے ہی بنہو، ودیا دھن کری دان
ودیا دان مہان ہے، تا سم دان نہ آن
ہرے غلامی دینتا، ناسے دکھ اگیان"

یہ بھکاری کی صدا ہے "داتا! مدرسے کے واسطے زمین کی بھیک دے اور تعلیم کے صدقے میں بھیک دے کر اپنے آپ کو ملک کا خادم ثابت کر تعلیم کے صدقے میں جو بھیک دی جاتی ہے، اس کا بہت بڑا درجہ ہے، اتنا بڑا کہ اس کے برابر ثواب کا کوئی کام نہیں ہے۔ اس سے غلامی، غریبی اور افلاس کا خاتمہ ہو جائے گا، دکھ اور مصیبت کا نام ونشان مٹ جائے گا اور جہالت کی تاریکی دور ہو جائے گی۔"

تعلیم کے بھکاری کی اس صدا کو کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے۔ سی۔ پی۔ کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک دور دراز دیہاتوں میں مدرسے کھولنے کے لئے زمینیں ملنے لگی ہیں۔

ان مدرسوں کے لئے لوگوں نے جو زمینیں دی تھیں، ان میں سے نمونہ ہوں کے لئے کافی زمین محکمۂ زراعت نے چن کر منظور کی تھی اس کے بعد زمین دینے والوں کے حقوق زمین کی جانچ کی گئی۔ کہیں داخل خارج کا جھگڑا تھا، کہیں پٹواریوں کے کاغذات کی درستی کا تصفیہ اور کہیں حد بندی کرنی پڑی۔ اس قسم کے جھگڑوں کو طے کرنے کے بعد ۹۲ مدرسوں کا کام پورا ہوا ہے۔ باقی [illegible] مدرسوں کا کام ابھی پورا نہیں ہو سکا ہے۔

ان ۹۲ مدرسوں میں سے ۳۰ مدرسوں کی زمین پر پچھلے ہی سال قبضہ ہو چکا تھا۔ ان زمینوں کو کارآمد بنایا گیا، کہیں باندھ باندھے گئے، کہیں پانی روکا گیا، بیلوں اور مزدوروں کے لئے مکان بنوائے گئے اور ان ۳۰ مدرسوں کی زمینوں کو جن کا مجموعی رقبہ کوئی ۳۰۰۰ ایکڑ ہوگا، زیر کاشت لایا گیا۔

اس سال فصل بھی عموماً اچھی ہے۔ محکمۂ زراعت کا اندازہ ہے کہ تمام کی تمام فصلوں سے کم سے کم ۵۲۰۰۰ کے لگ بھگ آمدنی ہوگی۔ اس میں سے مدرسوں کے استادوں کی تنخواہ، ہر مدرسے کے لئے ۲۰ روپے ماہوار کے دیگر اخراجات اور اگلے سال کی کاشت کا کل خرچ نکال کر بھی کوئی دو ہزار کی بچت ہوگی۔ اس بات کی بڑی فکر تھی کہ فصل سے دیکھئے کیا آمدنی ہوتی ہے، مگر کم سے کم ایک سال کے لئے یہ فکر دور ہو گئی ہے۔

۳۵ مدرسوں میں آبپاشی کا بھی انتظام ہے، اس لئے ان کی فصلوں کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ باقی مدرسوں کی کھیتی کے لئے بھی کچھ نہ کچھ

آب پاشی کا انتظام کرنا ہوگا تاکہ تھوڑے سے رقبے میں بھاجی، ترکاریاں اور گنّے وغیرہ کی کاشت بھی ہو سکے۔ ان فصلوں سے آمدنی کی ایک مقررہ مقدار یقینی ہو جائے گی۔

لوگوں نے مدرسوں کے لئے زمین کا انتخاب بڑے چاؤ سے کیا ہے۔ ان جگہوں کی قدرتی خوبصورتی بھی دل لبھانے والی ہے۔ کہیں ندی کا کنارہ ہے، کہیں بڑے بڑے درخت ہیں، کہیں دور دور سے پہاڑیاں نظر آتی ہیں۔ گاؤں کی تعمیر میں بھی لوگوں نے کافی امداد کی ہے۔ اس کام کے لئے چھ ہزار روپے کے لگ بھگ رقم چندوں سے اکٹھا ہوئی تھی۔ ان چیزوں کے علاوہ لوگوں نے دوسرے مختلف طریقوں سے بھی امداد کی ہے۔ آج کل فصلوں کا زمانہ ہے، جدھر دیکھئے سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ ان سبزوں کے درمیان مدرسے کی عمارت ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی ماہر مصور نے سبزے کے پس منظر (Back ground) کے ساتھ ایک نہایت عمدہ تصویر بنادی ہو۔

سورج نکلنے سے پہلے ہی ان مدرسوں میں گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں اور چاروں طرف سے بچے پڑھنے کے لئے آنے لگتے ہیں۔ کوئی دھان کے بڑے بڑے گٹھروں کے ڈھیروں پر سے کودتا ہوا آتا ہے، اور کوئی گنّے کے کھیت کے تنگ تنگ راستوں سے دوڑتا ہوا۔ اگر ہم نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا تو شاید یقین نہ آتا کہ بچے مدرسے میں اس ذوق و شوق سے دوڑتے اور بھاگتے ہوئے آسکتے ہیں۔ مدرسے اور استاد کے مکان کے درمیان میں کٹہرے سا گھرا ہوا ایک آنگن ہوتا ہے جسے ہمیشہ لیپ پوت کر صاف ستھرا رکھا جاتا ہے۔ اسی میں دو چار دس پھول کے پودے بھی لگے ہوئے ہیں اور ان کے بیچ میں جھنڈا گڑا ہوتا ہے۔ لڑکے یہاں آکر جمع ہو جاتے ہیں اور اسکول کا پروگرام شروع ہوتا ہے۔ ان نئے مدرسوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان ننھے ننھے بچوں کے معصوم چہروں سے خوشی اور مسرت جھلکتی ہے۔ وہ خوف و ہراس سے مرجھائے ہوئے نہیں ہوتے۔

ابھی اب ان لڑکوں کو پڑھنے کے لئے کتابیں نہیں ملی ہیں اس لئے کہ نئی تعلیم کے نصاب تعلیم کے مطابق کتابیں تیار نہیں ہوئی ہیں۔ اس وقت تک یہ لڑکے سب بے فکر ہیں۔ ابھی ان کا بیشتر وقت گانا گانے میں صرف ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ ٹریننگ اسکولوں میں استادوں کو تیار کرتے وقت گانا سکھانے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ «ہم ہونہار بنیں گے، سردار بنیں گے» مختلف قسم کے سبق آموز گانے بہت زور شور سے گائے جاتے ہیں۔ بہت سے مدرسے سڑکوں کے کنارے واقع ہیں، وہاں کو ان ننھے ننھے سرداروں کے گانوں کی آواز سے گاڑی کے بیلوں کے بدکنے تک کا اندیشہ رہتا ہے۔ باقی اوقات میں کھیل کود، قصے کہانی، کھیتوں میں جاکر زراعت کی عام معلومات، گنتی، حرفوں کی پہچان اور کتائی وغیرہ کا پروگرام رہتا ہے۔ استاد کے ساتھ ندی میں جاکر نہانا اور ان کے ساتھ کھیتوں میں جاکر عام معلومات حاصل کرنا بچوں کو بہت پسند ہے۔

کہیں کہیں سے شکایتیں آئی ہیں کہ بچے چنے، مونگ پھلی اور گنّے کھا جاتے ہیں۔ مگر نقصان بہت معمولی تھا اس لئے ان شکایتوں کے معاملے میں کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ رپورٹ بھی ہے کہ مدرسوں کے بچے گاؤں کے مویشیوں کو مدرسے کے کھیتوں میں نہیں گھسنے دیتے۔ اس معاملے میں وہ بہت چوکس رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً کھیتوں کے چاروں طرف کا ایک چکر بھی لگایا کرتے ہیں۔

بچوں نے کتائی کا کام بھی بڑے حوصلے سے شروع کر رکھا ہے۔ ہر بچے کو ٹین کا ایک ایک صندوق دیا گیا ہے جس میں وہ اپنا کتائی کا پورا سامان: تکلی، پیٹیا، روئی اور پونی وغیرہ نہایت ذمہ داری کے ساتھ سنبھال کر رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کو ایک ایک ڈھلواں پیڑھی بھی دی گئی ہے جس پر وہ لکھنے پڑھنے کا کام کرتے ہیں اور جب کتائی کا وقت آتا ہے تو اس کے پائے توڑ لیے جاتے ہیں۔ بچے جب ایک قطار میں بیٹھ کر کتائی کا کام کرتے ہیں تو عجیب خوش نما منظر ہوتا ہے۔ کاتتے وقت سوت ٹوٹ جاتا ہے، بچہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اسے جوڑتا ہے اور پھر کاتنے لگتا ہے، سوت ہے کہ پھر ٹوٹ جاتا ہے مگر بچہ بغیر گھبرائے نہایت اطمینان سے اسے پھر جوڑتا ہے۔ بچوں کی اس محویت اور کام کی دلچسپی کو دیکھ کر دیکھنے والے کے اوپر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جس میں بچے سے ہمدردی بھی ہوتی ہے اور اس کی تعریف اور حوصلہ افزائی بھی۔ وہ بے اختیار آبدیدہ ہو جاتا ہے۔ بچے کی یہی محویت اور استقلال اور اطمینان اس کی آئندہ زندگی کی تعمیر میں بنیاد کا کام دیں گے۔

مہینے کے آخر میں کتائی کا حساب ہوتا ہے اور اس کی ایک رپورٹ مرتب کی جاتی ہے۔ اس رپورٹ میں ہر طرح کی باتوں کی تفصیل ہوتی ہے مثلاً مدرسے میں کام کس طرح چل رہا ہے۔ حاضری کی کیا کیفیت ہے؟ وغیرہ غرض یہ رپورٹ مدرسے کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

شروع میں تو جو پونیاں کاتنے کے لئے دی گئیں وہ بہت مہنگی پڑیں اس لئے بچے کاتنا جانتے نہیں تھے، اس لئے کتائی میں گھٹ* کافی تھا۔ اب جوں جوں مدرسے کا تعلیم کا زمانہ بڑھتا جاتا ہے، گھٹ کا اوسط بھی کم ہونے لگا ہے۔ پچھلے مہینے کی جو رپورٹیں آئی ہیں، ان کے مطالعے سے کام کا جو اوسط نکالا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچہ ماہانہ قریب قریب ۵ تولے سوت کات رہا ہے۔

ان تمام مدرسوں میں طالب علموں کی کل تعداد ۳۳۰۰ ہے قریب قریب چار سو گاؤں سے طالب علم ان مدرسوں میں داخل ہوئے ہیں۔ بہت سے مدرسے ضلع کے صدر مقام سے چونکہ بہت دور واقع ہوئے ہیں، اس لئے ان کی دیکھ بھال کرنے اور ان مدرسوں کے لئے سامان وغیرہ بھجوانے میں بہت سی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ بہت سے مدرسوں میں تو اب بھی پورا پورا سامان نہیں پہنچ سکا ہے۔ ان کے لئے کچا مال مثلاً تانت، کاکڑ وغیرہ پہنچانا ہے تاکہ ان چیزوں کے نہ ہونے سے ان کا کام نہ رکنے پائے۔ برسات کے دنوں میں جب تمام نالوں میں باڑھ آجاتی ہے اس وقت وہاں تک پہنچنا دوبھر ہو جاتا ہے آگے چل کر ان مدرسوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا تاکہ ان کے کام کا دار و مدار باہر والوں پر نہ رہے۔ قریب قریب ۲۰ مدرسوں میں کپاس کی کھیتی ہوتی ہے۔ اتر کے اطراف میں بھی جہاں ممکن ہے تھوڑے تھوڑے رقبوں میں کپاس کی کاشت ہوتی ہے۔ آئندہ یہ کوشش کی جائے گی جہاں تک بنے ہر مدرسہ اپنی اپنی زمین پر کپاس کی کھیتی کرے جہاں کپاس بالکل نہیں پیدا ہوتی وہاں دیو کپاس کے جھاڑ لگائے جائیں گے تاکہ مدرسے کی ضروریات کے لئے کچا مال مدرسے ہی کی زمین پر پیدا کیا جائے۔

ان مدرسوں میں جو سوت تیار ہوتا ہے اس کی قیمت حاصل کرنا بھی ایک کٹھن کام ہے پہلے تو یہ کوشش کرنی پڑے گی کہ مدرسوں میں کم سے کم خرچ میں سوت تیار ہو سکے اور پھر اس سوت کا اس طرح استعمال کیا جائے کہ اس کی

---

* گھٹ اس وزن کو کہتے ہیں جو کاتتے وقت روئی کے خراب ہو جانے کے سبب روئی اور سوت کے وزن میں ہوتا ہے۔

پوری پوری قیمت وصول ہو جائے۔ شروع شروع میں ڈیڑھ روپے سیر پونیاں
خرید کر مدرسوں کو دی گئی تھیں۔ اب پونیوں کی فراہمی روک دی گئی ہے۔ اب
بچے خود ہی پونیاں تیار کریں گے۔ لہٰذا امید ہے کہ اس طرح سوت کی تیاری
میں کم خرچ ہوگا۔

آٹھ مدرسوں میں کارڈ بورڈ کا کام شروع کیا گیا ہے اور ۹ مدرسے ایسے
ہیں جن میں کارڈ بورڈ ہی کا حرفہ خاص ہے۔ البتہ وہاں ضمنی دستکاری کے طور
پر سوت کا کام بھی جاری کیا گیا تھا۔ لیکن ان مدرسوں سے یہ تجربہ ہوا ہے کہ
ان میں سوت ہی کا کام خاص طور پر چل نکلا ہے۔ کارڈ بورڈ سے البم، لیٹر بکس،
اسٹیشنری کیس وغیرہ بنائے جا رہے ہیں۔ ان چیزوں کی فروخت میں کچھ
مشکل پیش آئے گی۔ ان چیزوں کی مانگ شہروں میں ہو سکتی ہے مگر شہروں
میں ان کی بکوائی [illegible] اکٹھا کرنے میں دشواریاں ہوں گی۔ اس لئے کہ ان کو
شہروں میں لانے لے جانے میں ٹوٹ پھوٹ کا الگ اندیشہ رہے گا اور
کرایہ علاوہ الگ پڑے گا۔ بچوں نے بہت عمدہ اور مختلف رنگوں کی رنگین
دریاں بھی بنائی ہیں۔ ان دریوں کے لئے خریدار مل رہے ہیں اور انھیں
ماہر بیچنے میں بھی آسانی ہوگی۔

ان مدرسوں میں پڑھائی ربط کے طریقے (Correlation) پر
ہوتی ہے۔ جن استادوں میں سوچنے کی صلاحیت زیادہ ہے وہی نئے نئے
نتیجہ خیز طریقوں سے نصاب تعلیم کے مضمونوں کو دستکاری کے ساتھ ربط دے کر
پڑھاتے ہیں۔ استادوں کو ٹریننگ اسکولوں میں جو نمونے کے سبق سکھائے گئے
تھے انھی کے ماتحت پڑھائی ہو رہی ہے۔ دیہاتی بچوں کی زبان اور ان کے
ذہنی رجحانات سے باخبر ہونے میں استادوں کو کچھ دیر لگے گی۔ کہیں کہیں زبان
کی مشکلات سامنے آئی ہیں۔ اس صوبے کے سرحدی علاقوں میں بہت سی
دیہاتی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ بستر کی طرف اڑیا زبان بولی جاتی ہے۔ اتری
ضلعوں میں کہیں کہیں بندیلکھنڈی رائج ہے۔ ان کے علاوہ چھتیس گڑھی، گونڈی،
ناڑی وغیرہ زبانیں تو بولی ہی جاتی ہیں۔ جہاں تک ہو سکا یہ انتظام
کیا گیا ہے کہ استاد جس ضلعے یا علاقے کا رہنے والا ہے اسی علاقے کے مدرسے
میں اس کا تقرر کیا گیا ہے لیکن دو چار جگہیں پھر بھی ایسی رہ گئیں جہاں
یہ انتظام نہیں ہو سکا۔

گاؤوں میں جہاں جہاں مدرسے کھولے گئے ہیں، وہاں جتنے بچے مدرسے
میں آنے کے قابل ہیں، ابھی ان سب کا داخلہ نہیں ہو پایا ہے۔ بہت سے
گاؤوں میں چرائی کے لئے زمین نہ رہنے کے سبب سے لوگوں کو اپنے اپنے
مویشی بڑی احتیاط اور نگرانی کے ساتھ چرانے پڑتے ہیں۔ اس لئے بہت
سے بچے اپنے مویشی چرانے کے لئے چلے جایا کرتے ہیں۔ جن بچوں کے
ماں باپ دونوں اپنے کام پر چلے جاتے ہیں انھیں چھوٹے چھوٹے بچوں
کی نگہبانی اور دیکھ بھال کے لئے گھر ہی پر رہنا پڑتا ہے۔ مگر ان رکاوٹوں کے
باوجود مدرسوں میں داخل ہوئے بچوں کی تعداد کا اوسط ۳۶ طالب علم فی مدرسہ ہے۔

ان بنیادی مدرسوں کی کھیتی نمونے کی کھیتی ہوگی جس سے آس پاس کے
کسان بھی فائدہ اٹھا سکیں گے۔ محکمۂ زراعت کے کارکنوں نے ان مدرسوں کو
عجائب خانوں (Show Rooms) میں نمائش کے لئے اچھے
بیج اور کھادیں وغیرہ بوتلوں میں بھر بھر کر رکھ دی ہیں۔ اس کے علاوہ بچے بھی
اپنے عجائب خانوں کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں۔

تین مدرسوں میں رات کے اسکول بھی کھولے گئے ہیں جن میں کسان پڑھنے
کے لئے آتے ہیں۔ ساگر کے ایک مدرسے میں ایک پنچایتی گھر بھی کھولا گیا ہے۔
یہ پنچایت گھر کسانوں کی معاشی اور مالی حالت کے سدھار میں مدد دے گا۔

فی الحال ہر مدرسے کی نگرانی اور دیکھ ریکھ کے لئے ایک ایک مقامی کمیٹی
بنائی گئی ہے۔ اس کمیٹی کے ممبروں میں ضلعے کے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب
اور ایگریکلچرل اسسٹنٹ بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ وقتاً فوقتاً کمیٹی کے جلسوں
میں شریک ہو کر صلاح مشورے دیتے رہتے ہیں۔ اب جب ودیا مندر بل
قانون بن جائے گا تو ان مدرسوں کی دیکھ ریکھ کے لئے مستقل کمیٹیاں بن جائیں گی
اور مدرسوں کی زمینیں انھی کمیٹیوں کے سپرد کر دی جائیں گی۔ یہ کام بڑی احتیاط اور
دیکھ بھال سے ہو سکے گا اور اسی وقت پوری طرح ہو سکے گا جب ان کمیٹیوں
کے کام کی ہوشیاری اور مہارت مسلم ہو جائے گی۔ اس اسکیم کی کامیابی کے لئے
ضروری ہے کہ یہ کمیٹیاں اپنے فرائض کو محسوس کریں اور ان کی پابندی کریں۔
ان کا فرض کیا ہوگا، یہ ان کو وقتاً فوقتاً بتایا جایا کرے گا۔ اگر وہ ان بنیادی
مدرسوں کو اپنا کام سمجھ لیں اور خلوص اور صداقت سے کام کریں تو ان کی تمام
مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

دیہاتوں میں تعلیم کو پھیلانے کے لئے بنیادی مدرسوں کی اسکیم ایک
تجربے کے طور پر چلائی گئی ہے۔ اس اسکیم کے ہر پہلو کو جانچنا اور
تولنا ہوگا۔ اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے ایک ایک
جزو کی کارروائی کی رپورٹ مرتب کی جائے تاکہ آگے چل کر ہم اس
تجربے کی پوری پوری تفصیل عوام کے سامنے پیش کر سکیں۔

یہ کام بڑی بڑی امیدوں کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ دیہات
کے بسنے والے بھی اس اسکیم سے بڑی بڑی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ شروع
شروع میں جو چند مشکلات سامنے آئی تھیں ان میں سے بیشتر دور
ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ بھی جو مشکلیں پیش آئیں گی وہ بھی دور
ہو جائیں گی اور دیہات کے بدنصیب لوگوں کی نجات کا کوئی رستہ
نکل آئے گا۔

شری نری تیندر ناتھ شیل،
افسر بنیادی مدارس،
(سی۔ پی و برار)

اُستادوں کی تیاری

ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ وردھا کے مشقی کاموں کے حالات

وردھا ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے استاد ۲ گھنٹے ۳۰ منٹ تک کتائی کا کام
کرتے ہیں۔ باقی اوقات میں لکچر سننا، بحث مباحثہ، تجربے کے کام اور کتابوں
کی تصنیف کا کام ہوتا ہے۔
سب سے زیادہ اہم کام مشقی حلقے (Seminar) میں ہوتا ہے۔

اس مشق حلقے کے کاموں کے پیچھے مندرجہ ذیل تین خاص مقاصد ہیں۔
(۱) بنیادی تعلیم کے نصاب تعلیم کی تفصیل مشق کرنا۔
(۲) بنیادی تعلیم کی اسکیم کے مطابق تعلیم دینے والے استادوں کے لئے امدادی کتب کی تیاری۔
(۳) بنیادی تعلیم کی اسکیم کے مطابق تعلیم پانے والے بچوں کے لئے ریڈریں تیار کرنا۔

ان مقاصد کی تکمیل کی خاطر نصاب تعلیم کے مضامین کے مطابق انسٹیٹیوٹ کے استادوں کی ٹولیاں بنادی گئی ہیں۔ ان میں سے ہر ٹولی ایک ایک استاد (وہ استاد جو استادوں کو تعلیم دیتے ہیں) کے ماتحت کام کرتی ہے۔ ان کے کام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ہر ٹولی پہلے تین جماعتوں کے لئے نمونے کے سبق تیار کر رہی ہے اور بچوں کے لئے ریڈریں بنا رہی ہے۔ بچوں کے لئے بالعموم قومی زبان ہی میں ریڈریں تیار ہوں گی دوسرے مضامین کے متعلق جو ریڈریں ہوں گی وہ امدادی کتب (Supplementary Books) کی حیثیت رکھیں گی۔ مادری زبان کی مشق کے لئے ایسی تصویریں، تختے (اور جن بھی درجہ میں لگائے جاسکیں) تیار کئے جارہے ہیں۔

استادوں کے لئے (خصوصاً ان استادوں کے لئے جو ابتدائی درجوں کو پڑھاتے ہیں) امدادی کتابیں بنائی جارہی ہیں۔ یہ کتابیں بالعموم سماج کے علم کی مشق، عام سائنس اور ریاضی کے مضامین پر مشتمل ہوں گی۔

ان امدادی کتابوں کے علاوہ ایک اور نہایت اہم کتاب تعلیم کے طریقے اور مدرسے کے انتظام وغیرہ کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے لئے لکھی جارہی ہے۔

اس کتاب میں زیادہ تر نیچے لکھے ہوئے مسائل پر سوچ بچار کیا جائے گا:۔

(۱) ربط کا اصول
(۲) دوسرے مضامین کا بنیادی دستکاری، سماج کے علم اور عام سائنس کے ساتھ تعلق۔
(۳) ربط کا سیدھا اور آسان طریقہ اور پڑھاتے وقت ربط و تعلق پیدا کرنے کے جو تصورات اور طریقے ذہن میں آئیں ان کا مناسب اور مفید استعمال۔
(۴) مدرسے کے باہر درس کے طریقے، تعلیمی سیر و سیاحت، سماجی کام اور جلسے اور تقریبیں، مدرسے کی انجمنیں۔ مدرسے کے کاموں کی تنظیم اور ان کا طریقۂ کار۔
(۵) کھیل اور ڈرل کی فہرست، تفریح کے ذرائع۔
(۶) پہلے چار درجوں کے لائق ایک ڈکشنری تیار کی جارہی ہے۔

(۳) ہر ٹولی کا اگوا اپنی ٹولی کے ممبروں کو کام بانٹ دیتا ہے اور مقررہ وقت پر جو کچھ کام ہوا ہوتا ہے اسے لے کر ات (استادوں کو پڑھانے والا استاد) کے سپرد کر دیتا ہے۔ استاد ان کو جانچتا ہے، ہر طالب علم کو مناسب مشورے دیتا ہے اور آخر میں ان سب کاموں کو یکجا کر کے کتاب کی شکل دے دیتا ہے۔
(۴) تمام ٹولیاں وقتاً فوقتاً کسی مسئلے پر بحث و مباحثے کے لئے ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔ بحث مباحثہ ہوتا ہے اور اس کے بعد جو فیصلہ ہوتا ہے اس کے مطابق کام کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔
(۵) دوسرے صوبوں میں بھی بنیادی تعلیم کا تجربہ کیا جارہا ہے ان تجربوں سے باخبر ہونے کے لئے ان اداروں سے خط کتابت کی بھی تجویز کی گئی ہے۔
(۶) بنیادی تعلیم کے نصاب میں جو مضمون رکھے گئے ہیں، ان کی پوری پوری معلومات کے لئے ہر مضمون کے متعلق جامع کتابوں کی الگ الگ فہرستیں تیار کی جارہی ہیں جو کتب حوالہ (Reference Books) کا کام دیں گی۔
(۷) ہر درجے کے بچوں کے لئے گیت لکھے جارہے ہیں اور جو گیت پہلے سے موجود ہیں، ان میں سے انتخاب کیا جارہا ہے۔ یہ اس لئے کہ درجوں میں اور دوسری تقریبوں کے موقعوں پر ان سے مناسب کام لیا جاسکے۔
(۸) بچوں کے ذہن میں پرانے زمانوں اور ملکوں کا تصور پیدا کرنے کے لئے تصویریں اور چارٹ تیار کئے جارہے ہیں۔
(۹) ضلع وردھا میں بنیادی تعلیم کا تجربہ ڈسٹرکٹ کاؤنسل کے مدرسوں میں کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں یہ دیکھنے کے لئے کہ اس تجربے میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے اور پرانے طریقۂ تعلیم کے مطابق تعلیم پائے ہوئے اور بنیادی تعلیم کے مطابق پڑھے ہوئے بچوں میں عام معلومات کے لحاظ سے کیا فرق ہے، ان مدرسوں کے معائنے کی بھی تجویز کی گئی ہے۔ یہ کام ہندی، اردو اور مرہٹی تینوں زبانوں میں کیا جارہا ہے۔

پہلے درجے کے لئے تو کتابیں تیار ہو چکی ہیں اور امید ہے کہ دوسرے درجے کی کتابیں مارچ کے دوسرے ہفتے تک تیار ہو جائیں گی اور جو وقت بچے گا اس میں تیسرے درجے کی کتابیں بھی تیار کر لی جائیں گی۔

اگر کام کی یہی رفتار رہی تو امید ہے کہ استاد بنیادی تعلیم کی اسکیم کا صحیح تصور قائم کر سکیں گے اور ان کی بہت سی مشکلوں کا بھی حل نکل آئے گا۔

ای۔ ڈبلیو۔ ڈیکلن،
استاد ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ،
وردھا۔

گتے کے کام سے مضامین کا ربط

ہم اپنے اس مضمون کے ذریعے ربط کی ان صورتوں کو بیان کریں گے جو تعلیمی مرکز نمبرا جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ابتدائی چہارم کو گتے کا کام کرانے کے سلسلے میں پیش آئی ہیں۔ طلبہ نے گتے سے مختلف چیزوں کو بنانے کے لئے جہاں اور مختلف چیزیں خریدیں وہاں گتے اور کاغذ بھی خریدے۔ لہٰذا سب سے پہلے ان کو گتے اور کاغذ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہوئی۔ زبانی بات چیت میں اول تو یہ بتایا گیا کہ ہندوستان میں کہاں کہاں کاغذ اور گتا بنتا ہے اور پھر یہ بتایا گیا کہ یہ دونوں چیزیں سب سے پہلے کس ملک میں بننی شروع ہوئیں اور اس طرح کاغذ کے دو سبقوں سے آغاز کیا گیا پہلا سبق ایک

مختصر سا خاکہ تھا اور دوسرے سبق میں کاغذ کے متعلق ذرا تفصیل سے بتایا گیا۔ پہلا سبق مختلف ریڈروں سے انتخاب کئے گئے اور ان کو چھپوا کر لڑکوں کو پڑھنے کے لئے دیا گیا تھا۔ یہ پڑھائی کا سب سے پہلا مواد تھا۔ ان دونوں سبقوں میں اس قدر مواد تھا کہ ایک ماہ تک پڑھائی کا کام بخوبی ہوتا رہا۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ پڑھائی کا مواد جمع کرنے کے لئے صوبوں کی ریڈروں سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہر ایک ریڈر میں کچھ نہ کچھ مواد مل سکے گا صرف ضرورت اس کی ہوگی کہ ان کو موضوع کے ساتھ ربط دے کر پڑھایا جائے۔ ہماری بہت سی دقتیں اس طرح حل ہو جائیں گی۔

کاغذ کے سبق میں جن جن عنوانات کو شامل کیا جا سکتا تھا شامل کیا گیا اور اس طرح استاد کے لئے دونوں سبقوں کے آخر میں سہولت کے خیال سے چند ہدایات لکھ دی گئیں۔ ان دونوں سبقوں کو پیش کرنے کے بعد چین اور مصر کی ابتدائی اور موجودہ اور گوتم بدھ کی زندگی کا حال چینیوں کے مذاہب کے سلسلے میں پیش کرنا قدرتی طور پر لازم تھا جو چوتھی جماعت کے نصاب میں شامل تھا۔ انھیں دونوں سبقوں میں طلباء نے پڑھا کہ ہندوستان میں کہاں کہاں ملوں سے کاغذ بنتا ہے اور کہاں ہاتھ سے اور جن شہروں میں کاغذ بنتا ہے ان کی دوسری خصوصیات کیا ہیں؟

کاغذ کن کن چیزوں سے بنتا ہے؟ وہ چیزیں ہندوستان میں کس کس جگہ پیدا ہوتی ہیں؟ ان کی پیداوار کن کن صوبوں میں ہوتی ہے؟ وہاں کی آب و ہوا کیسی ہے؟ آب و ہوا کا اثر پیداوار پر کیا پڑتا ہے؟ آب و ہوا کے دوسرے اثرات کیا ہیں؟ یہ لوگوں کے رہن سہن میں کیا تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں؟ ہندوستان میں اور کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور کہاں کہاں پیدا ہوتی ہیں؟ ان میں سے کتنا حصہ ہندوستان میں رہتا ہے کتنا باہر جاتا ہے؟ ذرائع آمد و رفت کیا ہیں؟ حمل و نقل کی سہولت سے ملک کی ترقی پر کیا اثر پڑتا ہے؟ وغیرہ باتیں اس سلسلے میں پیش کی گئیں۔ ان پر اسباق چھپوائے گئے اور طلبہ کو پڑھنے کے لئے دیے گئے۔ اسی سلسلے میں طلبہ کو بتایا گیا کہ کاغذ کی تمام ضروریات ہندوستان کے کاغذ کے ملوں سے پوری نہیں ہوتیں بلکہ بہت زیادہ کاغذ انگلستان، ناروے، جاپان، امریکہ وغیرہ سے آتا ہے۔ اس سلسلے میں ہندوستان کی مشہور بندرگاہوں کا حال لڑکوں نے پڑھا۔ ان کو بتایا گیا کہ ہندوستان کے ساحل کیوں اچھے بندرگاہوں کے لئے موزوں نہیں ہیں؟

بچوں نے کاغذ کے سبق میں کاغذ سے مختلف چیزوں کو بنانے کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں منجملہ اور چیزوں کے انھوں نے کاغذ سے پھول بنانے کا حال بھی پڑھا تھا اسی لئے وہ ایسے کارخانوں کو دیکھنے کے لئے شہر میں گئے تھے جہاں کاغذ کے پھول اور گتے کے بکس بنائے جاتے ہیں۔ بچوں نے ان کارخانوں کے علاوہ اور مختلف صنعتوں کے کارخانوں اور ان میں کام کرنے والوں کی زندگیوں کا مشاہدہ بھی کیا تھا۔ اسی تعلیمی سیر کے سلسلے میں بچوں نے اور بہت سی باتوں کا مشاہدہ کیا جن کو استاد نے پیش نظر نہیں رکھا تھا مثلاً خراب اور تنگ سڑکیں، گرد و غبار اور کارخانوں میں حفظان صحت کے عام اصولوں سے عدم واقفیت وغیرہ۔ اس لئے بچوں نے ان مسائل کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں میونسپلٹی کا ذکر بھی ہوا۔ اس کے کاموں پر مفصل گفتگو بھی کی گئی۔ بچوں نے پولیس اور اس کے فرائض، میونسپلٹی اور اس کے کام پر دو دلچسپ مضامین پڑھے جو ان کے نصاب میں داخل تھے میونسپلٹی کے کاموں کا جب تذکرہ ہوا تو مختلف بیماریوں کے انسداد کے سلسلے میں جنرل سائنس کا مجوزہ نصاب جو اس جماعت کے لئے تھا بہت کچھ پورا کیا گیا یعنی مختلف بیماریاں اور ان کو دور کرنے اور ان سے بچنے کے طریقے صفائی کی اہمیت کی دوسری باتیں۔ عملی کام کے سلسلے میں ماڈلنگ، پیڈ اور البم بنانا سکھایا۔

اس جماعت میں اوقات کی تقسیم اس طرح تھی۔ تیس تیس منٹ کے دو گھنٹے عملی کام کے لئے رکھے گئے تھے جن میں بچے گتے کی مختلف چیزیں بناتے تھے۔ اس کے بعد تیس تیس منٹ کے دو گھنٹے اردو زبان کے لئے رکھے گئے تھے اس مدرسے میں چونکہ دینیات اور انگریزی کی تعلیم دینا بھی ضروری ہے اس لئے ان کے لئے بھی تیس تیس منٹ کے تین گھنٹے رکھے گئے اور تیس تیس منٹ کے تین گھنٹے حساب اور عام سائنس کے لئے بنیادی تعلیم کے نصاب کے مطابق رکھے گئے۔ وقت کی یہ تقسیم بنیادی تعلیم کے نظام اوقات کے مطابق نہیں ہے لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ شروع شروع میں عملی کام کے لئے بنیادی تعلیم کے نصاب کے مطابق وقت دینا مناسب نہ ہوگا۔ گھنٹہ یا سوا گھنٹہ کافی ہے۔ کچھ تو اس خیال سے کہ شروع شروع میں زیادہ وقت دینے سے سارے وقت کا استعمال نہ ہونے کا اندیشہ ہے اس کے علاوہ بچے عادی نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ دل برداشتہ ہو جائیں لیکن جوں جوں بچے عملی کام میں دلچسپی اور شوق کا اظہار کرتے جائیں عملی کام کا وقت بڑھاتے جانے چاہئے۔ اگر آگے کے سالوں میں عملی کام زیادہ لیا گیا تو دلچسپی، شوق اور مہارت کی وجہ سے کام بھی ہوگا اچھا اور ستھرا ہوگا اور جو سامان بنے گا زیادہ اور معیاری ہوگا۔ اس جماعت میں نو سال سے گیارہ سال تک کے بچے ہیں جو ایک گھنٹے تک تو نہایت دلچسپی سے کام کرتے تھے لیکن اس کے بعد اکثر طلبہ کی دلچسپی باقی نہیں رہتی تھی۔ زبان، سماج کا علم، عام سائنس اور حساب کے لئے جتنا وقت ہم نے مقرر کیا کافی تھا۔ اس قسم کے تجربوں کے بعد بنیادی تعلیم کے مجوزہ نظام اوقات میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

سید احمد علی،
نگران تعلیمی مرکز ۱،
جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں — مطبوعہ جید برقی پریس — مدیر: آشا دیوی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۴۴۴

ہندوستانی تعلیمی سنگھ کا خاص پرچہ

جلد ۲ نمبر ۳	دہلی - مارچ سنہ ۱۹۴۰ء	قیمت سالانہ عہ
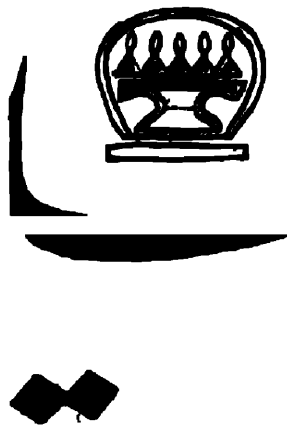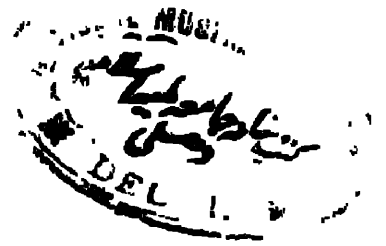
بہار میں بنیادی تعلیم کا تجربہ

(حصہ اوّل)

ہمارے یہاں بنیادی تعلیم کا تجربہ ضلع چمپارن کے ایک چھوٹے سے دیہاتی علاقے میں ہو رہا ہے جس رقبے میں یہ تجربہ کیا جا رہا ہے' وہ تقریباً ۱۲ میل لمبا اور ۸ میل چوڑا ہے۔ یہ رقبہ بالکل دیہاتی علاقے پر مشتمل ہے سب سے نزدیک کا شہر بتیا کے حلقے سے ۷ میل دور ہے۔ بہار کا صوبہ ایک تو یوں ہی ہر حیثیت کر سب سے پیچھے ہے' اس پر بھی ہمارے تجربہ کا رقبہ صوبے کے دوسرے علاقوں سے پیچھے ہے۔ یہاں تعلیم کا چرچا بہت کم ہے۔ اس تجربے کو شروع کرنے سے پہلے ۱۰۰ مربع میل کے علاقے میں لے دے کر ایک مڈل اسکول تھا' ایک اپر پرائمری اسکول یہاں کے رہنے والے بیشتر غریب لوگ ہیں جن میں کچھ تو کسان ہیں اور بیشتر مزدور۔ ہریجنوں کی تعداد بہت بڑی ہے۔ کچھ مسلمان لوگ ہیں اور کچھ اونچی ذاتوں کے ہندو۔ زمین زرخیز ہے مگر لوگ غریب ہیں۔ لوگوں کے گھر عموماً پھونس کے جھونپڑے اور چھپر ہیں۔ کھانا کپڑا بھی مشکل سے ملتا ہے۔ برسات کے زمانے میں چاروں طرف پانی ہی پانی ہوتا ہے اور سڑکوں کی حالت تو اتنی خراب ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ علاقہ اور اس کی حالت جہاں گزشتہ اپریل اور مئی میں جب گاندھی سیوا سنگھ کا سالانہ اجلاس ہوا تھا تو ۲۵ مدرسے کھولے گئے تھے۔ ابھی تک مدرسوں کا صرف پہلا درجہ کھولا گیا ہے۔ ہر سال ایک ایک درجہ آگے کو کھلتا جائے گا اور اس طرح ۷ برس میں یہ مدرسے پورے طور پر بنیادی مدرسے ہو جائیں گے۔ ۱۹۴۵ء میں یہ سلسلہ پورا ہو جائے گا اور امید کی جاتی ہے کہ ۱۹۴۶ء میں بنیادی تعلیم کے سات سالہ نصاب کو پورا کرنے کے بعد بنیادی تعلیم کے مطابق پڑھائے ہوئے لڑکوں کا پہلا گروہ نکلے گا۔ پرانے مدرسوں کے پہلے درجے بھی ابھی ۲۵ اسکولوں کے پہلے درجوں سے ملا دئے گئے ہیں۔ جس طرح ہر سال بنیادی تعلیم کے درجے بڑھتے جائیں گے ان پرانے اسکولوں کے درجے بھی بدل بدل کر بنیادی تعلیمی درجے ہوتے جائیں گے۔ اس طرح تین سال میں اس علاقے کے سات سرکاری لوئر پرائمری اسکول پاس کے بنیادی اسکول میں شامل ہوتے جائیں گے' اپر پرائمری اسکول ۵ سال میں اور مڈل اسکول ۷ سال میں بنیادی مدرسوں سے مل جائیں گے۔

اب میں مختصر طور پر ان ۲۵ مدرسوں کے متعلق چند ضروری باتیں لکھوں گا مثلاً ان کی زمین' مکانات اور سامان تعلیم' استادوں کی قابلیت اور ان کی تنخواہ' پرانے مدرسوں کے استادوں کا استعمال' اور ان مدرسوں کی بنائی ہوئی چیزیں اور ان کی نکاسی۔

مدرسوں کے لئے زمین مفت حاصل ہو گئی ہے' قریب قریب ہر مدرسے کے لئے ایک بیگھ زمین۔ یہ زمینیں عموماً گاؤں کے باہر ہیں اور مدرسے کی وسعت کے لئے ان میں گنجائش ہے۔ ہمارے صوبے میں پرائمری مدرسوں کی عمارتیں عموماً دو طرح کی ہوتی ہیں —— ایک تو ان مدرسوں کی عمارتیں جو گاؤں والوں کے چندے اور کوشش

سے کھوسے جاتے ہیں۔ یہ عمارتیں موٹا پھوس کے جھونپڑے ہوتے ہیں جن میں صرف طلبار کے بیٹھنے کو جگہ مل جاتی ہے اور بس۔ دوسرے قسم کی عمارتیں ڈسٹرکٹ بورڈ کے مدرسوں کی ہوتی ہیں یہ یا تو بالکل پختہ ہوتی ہیں' یا دیواریں اینٹوں کی ہوتی ہیں اور ان کے اوپر کھپریل ہوتی ہے۔ ان عمارتوں کی تیاری میں تخمیناً ہزار دو ہزار روپے صرف ہوتے ہیں نئی تعلیم کے مدرسوں کی عمارتیں بنانے میں یہ خیال ملحوظ رکھا گیا ہے کہ یہ اسکیم سادی' اور عوام کے لئے مفت اور جبری تعلیم کی اسکیم ہے۔ اسے کام میں لانے کے لئے موجودہ نمونے کے ر۔ ڈ کے مدرسے یا ل۔ ڈبلیو' ڈی کی عمارتیں بنانا ہمارے بس سے باہر ہوگا۔ لیکن ان عمارتوں کے دیہاتی ڈھنگ سے بنے ہونے کے باوجود یہ التزام ضرور رکھا گیا ہے کہ وہ ہوادار ہوں' وسیع ہوں روشن ہوں' اور ایسے ہوں جنھیں آسانی سے صاف ستھرا رکھا جا سکے۔ اسی قسم کے مکانوں سے امید ہے کہ وہ دیہاتوں کے دیسی سامان سے بنے ہوئے مکانوں اور دیہات کے رہنے والے کی ان کے معاشی حالات کے مطابق نمونے کا کام کر سکتے ہیں اور انھیں آمادہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں ہوا' روشنی کا انتظام کر کے انھیں صاف ستھرا رکھیں۔ اسی خیال کے ماتحت بہار کے بیسک ایجوکیشن بورڈ نے تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ مدرسوں کی عمارتوں کی تعمیر کا کام بھی شروع کیا ہے۔ طے یہ ہوا ہے کہ پہلے سال جب کہ صرف ایک درجہ کھولا جائے گا' مدرسے کے لئے ایک کمرہ (۶۰۰ مربع فیٹ) کا اور ایک اسٹور روم (۳۰۰ مربع فیٹ کا) بنوایا جائے اور اس سے ملا ہوا استاد کے رہنے کے لئے ایک مکان ہو جس میں ایک سونے کا کمرہ ہو' ایک باورچیخانہ اور ایک مختصر سا صحن ہو۔ اس مکان کا کل رقبہ بھی ۳۰۰ مربع فٹ ہو۔ ان سب کی دیواریں سرکنڈے کی ہوں اور ان میں کافی تعداد میں جافری دار کھڑکیاں ہوں۔ انھیں بانس کے کھمبوں کے سہارے کھڑا کیا جائے اور ان پر مٹی کے گارے کا پلستر کر کے چونے سے پوت دیا جائے۔ چھت بھی پھوس کی ہو جو کاٹھ کی منڈیر پر اور بیچ بیچ میں کاٹھ کے کھمبے لگا کر اٹھائی جائے۔ گھر کے اندر کا فرش ہو تو کچا مگر اُسے خوب کوٹ کر مضبوط کر لیا جائے اور پھر اس پر گوبر اور مٹی سے پلستر کیا جائے اور خوب سوکھنے دیا جائے۔ دروازوں میں کواڑ بھی بانس کی کھپچیوں سے بنائی جائیں اور بند کرنے کے لئے ان میں لوہے کی سانکلیں لگا دی جائیں۔ ایک درجے کے لئے اس طرح پر جو مکان بنایا جائے گا اس پر صرف کا اندازہ تخمیناً مالـــه کیا گیا۔ اگر ان مکانوں کی تعمیر میں گاؤں والوں سے مدد لی جاتی بلکہ ان کی تعمیر کا کام انھی پر چھوڑ دیا جاتا تو ممکن تھا کہ ہر مکان مالـــه کے اندر ہی اندر تیار ہو جاتا' مگر مقامی کام کرنے والے گاندھی سیوا سنگھ کے اجلاس کے سلسلے میں معروف ہو گئے اور

چونکہ وقت کم تھا اس لئے ٹھیکیداروں کے ذریعے کام لیا گیا اور اس وجہ سے تمام نئی مدرسہ سے بھی اوپر اوپر صرف ہوگیا مکان مقررۂ وقت پر تیار ہو گئے اور مدرسے کھل گئے۔ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ سرکنڈے کی دیواریں کمزور ہوتی ہیں اور گرمی کے زمانے میں گاؤں میں جب آگ لگ جایا کرتی ہے تو اسکول کو بھی ہر وقت یہی خطرہ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ دیہاتوں میں وبا پھیلنے کے وقت جہاں یہ فائدہ ہے کہ گاؤں سے باہر رہنے کی وجہ سے یہ مدرسے محفوظ رہتے ہیں' وہاں یہ نقصان بھی ہے کہ برسات کے زمانے میں تمام کھیتوں کے پانی کے اکٹھا ہو جانے کے سبب سے مدرسوں کے صحن گیلے ہو جاتے ہیں اور پڑھائی اور کتائی وغیرہ کے کام کے نہیں رہتے ان اسباب کی بنا پر مکان کے معاملے میں اگلے سال بھی ایک تجربہ کیا جانے والا ہے۔ دیواریں سرکنڈے کے بجائے بانس کے پھٹوں کی ہوں گی اور ان کو سہارا دینے کے لئے کھمبے کاٹھ کے ہوں گے' چھت کھپریل ہوگی۔ مکان کی کرسی اور صحن زمین کی سطح سے کم سے کم ۳ فٹ اونچی کر دی جائے گی اور کواڑ کاٹھ کے پٹوں کے ہوں گے۔ ہر اسکول کے احاطے میں کھائی دار پاخانوں کے لئے ایک ایک چھتری بھی رہے گی جسے برسات کے موسم میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جا سکے' یہ چھتری لوہے کے کھمبوں پر کرگٹ کی چادروں سے بنائی جائیگی پھر ہر چھتری کے ساتھ خشک مٹی رکھنے کے لئے ایک ایک کوٹھری بھی ہوگی۔ اس نمونہ کا ایک مکان بنایا گیا ہے جسے دیکھ کر یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس طرز کے ہر مکان پر تخمیناً ٹھا روپے کا خرچ بیٹھے گا۔ پرانے حساب سے پورے سات درجوں کے ایک مدرسے کی عمارت کے لئے جس میں دستکاری گھر اور استادوں کے رہنے کے مکانات بھی شامل تھے تقریباً دو ہزار روپئے آتا تھا' نئے حساب سے کوئی آٹھ ہزار روپئے ہوگا اس تخمینے میں ہر مدرسے کے لئے پانی کی فراہمی اور نہانے کے لئے ایک ایک ٹیوب ویل کا خرچ بھی شامل ہے۔

فرنیچر کے طور پر ہر مدرسے میں مندرجہ ذیل سامان فراہم کیا گیا ہے۔ لڑکوں کے بیٹھنے کے لئے بڑے (چھوٹی چوکیاں' مڑنے والی میزیں (جنھیں دستکاری کے کام کے وقت بند کر دیا جاتا ہے اور لکھنے پڑھنے کے وقت کھول لیا جاتا ہے) گتے کے سیاہ تختے' سامان رکھنے کے لئے الماریاں اور استادوں کے بیٹھنے کے لئے کمبل اور لکھنے پڑھنے کے لئے چھوٹی میزیں۔ ان کے علاوہ ہر مدرسے میں ایک ایک گھڑی بھی ہے۔ پڑھنے پڑھانے کے لئے ایک ایک کتب خانہ بھی فراہم کیا گیا ہے جن میں استادوں کی مدد کے لئے عام سائنس' سماج کے علم' تعلیمات' گھریلو صنعتوں اور معاشیات پر کتابیں بھی

ہیں۔ دوسرے ممالک کے لوگوں کی معاشرت کے متعلق مثلاً
ان کے لباس، مکان، کے نقشے اور چارٹ فراہم کئے
جا رہے ہیں۔ ان سامانوں کی فراہمی کے لئے سات
سال تک جب تک پورے ساتوں درجے نہیں کھل
جاتے، سرکار کی طرف سے [illegible] سالانہ کی منظوری
ہوئی ہے۔ دستکاری کے سامان۔ تکلی، پرتیا، کمان
تانت، چرخہ، کھڑی، کرال، بہنیا، وغیرہ کے لئے پہلے
درجے کے لئے مبلغ [illegible] فی مدرسہ کا صرفہ آیا ہے،
اس طرح کل پہلے درجے کے لئے فی مدرسہ مبلغ ۴۰۰
روپئے خرچ ہوتے ہیں آگے جو پہلے درجے کھلیں گے
ان کے صرفہ کا حساب اس طرح ہے :۔

دوسرے سال میں ۴۰۰، تیسرے میں [illegible]
(اس لئے کہ تکلی کی جگہ چرخہ استعمال ہوگا) پانچویں میں
۵۰۰ چھٹے میں [illegible]، ساتویں میں [illegible]
کل تقریباً ۵۳۲۵ کا خرچ۔ مگر جن مدرسوں میں چھٹے اور
ساتویں درجے میں بنیادی حرفہ کھیتی رکھا جائے گا ان
میں ۱۵۰۰ زیادہ خرچ آئے گا۔ اس طرح پورے
مدرسے کے خرچ کے لئے مع مکان اور سامان کے
[illegible] روپے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اگر مدرسے کی عمارت
پختہ بنتی تجویز ہوئی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے تو پورے
مدرسے کے لئے سات برس کا خرچ ۵۲۵۰ معمولی
مدرسوں پر، اور ۶۷۹۰ کھیتی کے حرفے والے مدرسوں
پر ہوگا۔ یہ واضح رہے کہ اس تخمینے میں زمین کی قیمت
شامل نہیں ہے۔ اس لئے کہ زمین یا تو مفت مل گئی ہے
یا مفت مل جائے گی امید ہے۔ اگر زمین کی قیمت ادا کرنی
پڑی تو معمولی مدرسوں کا خرچ کوئی ۵۰۰۰ ہوگا اور کھیتی
کے حرفے والے مدرسوں پر تقریباً [illegible] زیادہ خرچ
آئے گا (ملاحظہ ہو نقشہ (۲))

اب اس تجربہ میں کام کرنے والے استادوں کی
قابلیت، ان کی تنخواہ اور ان استادوں کے متعلق جو اس
بنیادی تعلیم کے تجربے سے پہلے وہاں کام کرتے تھے۔
کچھ عرض کرتا ہے، ہم نے اپنی جگہ پر یہ فیصلہ کر لیا ہے
کہ یہ اسکیم بغیر قابل اور اس اسکیم سے عقیدت رکھنے والے
استادوں کے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی خیال کے ماتحت
ٹریننگ کے لئے ہم صرف ان لوگوں کو لیتے ہیں جن کی
ذہنی صلاحیت کم سے کم میٹرک پاس لوگوں کے برابر ہو،
جنھیں اس اسکیم اور دیہاتی زندگی اور دیہاتی صنعت
کے احیاء و ترقی پر یقین ہو، اور جن کا پہلے ہی سے گاؤں
سدھار کے کاموں کی طرف جھکاؤ رہا ہو۔ اس کے علاوہ
جو لوگ پہلے سے پڑھانے میں کچھ تجربہ رکھتے ہیں اور
شوق بھی رکھتے ہیں ان کے ٹریننگ اسکولوں میں داخل
ہونے کا زیادہ امکان رہتا ہے۔ ابھی تک ہمارے
مدرسوں کے درجہ اول کے استادوں کی تنخواہ کا اوسط
[illegible] ماہوار ہے۔ اس تنخواہ پر ہمیں امید نہیں ہے کہ اس
اسکیم کا تجربہ کرنے کے لئے ہمیں ایسے استاد مل جائیں گے
جو قابل بھی ہوں اور دل لگا کر کام کرنے والے ہوں۔ اس
لئے اس تجربہ میں ہم ذاکر حسین کمیٹی کی سفارش کے
مطابق ہر استاد کی تنخواہ مبلغ [illegible] ماہوار رکھتے ہیں
سرکار میں ہم نے جو اسکیم پیش کی ہے اس میں یہ مطالبہ
کیا ہے کہ آخری تین سال میں ان استادوں کی تنخواہ
جن سے اس سات سال میں چار برس تک مسلسل خدمت
لی جا چکی ہے، [illegible] ماہوار کر دی جائے۔ یعنی ان
سات برسوں میں استادوں کی تنخواہ پہلے چار سال
تک [illegible] رہے اور آخری تین سال تک [illegible]
ماہوار کے حساب سے دی جائے۔ پھٹکل خرچ کے
لئے ہنگامی ضروریات کے طور پر ہر مدرسے کو [illegible]
سالانہ ملیں گے۔ اس کے علاوہ روئی، کپاس، بیج وغیرہ
جیسے چلتے اخراجات کے لئے بھی گنجائش رکھی گئی ہے
جس میں زمین کا لگان، گھر کی مرمت وغیرہ بھی شامل ہوگی
ذاکر حسین کمیٹی میں لڑکوں کی تیار کی ہوئی اشیاء کے
نقشے اگر ٹھیک ٹھیک اتر جائیں تو ان مدرسوں میں
ہر لڑکے کے اوپر جو خرچ آئے گا وہ پہلے برس
جس میں ایک ہی درجہ کھلے گا، [illegible] سالانہ ہوگا اور جب
پورے سات درجے کھل جائیں گے اس وقت [illegible]
سالانہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو نقشہ ب) بہار میں موجودہ
جو مدرسے چل رہے ہیں، ان میں پانچ سال کی تعلیم والے
پرائمری مدرسوں میں ایک لڑکے پر [illegible] سالانہ خرچ
آتا ہے، اور سات تعلیم والے مڈل اسکولوں میں
[illegible] اور مڈل انگلش اسکولوں میں [illegible]۔ نئی
تعلیم میں پرانے مدرسوں کے استادوں کے استعمال
کا مسئلہ زیر غور ہے۔ ان میں سے کامیاب اور ہوشیار
وہی سمجھے جائیں گے جن کے متعلق یقین ہو جائے
کہ اگر نئی اسکیم کو عمل میں لانے کا کام سونپا گیا تو ان کے
ذہن کی نشو و نما ہو سکے گی اور یہ کہ وہ خود بھی پہلے
سے اس اسکیم کی حمایت میں حوصلہ رکھتے ہوں ان
شرائط کے ساتھ ان سے کچھ دنوں کے لئے ٹریننگ
اسکول میں دستکاری اور ربط کی مشق کرائی جائے گی
نگران استادوں کے معاملہ پر ابھی غور کرنا باقی ہے
جو اسکیم کے لئے نااہل ثابت ہوں گے۔ اس صورت
میں جب کہ تجربہ ابھی ایک چھوٹے مرکز میں ہو رہا ہے
بہار سرکار نے چمپارن کے ڈسٹرکٹ بورڈ سے اس
بات کی سفارش کی ہے کہ وہ استادوں کو مرکز کے
باہر جتنے ابتدائی مدارس ہیں ان میں بھیج دے۔
ان مدارس کی نگرانی کے لئے ایک ناظم اور دو نگراں
مقرر کئے گئے ہیں۔ مدرسوں کی عمارتوں کو اچھی حالت
میں رکھنے سامان کی نگرانی کا مال خریدنے مدرسوں کو

بہم پہنچانے اور مال مصنوعہ کو فراہم کرکے فروخت کرنے وغیرہ کا اختیار ناظم کو ہے اور نگراں کا فرض یہ دیکھنا ہوگا آیا اسے دستور کے مطابق تعلیمی کاروبار کے طریقے رو بہ ترقی ہیں یا نہیں دونوں نگراں حرفہ اور ربط کی تعلیم چھ ماہ پٹنہ ٹریننگ اسکول اور تین ہفتے وردھا میں لے چکے ہیں اور آئندہ سال کے لئے پھر اس کا انتظام کیا جا رہا ہے کہ اس ٹریننگ اسکول میں باری باری سے تین تین ماہ کے لئے بلاکر رکھا جائے تاکہ وہ تازہ ترین اور منتقل ہونے والی ترقی سے ہوشیار رہیں۔

بہار چرخہ سنگھ کے پرجوش اور قابل ناظم جناب لکشمی نرائن جی کا تعاون بنیادی تعلیمی بورڈ کو حاصل ہے اور اب تک جتنا سوت تیار ہوا ہے اس کو پارچہ بافی میں صرف کرنے کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔ مگر آئندہ جب تجربہ کی توسیع ہوگی یا اسکیم سرکاری طور پر منظور ہوکر صوبہ سررشتہ تعلیم کی اسکیم بن جائے گی اس وقت مدرسوں کے مال مصنوعہ کی فروخت کے لئے سرکار کو ایک بورڈ یا کمیٹی قائم کرنی پڑے گی اور صوبہ کی سرکاری یا غیر سرکاری مزدوروں کا خیال رکھ کر مختلف قسم کے کاریگروں پر یہ پابندی عائد کرنی پڑے گی۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ کتنا مال بنا سکتے ہیں۔

صوبہ بہار میں یہ تجربہ سرکار کی طرف سے انہیں کے خرچ پر ہو رہا ہے۔ انھوں نے ایک بنیادی تعلیمی بورڈ بھی قائم کر دیا ہے جس کے ناظم خود وزیر تعلیم ہیں اور جس میں ماہرین خاص کی حیثیت سے ہندوستانی تعلیمی سنگھ کے ناظم بہار چرخہ سنگھ کے اور دوسرے ممبران خاص طور پر شامل کئے گئے ہیں۔ تجربہ کا پورا انتظام اس بورڈ کے نگرانی اور سپردگی میں ہوتا ہے چمپارن ڈسٹرکٹ بورڈ نے مرکز کے اندرونی تجربہ کا انتظام بورڈ کے سپرد کر دیا ہے یوں تو بورڈ کو محکمہ تعلیم اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے حکام کا تعاون حاصل ہے لیکن ذمہ داری تمام تر بورڈ کی ہے اس لئے انتظام جب کوئی رکاوٹ یا مشکل پیش نہیں آتی۔ اب تک کے تجربہ سے تو کامیابی کی امید نظر آتی ہے مگر وہ کامیابی کس شکل میں اور کہاں ہوگی یہ تو سات سال کے تجربہ سے بعد ہی بتایا جا سکتا ہے۔

باب (الف)

بہار کے اس اسکول کے اصل خرچ کا تخمینہ جو تجربہ کے طور پر کھولا جانے والا ہے

سال اوّل (۴۰ ۔ ۱۹۳۹ء)

(۱) عمارت (پڑھائی اور کتائی کے کمرے فی منتہیم طالبعلم ۲۰ مربع فٹ صحن کے حساب سے ۳۰ طلبا رکھے گئے اور استادوں کی اقامت اور سٹور کے لئے اسی حساب سے

صحن ۴۰ × ۱۵ + ۲۰ × ۱۵ + ۲۰ × ۱۵ ...... ۲۵۰ روپے

(۲) ٹیوب ویل (نل والا پانی کی مشین) ...... ۱۱۰ "

(۳) کتائی اور بافندگی کے لئے اوزار ...... ۳۲ "

(۴) دیگر سامان (تختے سیاہ چارٹ نقشے کتابیں چٹائیاں ڈھالو میز وغیرہ) ۱۲۰ روپے

سال دوم (۴۱ - ۱۹۴۰ء)

(۱) عمارت	۲۵۰ روپے
(۲) حرفہ کا سامان	۳۰ "
(۳) دیگر سامان	۱۲۰ "
کل میزان	۴۰۰ "

سال سوم (۴۲ - ۱۹۴۱ء)

(۱) عمارت	۲۵۰ روپے
(۲) حرفہ کا سامان (تیسرے درجہ میں چرخہ پر کاتنا شروع)	۵۰ "
(۳) دیگر سامان	۱۲۰ "
میزان	۴۲۰ "

سال چہارم (۴۳ - ۱۹۴۲ء)

پچھلے سال کے مطابق ۴۲۰ روپے

سال پنجم (۴۴ - ۱۹۴۳ء)

(۱) عمارت	۲۵۰ روپے
(۲)	۵۰ "
(۳)	۲۰۰ "
میزان	۵۰۰ روپے

سال ششم (۴۵ - ۱۹۴۴ء)

(۱) عمارت (دوسرے زائد کمرے اور بنائی کا ولان اور سٹور)	۲۵۰ روپے
(۲) بنائی کے اوزار کرگھوں کا پورا سامان	۲۵۵ "
(۳) دیگر سامان	۱۵۰ "
میزان	۲۶۵ روپے

سال ہفتم (۴۶ - ۱۹۴۵ء)

پچھلے سال ششم کے مطابق ۶۲۵ روپے

بنائی والے اسکول کا پورے سات سال کا خرچ ۳۵۰۰ "

کھیتی والے اسکول میں (کاشت کے لئے ۱۵۰۰ روپے زیادہ صرف ہونے کی وجہ سے) ۵۰۰۰

باب (ب)

ایک مدرسہ کے خرچ اور آمد کا حساب جو بہار میں برائے آزمائش کھولا جانے والا ہے

سال اوّل

(۱) ۲۵ روپے ماہوار ایک استاد کا مشاہرہ	۳۰۰ روپے
(۲) اتفاقی خرچ	۲۵ "
(۳) کپاس تخم وغیرہ	۶۵ "

(۴) عمارت کی مرمت مالگذاری وغیرہ ۲۵ روپے

میزان ۴۲۵ روپے

آمد

(۱) ۳۰ لڑکوں کی سالانہ مزدوری ۲ روپے دس آنے فی لڑکے کے حساب سے ۸۰ روپیہ + اور فروخت کرنے سے کپاس اور بیج کے رقم کی وصول ۷۵ روپے ۱۵۵ روپے۔

باقی خرچ ۲۷۰ روپے

سال دوم

(۱) ۲۵ روپے ماہوار کے حساب سے دو استادوں کا مشاہرہ ۶۰۰ روپے

(۲) اتفاقی خرچ ۲۵ "

(۳) کپاس تخم وغیرہ ۱۷۵ "

(۴) مرمت مالگذاری وغیرہ ۲۵ "

۸۲۵ روپے

آمد:۔

لڑکوں کی مزدوری درجہ اول میں ۲ روپے دس آنے فی لڑکے کے حساب سے اور دوسرے درجہ میں ۷ روپے کے حساب سے ۸۰ + ۲۱۰ = ۲۹۰ روپے اور فروخت کرنے کپاس وغیرہ کے سے دام وصول ۱۷۵ روپے = ۴۶۵ روپے

باقی خرچ ۳۶۰ روپے

سال سوم

(۱) ۲۵ روپے ماہوار سے تین استادوں کا مشاہرہ ۹۰۰ روپے

(۲) اتفاقی خرچ ۵۰ روپے

(۳) کپاس تخم وغیرہ ۲۶۵ روپے

(۴) مرمت مالگذاری وغیرہ ۵۰ "

۱۲۶۵ روپے

آمد:۔

لڑکوں کی مزدوری اول دوسرے اور تیسرے درجے میں بہ ترتیب ۲ روپے دس آنے

سات روپے اور آٹھ روپے دس آنے فی لڑکے کے حساب سے ۸۰ + ۲۱۰ + ۲۶۰ = ۵۵۰ روپے

کپاس وغیرہ کی فروخت سے وصول شدہ رقم ۲۶۵ روپے

۸۱۵ روپے

باقی ۴۵۰ روپے

سال چہارم

(۱) ۲۵ روپے ماہوار کے حساب سے چار استادوں کا مشاہرہ ۱۲۰۰ روپے

(۲) اتفاقی خرچ کے لئے ۵۰ روپے

(۳) کپاس تخم وغیرہ ۳۵۵ روپے

(۴) مرمت مالگذاری وغیرہ ۵۰ روپے

۱۶۵۵ روپے

آمد:۔

لڑکوں کی اجرت درجہ چہارم میں ۱۱ روپے بارہ آنے فی لڑکے اور حساب سے باقی خرچ حسب مندرجہ بالا

۳۵۰ + ۵۵۰ = ۹۰۰ روپے

کپاس تخم وغیرہ سے وصول ہوئے ۳۵۵ روپے

۱۲۵۵ روپے

باقی خرچ ۴۰۰ روپے

سال پنجم

(۱) ۲۵ روپے ماہوار کے ۴ استادوں اور ۳۰ روپے ماہوار سے ایک استاد کا مشاہرہ ۱۵۶۰ روپے

(۲) اتفاقی خرچ ۵۰ روپے

(۳) کپاس اور تخم وغیرہ ۴۱۵ روپے

(۴) مرمت اور مالگذاری وغیرہ ۷۵ روپے

۲۱۰۰ روپے

آمد:۔

لڑکوں کی مزدوری درجہ پنجم میں ۱۱ روپے بارہ آنے فی لڑکے کے حساب سے اور درجہ اول سے چہارم تک سابق ۳۵۰ + ۹۰۰ = ۱۲۵۰ روپیہ

کپاس تخم وغیرہ سے وصول ۴۱۵ روپے

۱۶۶۵ روپے

باقی خرچ ۴۳۵

سال ششم

(۱) ۲۵ روپے ماہوار کے چار روپے اور ۳۰ روپے ماہوار کے استادوں کا مشاہرہ ۱۹۲۰ روپے

(۲) اتفاقی خرچ ۵۰ "

(۳) کپاس تخم وغیرہ ۴۱۵ "

(۴) مرمت مالگذاری وغیرہ ۷۵ "

۲۴۶۰ روپے

آمد:۔

لڑکوں کی مزدوری درجہ ششم میں چھ روپے چار آنے فی لڑکے کے حساب سے اور درجہ اول سے پنجم تک حسب سابق ۱۴۴۰ روپے

کپاس تخم وغیرہ سے وصول ۴۱۵ "

۱۸۵۵

باقی خرچ ۶۰۵

سال ہفتم

(۱) ۲۵ روپے ماہوار کے چار اور ۳۰ روپے کے حساب سے تین استادوں کا مشاہرہ ۲۲۸۰ روپے

(۲) اتفاقی خرچ ۷۵ روپے

(۳) کپاس اور تخم وغیرہ ۴۱۵ "

(۴) مرمت مالگذاری وغیرہ ۱۰۰ "

۲۸۷۰ روپے

آمد:۔ لڑکوں کی مزدوری درجہ ہفتم ۱۲ روپے

دس آنے فی لڑکے کے حساب سے اور درجہ اول
سے ششم تک حسب سابق ۱۸۱۵ روپے
کپاس اور تخم کو فروخت کرنے سے وصول ۴۱۵ روپے
۲۲۳۰

باقی خرچ	۲۷۰ روپے
سات سال کا جملہ خرچ	۲۱۶۰ "
نامعلوم متفرق خرچ	۳۴۰
میزان	۲۵۰۰

بہار میں نئی تعلیم

(دوسرا حصہ)

(۱) کاشنگہ معلم ٹریننگ اسکول پٹنہ)

(۱) پٹنہ ٹریننگ اسکول :- (۱) یہ اسکول سنہ ۱۸۶۳ء میں قائم کیا گیا تھا آج اس کی زندگی کا ۷۷ واں سال مکمل ہو رہا ہے۔

(ب) ابتدائی حالت :- ابتدا میں یہاں تین قسم کے استاد تیار کئے جاتے تھے۔

(۱) اردو فارسی کے عالم اور معلم مولوی (۲) ہندی اور سنسکرت کے عالم اور معلم پنڈت اور (۳) انگریزی داں معلم۔ اس طرح یہاں تین شعبے تھے۔ ۲۰ سال بعد سنہ ۱۸۸۳ء میں فارسی اور سنسکرت کی تعلیم ترک کر دی گئی اور سنہ ۱۹۰۲ء میں انگریزی کے شعبہ بھی ختم کر دیا گیا۔ اسی وقت سے یہاں صرف مڈل ورناکیولر کا امتحان پاس کئے مدرس کو تعلیم دی جانے لگی۔

(۳) سی۔ ٹی اسکیم۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں یہاں تین سال کے لئے ایک نئے تجربے کا عمل شروع کیا گیا۔ اس کی رو سے اب مڈل ورناکیولر امتحان پاس کئے ہوئے امیدواروں کے بجائے انٹرنس پاس داخل کئے جانے لگے۔ اس کے ساتھ نصاب تعلیم میں کافی تبدیلی ہو گئی یہ تجربہ خوب کامیاب رہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوبے کے چاروں ٹریننگ اسکولوں میں سنہ ۱۹۲۲ء سے یہ اسکیم مستقل طور سے جاری کر دی گئی امسال نئی سیکیم یعنی سی۔ ٹی سیکیم کے مطابق تعلیم کا زمانہ دو سال رہا ہے جو مدرس ان دو سالوں کی تعلیم ختم کرکے نکلتے ہیں وہ سی۔ ٹی کہلاتے ہیں اور ان کا تقرر مڈل اور ہائی سکولوں میں ورناکیولر پڑھانے کے کام پر ہو جاتا ہے۔

(د) بنیادی تعلیم کا آغاز :- سنہ ۱۹۳۸ء کے جون میں بہار سرکار نے یہ طے کیا کہ اس صوبے میں بھی بنیادی تعلیم کا تجربہ ہو چنانچہ پٹنہ ٹریننگ اسکول کے ہیڈ مدرس رائے صاحب پنڈت رام سرن اپادھیا اور ان کے معاون معلم سری شیو کمار لال جی وردھا بھیجے گئے۔ جہاں انھوں نے ضروری معلومات حاصل کیں اور وہاں سے واپس آکر ستمبر میں بنیادی تعلیم کے درجے کھول دئے۔

اب تک ۶۰ طلبا تعلیم سے چکے ہیں دوسرے ۶۰ اور گزشتہ جولائی سے زیر تعلیم ہیں اول الذکر طلبا نے سات ماہ کے عرصہ میں ابتدائی دوم تک کو پڑھانے کی تعلیم لی اور وہ اب اپریل سے ضلع چمپارن کے برندابن علاقے میں ۲۵ مدارس میں کام کر رہے ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی کم مدت استادوں کی تیاری کے لئے ناکافی ہے اس لئے دوسرے ۶۰ طلبا کے لئے مدت بڑھا کر ایک سال کی کر دی گئی ہے آئندہ ماہ تک یہ لوگ ابتدائی پنجم تک کے لڑکوں کو پڑھانے کے قابل ہو جائیں گے ان ۶۰ استادوں میں سے منتخب ۳۰ برندابن کے مدرسوں میں جاکر وہاں کے پرانے ۳۰ استادوں کی جگہ کام کریں گے۔ ۳۰ پرانے استاد پھر پٹنہ ٹریننگ سکول آکر تعلیم حاصل کریں گے۔

امید ہے کہ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء سے استادوں کی ایک تیسری جماعت کا نیا داخلہ ہوگا۔

دوران تعلیم میں ان استادوں کو ۱۵ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے اس کے بعد جب وہ مدرسے چلے جاتے ہیں تو ۲۵ روپے تنخواہ ملنا شروع ہو جاتی ہے پہلی بار کے داخلہ میں دو ٹریننگ یافتہ گریجویٹ بھی لئے گئے تھے۔ جب ان کی تعلیم ختم ہو گئی تو وہ بنیادی اسکولوں کے نگراں مقرر کئے گئے اور اب بھی اسی جگہ کام کر رہے ہیں۔

اس دفعہ بھی دو گریجویٹ داخل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو آئندہ مارچ سے برندابن کے علاقے میں نگراں کا کام سنبھالیں گے اور دوسرے بھی چند دنوں کے بعد اپنے کام پر بھیج دئے جائیں گے۔

طلبا کے انتخاب میں ان کی پچھلی قومی خدمات تعلیمی قابلیت اور اس سے لگاؤ اور ان کی نیک چلنی وغیرہ کا خیال رکھا جاتا ہے اور امیدوار

خواہ ہریجن ہوں یا کسی اور ذات یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں سب کو بلا امتیاز جگہ دی جاتی ہے۔

(ج) دار الاقامہ :- مدرسے کے احاطے میں ہی چار خیمے نصیب کر دیئے گئے ہیں۔ شروع میں طلبا انھیں خیموں میں رہتے تھے۔ مگر بعد میں سی۔ ٹی والے طلبا کے چلے جانے اور پرانے ہوسٹل کے خالی ہو جانے سے سب لوگ انھیں میں رہنے لگے ہیں مذکورہ بالا خیموں میں سے ایک دھنائی کے لئے الگ کر دیا گیا ہے اور باقی خیموں میں عنقریب ہی بنائی گتے لکڑی اور دوسری دھات کے کام سکھائے جانے والے ہیں

(ا) بنیادی حرفے :- شروع شروع میں باغبانی کھیتی دھنائی کتائی اور بنائی ہی بنیادی حرفے کے طور پر شروع شروع میں رکھے جانے والے تھے مگر خوشی کی بات ہے کہ ان کاموں کے علاوہ گتے لکڑی اور دھات سے متعلق پیشے بھی اب جاری کئے جانے والے ہیں۔

کتائی اور دھنائی کی تعلیم کے لئے بہار چرخہ سنگھ کے چار تجربہ کار کام کرنے والے مقرر کئے گئے ہیں

کتائی سے آمدنی

شروع سے داخلے میں جو طلبا آئے تھے انھوں نے ۲۰ سیر ۱۲ چھٹانک سوت کاتا جس سے ۱۰۰ روپے ۹ ر کی آمد ہوئی اس بار جو طلبا زیر تعلیم ہیں انھوں نے چھ ماہ کے دوران میں ۳۲ سیر ۲ چھٹانک سوت کاتا ہے جس سے ۱۰۷ روپے ۸ آنے حاصل ہوتے ہیں۔

باغبانی اور زراعت :- اس کام کی تعلیم کے لئے سبور فارم کے ایک تجربہ کار استاد مقرر کئے گئے ہیں مدرسے کے سبزی والے کھیت میں زمین گوڑنا پانی پہنچانا نکولی کرنا وغیرہ تمام کام طلبا ہی کرتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ مدرسے دوسرے پیڑ پودوں کی حفاظت کرنے میں بھی ہاتھ بٹاتے ہیں اس کے علاوہ ہفتہ میں دو روز عموماً خاص ضرورت پڑنے پر اور زیادہ دن یہ لوگ میٹھا پورہ کے گورنمنٹ فارم میں جاکر زراعت اور باغبانی کے مختلف کاموں کا علم اور تجربہ حاصل کرتے ہیں۔

(ک) پڑھائی کا ڈھنگ :- ربط کے طرز سے پڑھائی کی مشق کے لئے یہاں کے پرانے استادوں کے علاوہ اور استاد مقرر ہوئے ہیں ربط کے کام کو مضمون کے طور پر لے کر اس کو مختلف شعبوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ایسا کرنا مناسب ہی ہے۔ مگر اس خیال سے کہ آگے چل کر مذکورہ بالا کتابوں کی تصنیف کا کام آسانی سے کیا جا سکے۔ یہ کام بالکل اندازاً مضامین سے کر تقسیم کر دیا گیا ہے اور مختلف استاد مختلف مضامین خاص طور سے خیال رکھ کر ربط کے کام کی تعلیم دیتے ہیں۔

(ل) ضمنی کام :- بنیادی تعلیم کا نصاب یوں ہی کافی پھیلا ہوا ہے پھر بھی یہاں سکاؤٹنگ ایمبولینس جیسی اور کئی سرگرمیوں کے ہونے سے اس کے روپ میں جامع یا ہمہ گیر خوبصورتی آگئی ہے۔

(م) سماجی نشست :- اس ادارہ کے ذریعہ طلبا اور اساتذہ کو ہفتہ میں ایک دن بے تکلف ہو کر آپس میں تبادلہ خیالات کرنے دلچسپ تفریحات کا انتظام کرنے ہاتھ سے تحریر کئے ہوئے پمفلٹ شائع کرنے سیاحت کرنے اور بعض دوسرے سماجی کاموں کے کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مشقی اسکول :- ٹریننگ اسکول میں ایک مشقی اسکول بھی شامل ہے جہاں طلبا کو تنقید کرنے اور اسباق کی مشق کرنے کا موقعہ ملتا ہے یہاں درجہ ہفتم تک کی تعلیم دی جاتی ہے مگر ابتدائی سوم تک بنیادی تعلیم کا تجربہ کیا جاتا ہے بات یہ ہے کہ پہلی بار جو طلبا آئے تھے انھوں نے پڑھائی کی مشق کے لئے ابتدائی دوم تک بنیادی تعلیم کا آغاز کیا تھا چونکہ پچھلی پڑھائی کا خیال رکھ کر سات سال سے کم عمر والے بچے ابتدائی اول میں داخل کئے گئے تھے۔ اس لئے ایسے بچوں پر بھی اس نئی تعلیم کا تجربہ کرنا ضروری تھا گزشتہ سال جو بچے ابتدائی دوم میں پڑھ رہے تھے وہ اب کامیاب ہو کر سوم میں پہنچ گئے ہیں اس طرح اس بار کے طلبا کے لئے ابتدائی سوم بھی پڑھائی کی مشق کے لئے وجود میں آگئی ہے۔

بچے پہلے کے مقابلہ میں کافی صاف ستھرے تندرست بشاش اور محنتی نظر آتے ہیں کتائی دھنائی اور باغبانی کے علاوہ ان درجوں میں گتے کا کام بھی سکھایا جائے گا۔

بنیادی مدارس (چمپارن) اوپر ہم یہ بتا چکے ہیں کہ بہار کے ضلع چمپارن میں بنیادی تعلیم کے تجربے کے لئے برندابن کے اردگرد کے علاقے کو منتخب کیا گیا ہے تعلیم چونکہ لازمی قرار دی جانے والی تھی اس لئے بچوں کی تعداد کا حساب لگایا گیا شروع میں تو پچاس مدرسے کھولے جائیں مگر بعد میں ۲۵ گاؤں میں ہی مدرسے کھولے گئے ان ۵۶ استادوں نے کام کرنا شروع کیا جو پہلی بار تعلیم لے کر نکلے تھے، مدرسوں کا افتتاح اس وقت ہوا جب گاندھی سیوا سنگھ کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر گاندھی جی اس علاقے میں جلوہ افروز تھے، ان مدارس میں کمی تعلیم کی ابتدا بڑے حوصلے اور امنگ کے ساتھ کی گئی تھی مگر علاقے کی پستی، لوگوں کے توہمات اور موسمی

کاروبار کی رکاوٹوں کی وجہ سے بچوں کی حاضری تسلی بخش نظر نہیں آتی تھی اس لئے بہار صوبے کے بنیادی بورڈ نے ایک تجویز کے ذریعہ یہ طے کیا کہ اس علاقہ میں جب تک تعلیم لازمی قرار نہ دی جائے اس وقت تک بہتر یہ ہے کہ مدارس کی تعداد میں تخفیف کر دی جائے مگر اس سے قبل مدارس کو بند کر دیا گیا جو ایک دوسرے سے بالکل قریب تھے چنانچہ اس وقت اسی علاقہ میں ۲۸ مدارس ہیں اور مقامی سرکار نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قریب قریب ۳۰ مدارس جاری رکھے جا سکتے ہیں۔

ایسا کرنے سے حاضری میں اضافہ ہو گیا ہے اعداد و شمار کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد جولائی سے دسمبر ۳۹ء اور جنوری ۴۰ء تک ہر ماہ میں فرداً فرداً ۱۳۴۴، ۱۲۸۸، ۱۲۴۶، ۱۱۶۴، ۸۹۰، ۱۰۴۵، ۱۵۵۳ رہی ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب سے مدارس کی تعداد ۲۸ ہوئی ہے اس وقت سے (جنوری سے) لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد حاضری بہت اچھی رہنے لگی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ فروری میں یہ تعداد کافی اچھی رہے گی۔ بعض بعض مدرسوں میں تو، طلبا بلاناغہ حاضر رہتے ہیں۔

ہمارے بنیادی مدارسوں کے بچوں نے پچھلے سال اپریل میں شروع کیا تھا۔ اب آئندہ اپریل تک ان کا ایک سال پورا ہو جائے گا ان کی قابلیت کا امتحان کرنے کی غرض سے ایک ممتحن کی کمیٹی اپریل کے مہینہ ہی وہاں جائے گی جس میں بہار سرکار کے محکمہ تعلیم کے ایک اعلیٰ افسر اور ہندوستانی تعلیمی سنگھ کے چند ممبران ہوں گے جو طلبا کمیٹی کی آزمائش میں پورے اتریں گے۔ انھیں دوسرے گریڈ میں داخل کیا جائے گا۔

اب تک چھ ماہ کے عرصہ میں بنیادی مدارس کے طلبا نے کتائی اور بنائی کے ذریعہ ۲۶۵ روپے حاصل کئے ہیں امید کی جاتی ہے کہ اگر بچوں کی حاضری تسلی بخش رہی تو آمدنی میں بھی خاصہ اضافہ ہوگا آئندہ سال سے ان مدارس میں "گنے" کا کام بھی شروع کیا جائے گا۔

ناظرین کو یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوگی کہ بنیادی مدارس کے لڑکوں اور لڑکیوں میں برابر کی ترقی ہوتی ہے۔ وہ صاف ستھرے تندرست اور بشاش نظر آتے ہیں۔ ان کے سر سے چھوت چھات کا بھوت اتر گیا ہے۔ وہ تعلیم بالغان کا کام خود کر رہے ہیں ان کی اپنی پنچایتیں رہیں۔ مدرسے اور گاؤں میں بلاناغہ صفائی کا کام وہی کر رہے ہیں۔ مستعدی سے اپنے والدین کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں ان کی کوشش نے اس علاقہ میں نئی تعلیم کو مقبولیت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ کتائی میں سوت بہت کم ٹوٹتا ہے اگر ٹوٹتا بھی ہے تو ضائع نہیں جاتا بلکہ اس سے خوبصورت قالین تیار ہونے لگے ہیں۔

پٹنہ ٹریننگ اسکول میں ایک دن

آج اس اسکول کا شمار صوبہ بہار کے اور بہترین مقامات میں ہو رہا ہے جب سے بنیادی تعلیم کی توسیع کے لئے یہاں نئی قسم کے استاد تیار کئے جانے لگے ہیں اس وقت سے اس کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوتا ہے کہ یہاں کی تعلیم کی فضا بالکل بدل گئی ہے یہ اسکول دریائے گنگا کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ اس کی بارونق اور عالی شان عمارت دیکھنے والوں کے دل کو ایسا لبھا لیتی ہے کہ وہاں سے آنے کو جی نہیں چاہتا اس کے دروازے کے سامنے جنوب کی طرف ایک شہری کے مکان پر سرسوتی دیوی کا ایک خوبصورت مجسمہ نصب کیا گیا ہے اس سے مدرسے کی زینت بڑھ جاتی ہے۔ اس کی زیارت سے استاد اور اساتذہ اور طلبا کے دل میں پاک بازی کا جذبہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ مشرق کی جانب ایک شو مندر ہے جہاں مذہب پرست مرد اور عورتیں ہر روز آکر خلوص کے ساتھ گنگا اشنان کرتے ہیں اور پوجا پاٹ کر کے روحانی تسکین حاصل کرتے ہیں جب مندر کے گھنٹے کی آواز ان کے کانوں میں پہنچتی ہے تو زبان سے برجستہ نکل جاتا ہے۔

اس مرمریں شیو مندر سے گھنٹے کی آواز نکلتی
مدرسوں کی دیرانی ہے کانوں میں کہہ جاتی

مغرب کی طرف کالج اور پروفیسروں کے پرامن و عیش مکانات بہت دلکش معلوم ہوتے ہیں۔

اب ذرا اسکول کے جنوبی دروازے جانب والے بڑے دروازے سے داخل ہو کر اندر بیٹھئے اور یہاں سے فردوسی حسین مناظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہوجئے بھانت بھانت کے بیل بوٹے اور گلکاریاں دیکھ کر آپ کا دل مسحور ہو جائیگا۔

(باقی آئندہ)

فہرست مضامین

مدیرہ: آشا دیوی
مطبوعہ حمیدیہ برقی پریس
پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں

رجسٹرڈ نمبر:- ایل ۴۴۴۷
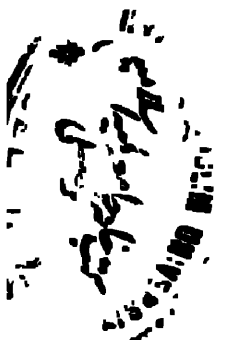
(ہندستانی تعلیمی سنگھ کا پرچہ)

قیمت سالانہ عہ	دہلی - اپریل سنہ ۱۹۴۰ء	جلد ۲، نمبر ۴

دُھنے کا گیت

دُھن رے دُھنیے اپنی دُھن

چل رے دُھنیے دُھن دُھن دُھن
باتیں کسی کی دیکھ نہ سُن
تھوڑی سی باقی ہے اُس کو بھی دُھن
تانت میں تیری سینکڑوں گُن
دُھن رے دُھنیے اپنی دُھن

کھیت بھی اپنا روئی بھی اپنی
تاگہ بھی اپنا ڈوری بھی اپنی
مال بھی اپنا کام بھی اپنا
بات پرائے کی دیکھ نہ سُن
دُھن رے دُھنیے اپنی دُھن

تکلی کا ناچ

پیاری تکلی ناچ دکھادے　　کھدر کے کپڑے پہنادے
کم داموں میں کام بتادے　　جو ہوں اُجلے سادے سادے
سوت کا رشتہ [illegible] بتادے
دیس کا اپنے رنگ جمادے
پیاری تکلی ناچ دکھادے

ہندو مسلم دونوں قومیں　　اپنی اپنی آنکھیں کھولیں
فرقہ بندی کو سب چھوڑیں　　پریم سے مل کر رشتہ جوڑیں
چھوت کی نفرت دل سے مٹادے
پیاری تکلی ناچ دکھادے

پیاری تیری بات نرالی
تو نے اپنی دھاک جما لی
سب کو اچھی چال سکھا لی
پیاری تکلی ناچ دکھادے

بہار میں نئی تعلیم

(بہ سلسلہ نئی تعلیم مارچ سنہ ۱۹۴۰ء)

کروٹنوں کی تراش، آراستہ کیاریاں اور خوب صورت روشیں دیکھ کر دل رقص کرنے لگے گا۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے آپ کے دماغ میں ایک تازگی اور حوصلہ پیدا ہوگا۔ سرد اور پُر نکہت نسیم کے ہلکے جھونکے آپ کو تھپکیاں دے کر آپ کی ماندگی دور کر دیں گے۔ اسکول کے سامنے والے وسیع میدان اور اطراف میں شگفتہ پھولوں سے اس کی رونق میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ پاس ہی ہندوستان کا ایک رنگین نقشہ بنا ہوا ہے جو فن کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔ اس میں پہاڑ، میدان، دریا، سمندر، جزائر وغیرہ کی پستی اور بلندی کا اتنی باریکی سے خیال رکھا گیا ہے کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ جب کبھی ہم نل کھول کر ان میں آبیاری کرتے ہیں تو بجنسہ ہندوستان کا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

اسکول اور دارالاقامہ کی زندگی میں بہت سادگی پائی جاتی ہے۔ [illegible] کی سادگی اور فکر کی بلندی کا اصول ہر جگہ کارفرما

نظر آتا ہے۔ سب کے چہروں سے بشاشت ٹپکتی ہے۔ صبح ہو دوپہر ہو یا شام جب جائیے ایک نیا سماں معلوم ہوتا ہے۔

ان دنوں سویرے ۵ بجے دارالاقامہ کی گھنٹی بجتی ہے۔ گھنٹی سنتے ہی ہم لوگ بستر چھوڑ کر صبح کی ضروریات رفع کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بہتیرے تو چار ہی بجے اٹھ کر رفع حاجت سے فارغ ہو لیتے ہیں اور ورزش یا یوگ سے متعلق جسمانی تربیت کی مشق کرتے ہیں۔ صبح کا منظر بڑا دلکش ہوتا ہے۔ سب ایک دوسرے کو بھائی بھائی کہہ کر سلام کرتے ہیں اور خیریت دریافت کرتے ہیں۔ پانی کی مشین کے پاس جب کچھ لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو قومی، سماجی یا مذہبی موضوع پر تذکرہ نکل ہی آتا ہے۔ بعض تائید کرتے ہیں اور بعض مخالفت۔ کسی کی منطق پر زور کا قہقہہ لگتا ہے اس لئے جب کوئی بات کرتا ہے تو بہت سنبھل کر کرتا ہے۔

ساڑھے ۶ بجے مطالعے کے گھنٹے کی گھنٹی بجتی ہے۔ سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس وقت دارالاقامہ میں سناٹا سا چھا جاتا ہے۔ کہیں کسی قسم کا شور و غل نہیں ہوتا۔ اس گھنٹے میں بعض طلبا مشقی اسکول میں پڑھانے کی غرض سے اپنے اسباق تیار کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ بعض دھنائی کے لئے روئی صاف کرتے ہیں اور بعض نصاب کی کتابیں پڑھتے ہیں۔

۸ بجے پھر گھنٹی بجتی ہے۔ اس وقت اے یا بی سیکشن (ہم لوگ دو جماعتوں اے اور بی میں منقسم ہیں) میں سے ایک دھنائی کے درجے میں جاتا ہے اور دوسرا [illegible] کے لئے روانہ ہوتا ہے۔ ان کا قطار باندھ کر چلنا اور باری باری سے کام کرنا بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

دھنائی کے درجے میں تمام دھنکیاں برابر برابر فاصلے پر ایک قطار میں رکھی ہوتی ہیں۔ سب پر نشان لگے ہوتے ہیں۔ ہم سب اپنے اپنے نمبر کی دھنکی کے پاس جا کر اس کو درست کرتے ہیں اور پھر دھننا شروع کر دیتے ہیں۔ چھوٹی دھنکی سے باریک دھنائی معمولی کلاس میں ہی کر لیتے ہیں۔ دھنائی کے طریقے میں ہم سے ذرا کہیں غلطی ہوتی ہے تو فوراً استاد خود دھن کر صحیح طریقہ بتاتے ہیں۔

روئی دھننے کے بعد طلبا پونیاں بناتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ صاف کر دیتے ہیں۔ دھنکیوں کو پہلے کی طرح ترتیب میں رکھ کر دارالاقامہ چلے جاتے ہیں۔ یہاں جن طلبا کو تیار پونیاں نہیں ملتی ہیں وہ پونیاں بناتے اور باقی دوسرا کام کرتے ہیں۔

جب ہم باغبانی کرنے جاتے ہیں تو صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ علم زراعت کے استاد مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب حاضری لے کر کام شروع کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ترکاریوں کے لئے کبھی زمین تیار کرنا، کبھی پانی پٹانا، کبھی تخم بونا اور کبھی پودے روپنا پڑتا ہے۔ اس وقت باغ میں کرم کلا، گانٹھ گوبھی، ٹماٹر، بیگن، آلو وغیرہ سبزیاں پیدا [illegible] ہیں جو دیکھنے میں بڑے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔

ہفتے میں ایک بار ہمیں سرکاری فارم پر جانا پڑتا ہے۔ چونکہ یہ ذرا دور واقع ہے اس لئے ہم دو لاریوں کے ذریعے وہاں جاتے ہیں۔ جاتے ہی اس کام میں لگ جاتے ہیں جو وہاں ہوتا رہتا ہے۔ جب ہم کسی مزدور کے ساتھ کام کرنا شروع کرتے ہیں تو وہ ہنسنے لگتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ پوچھتے ہیں "آپ لوگ پڑھنے لکھنے کے بعد بھی یہ کام کرنے آئے ہیں؟" ہم جواب دیتے ہیں "اب آپ لوگ ہمارا کام کریں گے اور ہم آپ لوگوں کا۔" ہم وہاں ہل چلانے اور چکی دینے وغیرہ کے کام میں جھجکتے نہیں بلکہ دلی مسرت ہوتی ہے۔ ہم میں سے بعض دوست ایسے ہیں جن کے خاندان میں ہل چلانا، چکی دینا وغیرہ معیوب سمجھا جاتا ہے مگر وہ اس کی پروا نہ کرکے بڑے جوش سے ان تمام کاموں میں شریک ہوتے ہیں۔ فارم ہم قریب ۱۱ بجے پہنچ جاتے ہیں۔

۹ بجے کھانے کی گھنٹی بجتی ہے۔ سب طلبا کھانے کے کمرے میں پہنچتے ہیں اور دروازے کے پاس اپنی اپنی کھڑاؤں یا چپل وغیرہ ایک قطار میں رکھ دیتے ہیں۔ اندر کمرے میں بیت یا گھاس کی بنی ہوئی چٹائیاں بیٹھنے کے لئے پہلے سے بچھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہم لوگ انھیں چٹائیوں پر قطار میں بیٹھ جاتے ہیں۔ ہمارے دارالطعام میں چونکہ دو چار استاد بھی ضرور کھانا کھاتے ہیں اس لئے وہ بھی آتے ہیں۔ کھانا کھاتے وقت کسی نہ کسی بات کا ذکر چھڑ ہی جاتا ہے۔ اس وقت اساتذہ بے تکلف ہو کر باتیں کرتے ہیں خصوصاً جناب محترم [illegible] جی۔ جو ہمارے سماجی علم کے استاد ہیں، سے نئی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ آپ اپنے کام میں بڑے ماہر اور تجربہ کار ہیں۔ تقریباً سبھی مضامین میں آپ کو کافی درک ہے۔ جب کبھی کسی ہنسی اور موضوع پر بات ہوتی ہے تو ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتا ہے۔ چونکہ ہم میں ہر ایک کی جدا جدا خواہش اور ذائقہ ہوتا ہے اس لئے کبھی کبھی باورچی کا خوب مذاق اڑایا جاتا ہے۔

ساڑھے دس بجے اسکول جانے کی گھنٹی بجتی ہے۔ ہم لوگ اپنی اپنی پونیاں، تکلیاں اور کتابیں وغیرہ ٹین کے بکس میں رکھ کر مدرسے چلے جاتے ہیں۔ راہ میں اپر اور مڈل جماعت کے لڑکے اکثر ہم سے پونیاں مانگتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو روز سوت کاتنا پڑتا ہے۔ وہ خود ہم لوگوں کی طرح صاف اور ملائم پونیاں تیار نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے وہ خوبصورت پونیاں مانگنے سے باز نہیں آتے۔ کبھی کبھی تو ہم لوگوں کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور دھنائی کے کمرے تک گڑگڑاتے آتے ہیں۔ قوم کے ایسے اندھیرے میں اُجالا کرنے والے سورج کو نذر چڑھانے میں کس کو پس و پیش ہو سکتا ہے۔ کچھ نہ کچھ پونیاں دے کر انھیں رخصت کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہاں تو مدرسے میں پہنچ کر اوپر کی طرف دار چلے جاتے ہیں۔ یہیں ہماری پڑھائی ہوتی ہے۔ مدرسے کی دیواروں پر لکھتے یا جو تصویریں وقت پر آویزاں کی گئی ہیں ان کو دیکھتے بھالتے ہم پڑھائی کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ کمرے میں ہمارے بیٹھنے کے لئے تو چھوٹی چھوٹی چٹائیاں ہیں اور اساتذہ کے لئے چٹائی پر ایک کمبل بچھا ہوا ہوتا ہے۔ جو لوگ یہ دیکھنے آتے ہیں کہ نئی تعلیم کا تجربہ کس طرح کیا جا رہا ہے ان کے بیٹھنے کے لئے ہمارے پیچھے بڑی دری پر سفید کپڑے کی جاجم بچھا دی گئی ہے۔ وہ لوگ آ کر اس پر بیٹھتے اور پڑھائی کا طرز دیکھتے ہیں۔ درجے میں دیواروں کے کنارے میزوں پر سلسلے سے چرخے رکھے ہوتے ہیں۔

گورنمنٹ بیسک اسکول سرینگر میں

بچوں کا بینک

اس بینک کا اجرا ایک قلیل سرمایے سے ہوا۔ بچوں کو گھر سے جیب خرچ کے لئے اکثر والدین پیسے دیتے رہتے ہیں۔ پرائمری اسکولوں کے مدرسین اکثر اس امر کی تصدیق فرمائیں گے کہ بسا اوقات لڑکے ان کے سامنے رو رو کر کہتے ہیں کہ "جناب! مجھے آج گھر سے پیسہ ملا تھا۔ معلوم نہیں میری جیب سے کہاں چلا گیا!" ایسے واقعات چھوٹی جماعتوں میں اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بالغ بچے بھی گھر سے پیسے لے کر فضولیات میں اور مضر صحت پھل خرید کر انھیں ضائع کر دیتے ہیں۔ بچپن میں معمولی معمولی فروگذاشتوں سے خراب عادات جڑ پکڑ لیتی ہیں اور جوانی میں انھیں عادتوں سے مجبور ہو کر لوگ بد اطوار بن جاتے ہیں۔

کفایت شعاری جیسی نیک عادت کی تربیت کرنے کے لئے بیسک اسکول سری نگر میں جیسا کہ سنہ ۱۹۹۲ فصلی میں بچوں کے بینک کا اجرا کیا گیا۔ بینک کا سکریٹری اور خزانچی بچوں نے خود منتخب کئے جو ہر مہینے بدلتے رہے۔ بچے روزانہ تفریح کے وقت بینک میں امانتیں جمع کراتے تھے اور رسیدیں حاصل کرتے تھے۔ جب بینک کا سرمایہ پیسہ پیسہ کرکے پانچ روپے ہو گیا تو انھوں نے اس بے کار سرمایے کو مصرف میں لانے کے لئے ایک بہم رسانی کی انجمن تجویز کی۔ اس انجمن کے لئے انھیں ایک دکان کی ضرورت محسوس ہوئی جس کی تعمیر بچوں نے اپنے ہاتھ میں لی۔ سامان بچوں کو بطور قرضہ اسکول نے مہیا کیا اور دو ایک مہینے میں بچوں نے دکان کو کاروبار کے لئے بالکل تیار کر دیا۔ پانچ روپے کا سرمایہ انھوں نے اسٹیشنری کا سامان اور پھل وغیرہ خریدنے میں لگایا۔ بکری تفریح کے وقت ہر روز ہوتی رہی۔ پھل اور دیگر اشیا کی مانگ دن بدن بڑھتی گئی۔ اس لئے سرمایے میں پانچ روپے کے قرضے کا اضافہ کر دیا گیا۔ گیارہ ماہ کے بعد حساب فہمی کرنے پر پتہ چلا کہ بچوں کا بینک بہت ہی کامیاب رہا۔ قرضہ بے باق کر دیا گیا ہے، امانت داروں کی تمام امانتیں چوگنی قیمت کی ہو گئی ہیں اور انجمن کا ضروری سامان از قسم ترازو، باٹ، ٹوکریاں وغیرہ منافع میں سے ہی خریدی گئی ہیں۔ بینک اور انجمن کی کارکردگی سے خوش ہو کر بچوں نے کاروبار میں مزید وسعت پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جیسا کہ سنہ ۱۹۹۷ سے وہ ٹیچرز ٹریننگ اسکول سری نگر کی ضروریات بھی مہیا کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ سرمایے کے لئے انھوں نے ڈپٹی رجسٹرار محکمہ انجمن ہائے امداد باہمی کشمیر سے استدعا کی ہے۔ کل ہی انسپکٹر محکمہ مذا نے بینک اور انجمن کے حسابات کی پڑتال کر لی۔ اس نے بچوں کی کارکردگی کو بہت سراہا۔

رام گڑھ میں بنیادی تعلیم کی نمائش

ہمارا خیال ہے کہ تعلیمی میدان میں اور خصوصاً بنیادی تعلیم کے میدان میں نمائش کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ نمائش کے ذریعے عوام کو نئی تعلیم کے مقصد اور اس کے تجربات سے براہ راست واقف ہونے کا موقع ملتا ہے اور دوسری طرف جو لوگ عملی طور پر اس تعلیم کے تجربے میں لگے ہوئے ہیں ان کے لئے بھی مختلف مرکزوں کے تجربات کا مطالعہ کرنے کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔

لیکن ایسی نمائش میں دو باتوں کا ہونا لازمی ہے۔ نمائش کے لئے پہلی بات جو بہت زیادہ ضروری ہے وہ تنوع ہے اس لئے کہ یہی نمائش کی جان ہے۔ ہر ادارے کو چاہیے کہ وہ نمائش میں اپنے کاموں کا خاص طور پر مظاہرہ کرے۔ اس میں اس کا کوئی نہ کوئی نمایاں کارنامہ ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ پوری نمائش کے تخیل میں یکسانیت بھی ہونی چاہیے ورنہ نمائش کا پورا پورا مقصد سامنے نہیں آ سکے گا۔ لہٰذا ہر نمائش کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ اس سے پہلے اس کا ایک تخیل قائم کر لیا جائے اور اسی تخیل کے ماتحت نمائش کے مختلف حصے مختلف مرکزوں پر تقسیم کر دئے جائیں تاکہ ان کا حصہ بھی پورا ہو جائے اور نمائش کا پیکر بھی مکمل ہو جائے۔

دوسری ضرورت یہ ہے کہ نمائش میں خوش نمائی اور خوش اسلوبی اور اس کے افادی پہلو پر خاص نظر رکھی جائے۔ جب تک خوش نمائی اور افادے کا آپس میں ربط قائم نہیں ہوتا، نمائش کا مقصد حل نہیں ہوتا۔ نمائش کا مقصد ہوتا ہے کسی خیال کو متشکل کر کے عوام کے مطالعے کے لئے پیش کیا جائے۔ کوئی خیال، مقصد یا عملی کام ہو — خواہ وہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو، اگر ہم اسے آسان، خوش آیند اور مفید صورت میں پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو عوام کو اس کے سمجھنے میں ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہوگی۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ افادے اور حسن میں باہم تضاد ہے ہی نہیں۔ دونوں کا باہم ہم آہنگ ہو جانا قدرتی سا ہے۔

اب تک بنیادی تعلیم کی تین موقعوں پر نمائش ہو چکی ہے۔ پہلی تری پوری کانگریس کے موقع پر، دوسری بنیادی تعلیم کی پہلی کانفرنس کے موقع پر اور تیسری اب رام گڑھ کانگریس میں۔ مگر ہمیں ماننا پڑے گا کہ پہلی دو نمائشوں میں ہم نمائش کے مذکورہ بالا معیار پر پورے نہیں اترے۔ ان دونوں نمائشوں میں تقریباً ہر مرکز نے اپنے کام کے مظاہرے کے لئے اپنے یہاں کے نقشے، چارٹ، ڈرائنگ اور طالب علموں اور استادوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں بھیجی تھیں۔ ان چیزوں کو دیکھنے سے عوام کو فائدے ہوئے۔ ان میں تنوع بھی تھا اور افادہ بھی مگر حسن کا فقدان رہا جس سے ان میں کوئی جان نہ پیدا ہو سکی۔

انھی باتوں کے پیش نظر ہمیں امید تھی کہ آنے والی کانگریس کے موقع پر ہماری جو تیسری نمائش ہوگی اسے ہم مکمل طور پر تعلیم کی ایک حقیقی نمائش بنانے کی کوشش کریں گے۔ ہم نے جناب نند لال بوس آرٹسٹ کے ہونہار شاگرد جناب نبار چودھری کو اپنی نمائش کا نقشہ تیار کرنے کا کام سپرد کیا تھا۔ چودھری صاحب نے بڑی خوشی اور عقیدت کے ساتھ ہماری درخواست منظور فرمائی۔ پہلے انھوں نے دو تین ہفتے تک بنیادی تعلیم کے اصول کا غور سے مطالعہ کیا اور مختلف مرکزوں پر جا کر بنیادی تعلیم کے تجربوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا جب ان کو یقین ہو گیا کہ بنیادی تعلیم کا ماحول کیا ہے تب انھوں نے نمائش کے نقشے کے متعلق سوچنا شروع کیا۔

نمائش کا ایسا تخیل قائم کیا گیا تھا کہ عوام کو بنیادی تعلیم سے تین طریقوں سے متعارف کیا جا سکے۔ ایک تو تصویروں کے ذریعے، دوسرے نقشوں اور اعداد و شمار کے ذریعے اور تیسرے بچوں اور استادوں کی بنائی ہوئی اشیاء کے ذریعے۔ خیال یہ تھا کہ جن باتوں کا خیال تصویروں کے ذریعے پیش کیا جائے اسی کو نقشوں اور اعداد و شمار کے ذریعے واضح کیا جائے۔ پھر وہی خیال ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کے ذریعے عملی صورت میں آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ نمائش میں صرف یہی نہ ہو کہ ہاتھ کے کام کی چیزیں آراستہ کر دی جائیں بلکہ قریب کے کسی مدرسے کے بچوں کو وہاں لا کر کام بھی کر کے دکھایا جائے۔ ہمیں خوشی ہے کہ رام گڈھ کانگریس کی نمائش میں یہ سب باتیں کی گئیں۔

کانگریس کی نمائش میں جتنے پنڈال بنتے ہیں سب چٹائیوں اور بانسوں کے ہوتے ہیں۔ ہمارا پنڈال بھی انھی چیزوں کا تھا۔ مگر ہمارے آرٹسٹ جناب بنار چودھری صاحب نے اس کے پیکر کو ایرانی اور مغل آرٹ سے ہم آہنگ کر کے ایک عجیب و غریب چیز بنا دیا تھا جس سے یہ بات واضح ہوتی تھی کہ یہ نئی تعلیم کا ایک مرکز ہے جہاں ہاتھ کے کام میں ذہن اور آرٹ کا ایک نہایت دلکش ربط نمایاں ہے۔

پنڈال اندر سے نہایت کشادہ تھا۔ اس کی چاروں دیواروں پر تصویریں اور چارٹ لٹکائے گئے تھے۔ ان کے نیچے بانس کی کانیوں پر مختلف مرکزوں کی بھیجی ہوئی چیزیں مثلاً سوت اور کپڑے، نواڑ کی دریاں اور آسن، گتے اور لکڑی کی چیزیں، چمڑے اور مٹی کی چیزیں، استادوں اور بچوں کے ہاتھ کے بنے ہوئے کاغذ اور تصویریں رکھی ہوئی تھیں۔ پنڈال کے بیچوں بیچ ایک چھوٹا پنڈال شامیانے کا بنایا گیا تھا جس کی شکل مغل طرز کی نشست گاہ کی تھی۔ اس شامیانے کے اندر دیواروں پر مربوط اسباق کے چارٹ لٹک رہے تھے رات کے وقت شامیانے کے اندر چراغاں کیا جاتا تھا۔ مربوط اسباق کے لئے جو چارٹ بنائے گئے تھے، اُن کی شکل بھی چراغ کی تھی جس کے پیچھے یہ تخیل تھا کہ یہ سبق بچوں کو اپنی زندگی کو شاندار اور کامیاب بنانے میں شمع راہ کا کام دیں گے۔ پنڈال کی آرائش میں جا بجا مسلم آرٹ اور ہندو آرٹ میں نہایت و غریب ہم آہنگی پیدا کی گئی تھی۔

نمائش کے تین حصے کئے جا سکتے ہیں:۔

۱۔ تصویروں کا شعبہ ۲۔ ڈرائنگ، چارٹ، مربوط اسباق کے چارٹ وغیرہ۔ ۳۔ ہاتھ کے کام کی چیزیں۔

تصویروں کا شعبہ

اس شعبے میں تقریباً ایک سو تصویریں مہیا کی گئی تھیں جو کھادی پر گوند وغیرہ کی بنیاد بنا کر سادے رنگوں سے تیار کی گئی تھیں۔ یہ تصویریں جناب نبار چودھری کی فن کاری کا نمونہ تھیں۔ ان تصویروں کو اگر صرف فن کی حیثیت سے دیکھا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ مصور دیہاتی زندگی اور دیہاتی دستکاریوں کے موضوع کو مصوری کا نہایت بلند اور معزز معیار ٹھہراتا ہے۔ مگر اس سے فن کا معیار پست نہیں بلکہ بہت بلند ہو گیا ہے۔ ان تصویروں میں ہمارے خیالی دیہاتی آرٹ کی طرف بھی ایک اشارہ ہے۔ مگر یہاں ہم صرف ان تصویروں کے افادی پہلو سے بحث کریں گے۔ آج کل ہم جن دستکاریوں کے ذریعے بنیادی تعلیم کا تجربہ کر رہے ہیں، مثلاً کتائی، بنائی، کھیتی، باغبانی، کرگھا، لکڑی اور گھاس کا کام، انھیں ان تصویروں میں ایک نہایت جان دار اور حسین صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی دستکاریاں ایسی ہیں جن کو بنیادی دستکاری کی جگہ دی جا سکتی ہے، مگر ابھی ان کا تجربہ شروع نہیں ہوا ہے، مثلاً چمڑے کا کام، مٹی کا کام، بیت بانس اور گھاس کا کام، کاغذ بنانا وغیرہ۔ ان دستکاریوں کے متعلق بھی تصویریں بنائی گئی تھیں اور یہ دکھایا گیا تھا کہ ان میں تعلیم کا عنصر کہاں تک پوشیدہ ہے۔ ان تصویروں میں ان دستکاریوں کو بہت بلند معیار پر پیش کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان دستکاریوں سے تعلق رکھنے والے مزدوری اوزار، ان کے مختلف مدارج اور ان کے ذریعے جن قوتوں کو نشو و نما ہوتی ہے، ان سب کا مفصل ذکر تھا۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سچے آرٹ میں افادے اور حسن کے درمیان کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔

چند تصاویر میں اس چیز کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اس نئی تعلیم کے ذریعے سے جو شہری پیدا ہوں گے وہ کن صفات سے متصف ہوں گے۔ ان میں خود اعتمادی کا جذبہ بیدار ہوگا، وہ اپنی مدد آپ کریں گے مگر ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے سے مل جل کر کام کرنا بھی سیکھیں گے۔ ان کے اندر سچے شہری کی صفات پختہ ہوں گی، محنت کی عزت کرنا سیکھیں گے اور بے کار چیزوں کا استعمال سمجھیں گے۔ ان میں مشاہدے، مطالعے اور نئے نئے تجربات کرنے کی طاقت پیدا ہوگی، اپنے قدرتی اور سماجی ماحول سے اُن کا جو رشتہ ہوگا وہ جان دار اور فطری ہوگا۔

اس کے علاوہ تصویروں کا ایک سلسلہ ایسا تھا جس کے ذریعے ربط کے طریق کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔

چند تصویریں ایسی تھیں جو نئی تعلیم کے مستقبل کا نقشہ پیش کرتی تھیں ان میں یہ چیز دکھائی گئی تھی کہ جب بنیادی تعلیم پورے ملک میں رائج ہو جائے گی، گاؤں گاؤں میں بنیادی مدرسے کام کرنے لگیں گے، اور ان مدرسوں سے نکلے ہوئے آج کے طالب علم کل شہری بن کر زندگی میں قدم رکھیں گے تو دیہات کی عام زندگی پر ان کا کیا اثر ہوگا۔ سب سے پہلا اثر یہ مترتب ہوگا کہ دیہات کے جو پیشے آج

روایتی طور پر بے سلیقے اختیار کئے جاتے ہیں، ان میں علم کی روشنی ہو گی — پھر وہ عقل کے ماتحت اختیار کئے اور عمل میں لائے جائیں گے۔

دیہاتی زندگی کے اس آنے والے انقلاب کو مصور نے دو ایک تصویروں میں پیش کیا تھا، ایک تصویر ایک مثالی کسان کی تھی۔ وہ کھیت کے مچان پر بیٹھا ہوا آج ہی کی طرح جنگلی جانوروں سے اپنی فصل کی رکھوالی کر رہا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ لالٹین کی روشنی میں ایک کتاب کا مطالعہ بھی کر رہا ہے جو کھیتی کے موجودہ طریق کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ ایک دوسری تصویر ایک مثالی تیلی کی تھی اس میں ایک تیلی کو دکھایا گیا تھا کہ وہ اپنے پیشے کو فروغ دینے کے لئے ایک علمی کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے۔ یہ ہوں گے ہمارے مستقبل کے کسان اور کاریگر۔ وہ اپنے خالی وقت کا اور ان چیزوں کا جنھیں یہ غلطی سے فضول سمجھ بیٹھے ہیں، صحیح استعمال سیکھیں گے۔ سب سے بڑی بات وہ یہ سیکھیں گے کہ ایک ساتھ مل جل کر کام کریں۔ آج دیہاتوں میں جہاں ہر گھر پر افلاس کی نحوست چھائی ہوئی ہے وہاں دستکاری اور پیشے کا ماحول ہوگا، علم اور فن کی نشو و نما ہوگی، حسن ہوگا اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ مصور نے ایک ایسے دیہاتی گھر کا بھی نقشہ دکھایا تھا جس میں خاندان کا ہر فرد، ماں، بہنیں، بھائی سب کے سب کام دھندے سے لگے ہوئے ہیں۔ اس خوشنما مکان کا اثاثہ مختصر سا ہے لیکن جو کچھ ہے، سلیقے سے رکھا ہے، گھر کی دیواروں اور صاف ستھرے فرش کی نہایت سادگی اور خوشنمائی کے ساتھ آراستگی کی گئی ہے۔ یوں تو ہر تصویر کو دیکھتے ہی اس کا مقصد ذہن نشین ہو جاتا تھا لیکن اس کے باوجود ہر تصویر کے نیچے مختصراً ہندی اور اردو میں اس کا موضوع واضح کیا گیا تھا۔

ڈرائنگ، چارٹ، مربوط اسباق کے چارٹ وغیرہ

اس قسم کے کل چارٹ ۱۱۲ تھے۔ سب چارٹ ہندوستانی زبان میں اردو اور ہندی دونوں رسم الخط میں لکھے گئے تھے۔ ان چارٹوں کے ذریعے ان تمام تجربات کو سمجھانے کی کوشش کی گئی تھی جو ہمیں آج تک مختلف دستکاریوں مثلاً گتے کے کام، لکڑی کے کام اور باغبانی کے ذریعے تعلیم دینے میں حاصل ہوئے تھے۔ تعلیم کے اس نئے تجربے کی تفصیل تین پہلوؤں سے دی گئی تھی۔ معاشی پہلو سے، نظام اور تنظیم کے پہلو سے اور خالص تعلیم کے پہلو سے۔ معاشی پہلو کو واضح کرنے کے لئے جو چارٹ بنائے گئے تھے وہ زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ پچھلے دو سال کے نقشے اکٹھا کئے گئے تھے اور ان نقشوں کی بنیاد پر یہ بتانے کی کوشش کی گئی تھی کہ باغبانی، گتے کے کام، لکڑی کے کام اور کتائی کے ذریعے بچوں کو تعلیم دینے میں اور استادوں کی تیاری میں تخمیناً کتنا صرف آتا ہے اور اس سے آمدنی کس قدر ہوتی ہے۔ مٹی کے کام، بیت اور بانس کے کام اور چمڑے کے کام کا تجربہ ابھی بنیادی تعلیم کے کسی ادارے میں نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ شانتی نکیتن، دوشوا بھارتی، کی دیہی تعلیم کے شعبے میں چند سال سے چمڑے کے کام کی بھی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اسی تجربے کی بنیاد پر وہاں کے دستکاری کے شعبے کے مہتمم جناب سنتوش بھائی چودھری نے بنیادی نصاب تعلیم کے آخری دو درجوں میں چمڑے کا کام سکھانے کے لئے ضروری نقشے تیار کر کے بھیجے تھے۔

چند چارٹ ایسے تھے جو دستکاری کے ذریعے تعلیم دینے کے طریقے اور اس کے نصاب تعلیم کی تفصیل پیش کرتے تھے۔ دوسرے درجے کے نصاب تعلیم سے باغبانی کا ایک پہلو، دھنائی کا ایک پہلو اور گتے کے کام میں ایک پورا ماڈل لے کر یہ دکھانے کی کوشش کی گئی تھی کہ دستکاری کے ان پہلوؤں کے ذریعے طالب علم کو کس طرح مادری زبان، ریاضی، عام سائنس، سماج کا علم وغیرہ کی تعلیم دی جا سکتی ہے۔ اسی قسم کا ایک چارٹ مثال کے لئے اس پرچے میں دیا بھی جا رہا ہے۔

ہاتھ کے کام کی چیزیں یا دستکاری کا شعبہ

اس شعبے میں کتائی، گتے کے کام اور لکڑی کے کام کے سلسلے میں ضروری کچے مال، اوزار اور تیار کی ہوئی چیزوں کے نمونے درجے وار لگائے گئے تھے۔ کتائی کے شعبے میں مختلف قسم کی کپاس کے نمونے، اوٹنے، دھنائی اور کتائی کے مختلف آلات کے نمونے، مختلف مدرسوں کے طالب علموں اور استادوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی پونیوں اور سوت سے تیار کی ہوئی مختلف چیزوں (مثلاً دری، کپڑا، نواڑ وغیرہ) کے نمونے رکھے گئے تھے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں گتے کے کام کے ذریعے جو تعلیم دی جا رہی ہے اس کا کمل لٹریچر اور اوزار وغیرہ رکھے گئے تھے۔ اسی طرح وردھا کے ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں گتے اور لکڑی کے ذریعے جو تعلیم دی جا رہی ہے اس کے بھی نمونے آراستہ کئے گئے تھے۔

اس نمائش کا ایک اور بالکل نیا پہلو بھی تھا۔ اسے ہونہار بنیادی دستکاری کا شعبہ کہا جا سکتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ کتائی اور باغبانی کی طرح مٹی کا کام، بیت اور بانس کا کام اور کسی حد تک چمڑے اور لکڑی کا کام بھی بنیادی دستکاری کی حیثیت سے تعلیم کا ذریعہ بن سکتا ہے اس سلسلے میں الہ آباد ٹریننگ کالج میں کچھ کام شروع ہوا ہے۔ یہاں سے مٹی کے کام، چمڑے کے کام اور ہاتھ کے بنے ہوئے کاغذ کے چند نمونے نمائش میں رکھے گئے تھے۔ الہ آباد کے ٹریننگ کالج کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہاں نہایت سادے اور سستے ذرائع سے طالب علموں اور استادوں کو تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بچوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی کچھ تصویریں اور ڈیزائن بھی نمائش میں رکھے گئے تھے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر یہ امید ہوتی تھی کہ ہمارے لئے گاؤں کے ہر بچے کو آرٹ کی تعلیم دینا ممکن ہو جائے گا۔

بچوں اور استادوں کے کام کا عینی مظاہرہ

صوبۂ بہار کے بیسک ایجوکیشن بورڈ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کسی پاس کے مدرسے کے بچوں کے ذریعے بنیادی تعلیم کی پہلی اور دوسری جماعت کے کام کا اس نمائش میں عینی مظاہرہ کرایا جائے۔ رام گڑھ ٹاؤن کے مڈل انگلش اسکول نام کے مدرسے نے اپنے پہلے اور دوسرے درجے اس کام کے لئے بورڈ کے سپرد کئے تھے۔ ستیا تھانے کے گنجان حلقے میں سے دو استادوں کو بلایا گیا اور [illegible] دیئے [illegible]۔

اور ۵ار جنوری سے انھیں ان بچوں کو نئی تعلیم کی اسکیم کے مطابق تعلیم دینے پر تعینات کیا گیا۔ بنیادی تعلیم کی نمائش کے پنڈال میں ان دو جماعتوں کے مدرسے کو بھی جگہ دی گئی تھی۔ صبح ۸ بجے سے ساڑھے دس بجے تک اور پھر دوپہر کو ڈھائی بجے سے پانچ بجے تک ان کے کام کا عملی مظاہرہ ہوتا تھا۔ پہلی جماعت کے دس لڑکے تھے۔ ان لڑکوں کو استاد تماشائیوں کے سامنے ربط کے ساتھ سبق پڑھاتا تھا اور دکھاتا تھا کہ تکلی کے کام کے ذریعے کس طرح ریاضی، سماج کا مطالعہ اور کھیل کود وغیرہ کا ربط پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس تھوڑی سی مدت میں بچوں نے جو کچھ ترقی کی تھی وہ بنیادی نصابِ تعلیم کے اعتبار سے کافی اطمینان بخش تھی۔ دستکاری کا کام بھی وہ بچے بخوبی سیکھ گئے تھے۔ اس عملی تعلیمی مظاہرے سے تماشائیوں کی کافی بڑی تعداد متاثر ہوئی اور ربط کے ذریعے تعلیم کی اسکیم کے متعلق انھوں نے بہت کچھ واقفیت حاصل کر لی۔ لطف کی بات یہ تھی کہ ہر چند مدرسے پر تماشائیوں کا ہجوم رہتا تھا لیکن اس کے باوجود بچے نہایت یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ اپنا کتائی وغیرہ کا کام کرتے رہتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفسیاتی پہلو سے کسی مفید ہاتھ کے کام کے ذریعے تعلیم دینے کا اصول کس قدر کامیاب اصول ہے۔ بچے صاف ستھرے ہو کر اور کھادی کے کپڑوں میں ملبوس ہو کر آتے تھے اور نہایت دلچسپی کے ساتھ اپنا کام کرتے تھے۔

اسی کے ساتھ ساتھ پٹنہ ٹریننگ اسکول کے طالب علموں نے بھی جو آگے چل کر استاد بنیں گے — دھنائی سے لے کر کتائی تک کے تمام مدارج کا عملی مظاہرہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ بنیادی تعلیم کا ایک اور نمائش گھر تھا جس میں ہر ادارے کو اپنی مرضی اور پسند کی چیزوں کی نمائش کرنے کی پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ بیچ میں ہندوستان کا ایک نقشہ آویزاں کیا گیا تھا جس میں بنیادی تعلیم کے تمام مراکز دکھائے گئے تھے۔ کل ۱۴ ٹریننگ اسکولوں اور بنیادی اسکولوں کے پانچ نہایت گنجان حلقوں نے نمائش میں شرکت کی تھی۔*

* رام گڑھ کانگریس کی بنیادی تعلیم کی نمائش میں مندرجہ ذیل اداروں نے شرکت کی تھی:-

بیسک ٹریننگ اسکول — سری نگر، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، الہ آباد، پٹنہ، برہی، داڑھیہ، اکتار کام (گجرات)، لونی (مہاراشٹر)، دھارواڑ (کرناٹک)، جل گاؤں، بڑھمی آشرم (گجرات)، آندھرا جاتیہ کلاشالہ (مچھلی پٹم)، ودیامندر ٹریننگ اسکول اور ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ وردھا۔

ابتدائی مدرسے — جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، بیتیا تھانہ، ضلع چمپارن، بہار، بارڈولی تعلقہ (گجرات)، دھارواڑ تعلقہ (کرناٹک)۔ پارولا تعلقہ، کھنڈالا تعلقہ (مہاراشٹر)۔

تومنا، دُھننا اور پونیاں بنانا

[تعلیم کے ذریعے کی حیثیت سے جو بھی دستکاری چنی جاتی ہے، اُس کے رگ رگ میں تعلیم کے اتنے امکانات پوشیدہ ہوتے ہیں کہ ایک چھوٹے سے مضمون کے اندر ان کی پوری تفصیل ممکن نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس چیز کو سمجھانے کے لئے کہ کتائی، تکلے کا کام اور باغبانی کے ذریعے تمام مضامین کی تعلیم کس طرح دی جا سکتی ہے، تینوں دستکاریوں کا ایک ایک پہلو لے کر اس اصول کو مختصراً واضح کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اُسی کی ایک مثال ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اُستادوں سے درخواست ہے کہ وہ اسے صرف ایک اشارے کی حیثیت سے سمجھنے کی کوشش کریں، یہ نہ سمجھ لیں کہ اس میں تعلیم دینے کے تمام امکانات کی پوری تفصیل دی گئی ہے۔ تعلیم کی رو تو ایک بے پناہ سیلاب ہے لیکن یہاں نصابِ تعلیم کے نقطۂ نظر کے مطابق اور عوام کو سمجھانے کی غرض سے مختلف مضامین کو الگ الگ کر کے دکھایا گیا ہے۔]

مدیرہ

بنیادی دستکاری: کتائی

اس کا پہلو — روئی یعنی اوٹی ہوئی کپاس کو خود دُھن کر پونیاں بنانا۔

ضروری سامان:- ہاتھ کی اوٹی ہوئی کپاس، تکلی، موسنج کی دھنکی، ہتھا، پٹلا، پونی کی سلائی، ۱½ فٹ لمبی اور ۱½ فٹ چوڑی چٹائی (سرکی یا نرکل کی)، گہرے رنگ کا کوئی کاغذ جس پر حروف لکھے ہوں، بجھا ہوا چونا یا اُجلی راکھ، لکھنے کے لئے کھاڑی کی ڈبیہ، تاڑ کے پتے کی تین ٹوکریاں (ایک اوٹی ہوئی کپاس کے لئے، دوسری تنی ہوئی روئی کے لئے، تیسری دھنی ہوئی روئی کے لئے)، پونیاں رکھنے کے لئے کاغذ، کوڑا اور روئی کے لئے ایک ٹوکری، دُھننے والے بچوں اور استاد کے لئے رومال (ناک ڈھکنے کے لئے)۔

ضروری جگہ:-

لپی ہوئی اور خشک زمین ہو یا صاف ستھرا فرش۔ ہوا کا جھونکا نہ ہو لیکن روشنی کافی ہو۔ (دھننے کے لئے جگہ ذرا اونچی ہو (دو اینٹیں لگا کر بھی اونچی کی جا سکتی ہے۔)

کام کے اجزاء

اوٹی ہوئی کپاس جگہ اور موسم دیکھ کر دھوپ میں سکھانا۔ پھر اتفاقاً دل وآخر ہر عمل کے بعد کیے بعد دیگرے کچرے کو نکالنے کی ضرورت

باقی رہتی ہے ۔)

ٹونٹنا یا ٹُنٹنا :۔

(۱) روئی کو ہاتھ میں رکھ کر سلجھانا ۔
(۲) بغیر توڑے ہوئے ایک ریشے کو دوسرے سے الگ کرنا ۔
(۳) کم سے کم ایک فٹ لمبی لچھیاں بنانا ۔
(۴) لمبے لچھے کو الگ الگ کرکے ہاتھ پر تہہ کرنا ۔
(۵) ریشے کو متوازی کرتے ہوئے تہہ بہ تہہ رکھنا ۔

ہر عمل کو تین چار مرتبہ کرنا چاہیے ۔ ٹنی ہوئی روئی کی یہ پہچان ہے کہ جب ریشے ریشم کی طرح چکنے لگیں تو سمجھنا چاہیے کہ ٹننے کا عمل پورا ہوگیا ۔ ٹونٹنے کے بعد روئی کو سکھانا نہیں چاہیے ۔

دُھننا :۔

(۱) دُھنکی کے دونوں سروں کو پانی سے بھگونا
(۲) پہلی مرتبہ ایک آنے کے وزن کی روئی لے کر دُھننا ۔ مشق ہو جانے پر آٹھ آنے کے وزن کی روئی لے کر دُھننا ۔
(۳) ہموار کی ہوئی روئی اوپر سے نیچے کی طرف کو تہہ بہ تہہ دُھننا ۔
(۴) دُھنکی کے ایک سرے کو ۶ انچ کی لمبائی پر پکڑنا اور بائیں مٹھی کے سامنے والی انگلی سے دھنکی میں لرزش پیدا کرنا ۔

دھنی ہوئی روئی کی پہچان

(۱) ریشے ایک دوسرے سے الگ ہوں ۔
(۲) نیچے کے لکھے ہوئے حروف صاف صاف پڑھے جائیں ۔

پونیاں بنانا :۔

پہلی مرتبہ ایک آنے کے وزن کے برابر دُھنی ہوئی روئی لے کر اس کی پونیاں بنانا ۔ دُھنی ہوئی روئی پہلے پٹلے پر ہموار کرکے رکھنا پھر اوپر سے نیچے کی طرف کو ایک طرف سے پونی کی سلائی کو گھمانا ۔ ایک طرف انگوٹھا لگا کر پونی میں گولائی پیدا کرنا ۔ اچھی پونیوں کی پہچان یہ ہے کہ پونیاں نہ بہت زیادہ سخت ہوں نہ بہت زیادہ ہلکی نہ بہت پتلی ہوں نہ زیادہ موٹی ۔ بیچ میں کہیں سے الگ نہ ہوتی ہوں ۔

سلسلے وار کاغذ میں رکھ کر لپیٹنا تاکہ کاتتے وقت ایک ہی پونی ایک وقت میں باہر آئے ۔ پونیوں کا پلندا حفاظت سے رکھنا تاکہ اس میں نہ زیادہ خشکی آنے پائے نہ زیادہ نمی ۔

عام سائنس اور مادری زبان* :۔

روئی کو دھوپ میں کس لئے اور کس وقت سکھانی چاہیے ؟ ٹونٹنے کی ضرورت کیوں ہوتی ہے ؟ ریشوں کو جب ہموار اور متوازی کرکے رکھ لیا جائے تو اس وقت اسے سکھانے کی ضرورت کیوں باقی نہیں رہتی ؟ دُھنائی کے لئے سب سے اچھا موسم کونسا ہے ؟ دھنائی سے دُھنکی کے سروں پر پانی کیوں ڈالنا چاہیے ؟ گٹکی اور انگلی سے دھنکی میں جو لرزش پیدا کی جاتی ہے ان میں باہم کیا فرق ہے ۔ دھنائی کرتے وقت ناک کو رومال سے بند کیوں کر لینا چاہیے ؟ راکھ کا کیوں استعمال ہوتا ہے ؟ کس چیز کی راکھ اچھی ہوتی ہے ؟ آخر اپلی کی راکھ کیوں موزوں نہیں ہوتی ؟ دُھننے کی جگہ کسی قدر اونچی کیوں ہونی چاہیے ؟ پونیاں بنانے کے لئے دباؤ کتنا ہونا چاہیے ؟ پونی کی سلائی کا سوراخ کتنا چوڑا ہونا چاہیے ؟ پونیوں کے لئے نہ زیادہ گرمی نہ نمی نہ خشکی کیوں ہونی چاہیے ؟ دھنی ہوئی روئی کے نیچے گہرے رنگ کے حروف کیوں ہونے چاہئیں ؟ دُھنائی کے لئے ہوا کے جھونکے کیوں مضر یا ناموزوں ہوتے ہیں ؟ روشنی زیادہ کیوں ہونی چاہیے اور زمین کو خشک کیوں ہونا چاہیے ؟ وغیرہ ۔

حساب :۔

ناپ تول

تول کر روئی لینا ' پونیوں کو تولنا ' ایک آنے کے وزن کے برابر دھنی ہوئی روئی لے کر ایک آنے بھر کی پونیاں بنانا ' آنا ' تولہ .... دھنائی اور پونی بنانے کے اوزان کے ناپ ...
... فٹ ' انچ ' ہاتھ ۔

آسان شکلوں کی پہچان

دُھنائی اور پونیاں بنانے کے اوزاروں کی شکلوں کی پہچان ۔

گنتی ' جمع اور تفریق کی مشق

پونیوں کا شمار ۔ ہر بچے اور جماعت کے سے ردی اور اُڑ کر ردی ہونے والی روئی کی مقدار کا اندازہ ، روزانہ کی دُھنائی اور پونیاں بنانے کا حساب رکھنا (ماہوار یا ہفتہ وار حساب)

وقت

رفتار کا حساب لگانا ۔

سماج کا علم

عملی مشق

پونیوں کو حفاظت سے رکھنا ' اوزار اور سامان کو سلیقے اور ترتیب سے رکھنا ۔ ٹولیاں بنا کر ساری جماعت کے لئے پونیاں تیار کرنے کی ترتیب و تنظیم ۔ دھنائی کے کمرے کی صفائی ۔ انفرادی اور اجتماعی صفائی ۔

مادری زبان

کپاس ' روئی ' گالا ' کچرا ' ردی ' ریشہ ' لچھا ' متوازی ' دھنکی ' سرا ' لرزش ' گٹکی ' پونی ' پونی کی سلائی ' ہتھا ' پٹلا ' انگوٹھا ' کھیرا ' مونج ' تانت ' بانس ' چٹائی ' سرکی ' نرکل ' چونا ' راکھ ' ڈبیا ' تاڑ کے پتوں کی ٹوکری ' رومال اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ کا علم ۔

مختلف عمل

سامان اور اوزار کے سلسلے میں بات چیت ۔

---

* اس میں جو تعلیمی پہلو ہے وہ عام سائنس کا مضمون ہے اور اس سلسلے میں بات چیت کرنا مادری زبان کی تعلیم ۔

سماج کا علم اور مادری زبان
سماج کے علم میں رہنے والوں کا مرتبہ اور ان کی حالت ۔

دُھنے بزرگ [illegible] کی کہانی ۔ ان کے [illegible] کی کہانی ۔ دوسرے ملکوں میں دُستکاری کا طریقہ ۔ پُرانے زمانے کی دُستکاری کا طریقہ شامل ہیں ۔

تبصرے

نئی تعلیم کا آئینہ

یہ کتاب جناب رام پرشاد صاحب بی۔ اے (علیگ) کی لکھی ہوئی ہے۔ موصوف یو۔ پی کے محکمۂ تعلیم کے پنشن یافتہ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اس لئے بظاہر انھیں اب سے چالیس پینتالیس برس کی قدیم غیر نفسیاتی تعلیم کا نمونہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تیس پینتیس سال کے ذاتی تجربات نے آپ کو تعلیم کی ان نفسیاتی ضروریات کا حامی بنا دیا جو "جدید تعلیم" کی روح سمجھی جاتی ہیں۔ "نئی تعلیم کا آئینہ" اس لحاظ سے بہت مفید اور کارآمد کتاب ہے کہ اس میں جو بات لکھی گئی ہے اُس کی بنیاد مصنف کے ذاتی مشاہدے اور تجربے پر ہے۔

کتاب [illegible] کی تقطیع پر تقریباً ۰۰۰ صفحات کی ضخیم ہے۔ اس کے باوجود بھی غیر دلچسپ نہیں۔ بیان میں شگفتگی ہے۔ کتاب کے ابتدائی ۱۲۰ صفحات میں مصنف نے نہایت دلچسپ طریقے سے بچوں کی نفسیاتی ضروریات کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اُستاد کی ذمہ داری ان نفسیاتی ضرورتوں اور ان کی نزاکتوں کی وجہ سے کتنی زیادہ ہے۔ اسی سلسلے میں مصنف نے پرانے طرز تعلیم اور ہمارے پنڈتوں اور مولویوں کی معذوریوں اور مجبوریوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ حصہ عام واقفیت اور دلچسپی کے لحاظ سے بہت اچھا ہے لیکن کتاب کا اس کے بعد والا حصہ ہر مدرس کے لئے بے حد کام کا ہے۔ اس میں مصنف نے مختلف طریقوں سے یہ بتایا ہے کہ زبان، حساب، جغرافیہ، تاریخ، ڈرائنگ کی تعلیم کو کس طرح بچوں کے نقطۂ نظر سے زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد بنایا جا سکتا ہے۔ ہمارے مدرسوں میں بچوں کو جس خشک اور غیر دلچسپ طریقے سے ان مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس کے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں انہی کی شاہد ہمارے مدرسوں سے نکلے ہوئے بچوں کی حالت ہے۔ ان طریقوں میں تبدیلی اور ترقی کی کہاں تک گنجائش ہے اس کا اندازہ "نئی تعلیم کا آئینہ" کو پڑھ کر کیا جا سکتا ہے۔ مصنف نے بڑی کاوش سے ہر مضمون کے کچھ سبق دے کر ان کے عملی پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے، خاص کر جغرافیہ اور تاریخ کے مطالعے کے سلسلے میں جو مفصل اور عملی مشورے دیئے ہیں وہ تھوڑے بہت فرق اور اختلاف کے ساتھ ہر مدرس کے لئے، قابل قبول و عمل ہیں۔

مختلف مضامین کی تعلیم سے کسی قدر تفصیلی بحث کرنے کے بعد مصنف نے "ورزش اور کھیل"، "مدرسے میں لڑکیاں"، "ملک کی خدمت اور اسکاؤٹنگ" اور "بورڈنگ ہاؤس کی زندگی" کے عنوانات سے مدرسے کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور اُن مسائل میں بھی جہاں قدیم اور جدید کا اختلاف پیدا ہوا ہے، مصنف نے نئے زمانے کی نئی ضرورتوں کا ساتھ دیا ہے۔

کتاب کو پڑھ کر بہت مسرت ہوتی ہے اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہمارے ہزاروں مدرّسوں میں سے تھوڑے سے بھی ایسے ہوں جو اپنے رسمی جمود سے نکل کر زیر تبصرہ کتاب کے مصنف کی طرح اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات کو دوسروں تک پہنچا سکیں تو ہماری تعلیم نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔ جن میں کام کرنے کی صلاحیت ہے لیکن نئی راہیں پیدا کرنے کی نہیں، جو عمل تو ہر طرح کر سکتے ہیں لیکن فکر کی نعمت سے محروم ہیں، اُنھیں اگر دوسروں کی دکھائی ہوئی روشنی سے چھپے ہوئے راستے دکھائی دینے لگیں تاہم تعلیم کو کچھ سے کچھ بنا سکتے ہیں۔

اس کتاب کو جو آسانی سے خرید کر پڑھ سکتا ہے اُسے ضرور پڑھنی چاہئے۔ کتاب منشی رام پرشاد ماتھر بی۔ اے (علیگ) نمبر ۱۶ سروجنی دیبی لین، مقبول گنج کرہ، لکھنؤ سے مل سکتی ہے۔

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں — مطبوعہ: جید برقی پریس — مدیرہ: آشا دیوی

رجسٹرڈ نمبر: ایل ۷۴۴۴

(ہندستانی تعلیمی سنگھ کا پرچہ)

جلد ۲، نمبر ۵	دہلی - مئی سنہ ۱۹۴۰ء	قیمت سالانہ عہ/

بنیادی تعلیم کے دو سال

اپریل ۱۹۴۰ء میں بنیادی تعلیم کے تجربے کو دو سال پورے ہو گئے۔ اپریل ۱۹۳۸ء میں اس نئی تعلیم کا پہلا مرکز ودیا مندر ٹریننگ اسکول کے نام سے قائم ہوا تھا اور وہاں کتائی اور گتے کے کام کو بنیادی حرفہ بنا کر اس تعلیم کا تجربہ شروع کیا گیا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ہندستان کے کچھ صوبوں میں بنیادی تعلیم کا کام آگے بڑھنے لگا۔ ٹریننگ اسکول کھولے گئے، استادوں کی تیاری شروع ہوئی اور جوں جوں استاد تیار ہوتے گئے، دیہاتوں میں دیہاتی بچوں کو لے کر اس تعلیم کا تجربہ کیا جانے لگا۔ کہیں کہیں تو (مثلاً بہار اور وسطی صوبے میں) نئے مدرسے کھولے گئے اور کہیں ڈسٹرکٹ بورڈ یا لوکل بورڈ کے مدرسوں میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے وہاں پہلے دو تین درجوں میں یہ تجربہ کیا گیا۔

آج ۱۹۴۰ء میں ہندستان کے سات صوبوں میں اس نئی تعلیم کا تجربہ ہو رہا ہے اور چودہ ٹریننگ اسکولوں میں بنیادی تعلیم کے استاد تیار ہو رہے ہیں۔ بنیادی مدرسوں کی تعداد ایک ہزار سے اوپر پہنچ چکی ہے۔ ہندی، اردو، مرہٹی، گجراتی، کناڑی، اڑیہ، تیلیگو اور تامل زبانوں میں بنیادی تعلیم کا ادب پیدا ہو رہا ہے۔ ۵۰۰ سے زیادہ استاد تیار ہو چکے ہیں اور دیہاتی مدرسوں میں کام کر رہے ہیں اور ۶۰۰ سے زیادہ استاد ابھی تعلیم پا رہے ہیں۔ اکیلے یوپی ہی میں ۱۷۵ ابتدائی مدرسے کے استادوں کو ٹریننگ کا ایک چھوٹا سا کورس (Refresher's Training course) پڑھا کر ہر ضلعے میں ۹۰ مدرسوں میں اس نئے تعلیمی تجربے کو شروع کیا گیا ہے۔

مگر یہ تو اس تجربے کا معمولی سا خاکہ ہے۔ اس دو سال میں نئی تعلیم کو جو ترقی ہوئی ہے اس میں امید اور حوصلے کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مگر ہمارے کام کرنے والوں کے لئے ان سب باتوں کا جاننا ضروری نہیں ہے جتنا یہ سوال ہے کہ اس نئی تعلیم کی تہ میں جو بھید چھپے ہوئے ہیں اور اس کا جو اصل مقصد بنایا گیا ہے اس سے ہم کتنے قریب ہوئے ہیں، اس مقصد کے حاصل کرنے میں ہمیں کتنی کامیابی ہوئی ہے اور اس راہ میں ہمیں کن کن اور کس کس طرح کی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

اس تعلیمی اسکیم کے سامنے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہندستان کے تمام بچوں کو ہمہ گیر اور سچی تعلیم دی جائے۔ ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اس مقصد کی طرف ابھی ہم بہت کم بڑھ سکے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جو تجربہ ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ ابتدائی مدرسوں کے استادوں کو نئی اسکیم کے سانچے میں ڈھالا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس تعلیم کے تجربے سے بچوں کی حاضری کی تعداد ہر مدرسے میں بڑھ گئی ہے اور ان میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ بچے کھنچ آتے ہیں۔

پچھلے دو سال میں تعلیم کو پھیلانے کے سلسلے میں بہار اور وسطی صوبے میں کسی قدر تیزی سے کام لیا گیا ہے۔ بہار کے ضلع چمپارن میں جہاں پہلے تعلیم کا سرے سے کوئی انتظام ہی نہیں تھا، ۳۵ نئے مدرسے کھولے گئے ہیں۔ ان مدرسوں کی عمارت، تعلیمی سامان، استادوں کی تنخواہ وغیرہ کے قریب قریب سبھی خرچ صوبے کی سرکار نے اٹھائے ہیں۔ (اس تجربے کا پورا حال مارچ کے پرچے میں دیا جا چکا ہے۔)

ایک بات اور ہے بچوں اور استادوں کی تعلیمی زندگی میں اس نئی تعلیمی اسکیم سے کیا کیا تبدیلی ہوئی ہے؟ نئی تعلیم کا دعویٰ ہے کہ اس سے تعلیمی دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ وہ اس طرح کہ ہمیں کسی ایک حرفے کے ذریعے بچوں کی جسمانی، ذہنی اور سماجی —— غرض اس کی ساری قوتوں کو بڑھانا ہے اور ساتھ ہی انھیں سماج کا ایک ذمے دار ممبر بنانا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے پچھلے دو سال کا تجربہ اس دعوے کو کہاں تک صحیح ثابت کرتا ہے؟

سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ اس اسکیم سے بچوں کی زندگی میں ایک نئی خوشی اور امنگ پیدا ہو گئی ہے۔ پڑھانے والے، تعلیمی کام کرنے والے، ان کاموں کو پرکھنے والے اور انھیں دور سے دیکھنے

والے سب اس بات کو مانتے ہیں کہ مدرسہ بچوں کے لئے اب ڈر رہنے کی جگہ نہیں رہی۔ اب وہ ان کے لئے خوشی کی جگہ بن گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ استادوں کا تجربہ یہ ہے کہ بچوں میں ایک نئے قسم کی زندگی اور امنگ پیدا ہو گئی ہے اور ان کے دل جاگ چکے ہیں۔ ان کے اندر اب حوصلہ اور امنگ پیدا ہو چکے ہیں۔ اس تجربے کو دیکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نئی تعلیم کا یہ دعویٰ صحیح ثابت ہوا۔ بچوں میں علم سیکھنے کا شوق جاگ گیا۔

اب دوسرا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے یہ ہے کہ اس نئے تعلیمی تجربے کے ذریعے ہم بچوں میں کتنا علم پیدا کر سکے ہیں۔ اس مسئلے پر سوچتے وقت ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس تجربے کے شروع میں پہلے استادوں کو ادھورے طور پر تیار کر کے تجربے کے لئے کام کے میدان میں بھیج دیا تھا اس لئے وہ حرفے کے بارے میں آسانی سے جان سکے جتنا جاننا ضروری تھا۔ دوسری بات یہ کہ ابھی تک پہلے دو درجوں کے بچوں کو لے کر تجربے کئے گئے ہیں اور ان کو ضروری باتیں سکھانے اور پڑھانے کا سامان بہت تھوڑا ہے۔ اس لئے یہ بات اچھی طرح نہ جانی جا سکی کہ حرفے کے ذریعے کتنا کچھ بتایا اور سکھایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہونے پر بھی پہلی تعلیمی کانفرنس میں ادھورے تجربے والے جتنے کام کرنے والے اکٹھے ہوئے تھے ان کی رائے رہی ہے کہ "پچھلے دو سال کے تجربے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ربط کے اصول پر تعلیم دینا ممکن ہے اور تعلیمی نظر سے مفید بھی۔ لیکن اس اصول کو زبردستی ہر جگہ ٹھونسنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔"

اس تجربے کو دو سال ہو گئے۔ لیکن لوگ اب بھی یہ سوال کرتے ہیں کہ اسکیمو کی کہانی یا چین کے قدیم بادشاہوں کے قصے کو بنیادی حرفے سے کس طرح ربط دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس کے جواب کو یہاں دہرا دینا ضروری ہے کہ تعلیم کا مقصد ہے ذہن و دماغ کو ترقی دینا اور اسے جگانا۔ تعلیم کا صرف یہی ایک مقصد نہیں ہے کہ دماغ میں علم کا خزانہ بھر دیا جائے۔ اس نئی تعلیم سے اگر بچوں کی سوچنے کی قوت بیدار ہوئی، ان کے اندر تلاش اور کھوج کا جذبہ پیدا ہوا تو ہم سمجھیں گے کہ ہم تعلیم کا اصل مقصد حاصل کر سکے ہیں۔ اگر یہ حاصل ہو گیا تو یہ بات کہ وہ چین کے قدیم بادشاہوں اور اسکیمو لوگوں کی کہانیاں جانتے ہیں یا نہیں اور اگر جانتے ہیں تو کس طرح سے جانتے ہیں، معمولی سی رہ جاتی ہے۔ کتائی کے ذریعے مثلث کے قاعدے کو سمجھانے کے طریقے سے بڑا اور ضروری مسئلہ یہ ہے کہ بچوں کے اندر وہ علمی کھوج کا جذبہ کیسے پیدا کیا جائے جو مثلث کے قاعدے کے معلوم کرنے والے کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ بنیادی تعلیم کا آخری مقصد یہی ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ بچوں میں علم کو اپنانے اور بڑھانے کی امنگ اور حوصلہ پیدا کیا جائے۔ یہ مقصد تو بہت بعد کا ہے لیکن ہمارے ملے جلے تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نئی تعلیمی اسکیم سے بچوں کی مدرسے کی زندگی میں ایک نئی خوشی اور کھوج کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ یہ چیز ہماری کامیابی کا ثبوت ہے۔

مگر ابھی یہ سوال اپنی جگہ پر رہتا ہے کہ یہ تعلیم بچوں کے لئے جیسی خوشی اور امنگ لائی ہے، کیا اسی طرح کی کوئی چیز استادوں کے لئے بھی اس میں ہے؟ اس نئی اسکیم سے استادوں کی ذمے داری اور محنت بہت بڑھ گئی ہے۔ اب وہ پہلے کی طرح صرف کتاب کی پڑھائی یا نصاب تعلیم کو ختم کرا دینے پر بس نہیں کر سکتے۔ ان کے سامنے نہ اس نئی اسکیم کا ادب موجود ہے اور نہ ان کے پاس اس تعلیم کا کافی سامان ہی ہوگا۔ دور دور کے دیہاتوں میں جہاں ان کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ مددگار، وہ اکیلے اپنی طاقت اور حوصلے پر بھروسا کر کے اتنی بڑی ذمے داری کو کس طرح پورا کر سکیں گے، اس میں انھیں خود کوئی خوشی معلوم ہوگی یا نہیں، ان کی تلاش و جستجو کا جذبہ اس تجربے سے کچھ ترقی پاتا ہے یا نہیں؟ یہ ہیں وہ باتیں جن پر بنیادی تعلیم کی آئندہ کامیابی کا دار و مدار ہے۔

ان باتوں کو سامنے رکھ کر اب ہمارا یہ کام ہے کہ تجربے کے اس تیسرے سال میں ہم اپنا مقصد اور پروگرام مقرر کر لیں۔ ہمیں یہ بات مان لینی چاہئے کہ اس تجربے کا ابتدائی کام شروع ہو چکا ہے۔ اگر تعداد یا اس کے پھیلاؤ کے لحاظ سے دیکھئے تو ان دو برسوں کی ترقی کی رفتار ہمیں آگے بڑھنے کے لئے اکسائے گی۔ ہم یہ مان سکتے ہیں کہ اس نئی تعلیمی اسکیم سے بچوں کی زندگی میں ایک نئی خوشی اور امنگ پیدا ہو چلی ہے۔ دو سال کے تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حرفے کے ذریعے بچوں میں معلومات بڑھانے اور ان کے اندر کھوج اور جستجو کا جذبہ بہت زیادہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ابھی ہمیں اطمینان کا سانس نہیں لینا چاہئے۔ ہمارے اس سال کا پروگرام یہ ہونا چاہئے کہ اس کے پھیلاؤ کی فکر چھوڑ کر جتنا کچھ اس دو سال میں ہو چکا ہے ہم اسے مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔ ہمیں سب سے پہلے بنیادی تعلیم کے استادوں کی طرف دھیان دینا چاہئے۔ اس لئے کہ انھی استادوں پر بنیادی تعلیم کی کامیابی منحصر ہے۔ جو استاد ابھی دیہاتی مدرسوں میں کام کر رہے ہیں، ان کے لئے بنیادی تعلیم کا ادب مہیا کرنا ہے۔ ان کی امداد کے لئے صحیح اور سچے مشاہدے کا سامان کرنا ہے۔ ہر ٹریننگ اسکول اگر اپنے پرانے طالب علموں کے ساتھ میل جول بڑھانے کی کوشش کرے تو ہم اس کام میں بہت آگے بڑھ سکتے ہیں۔ یہ زمانہ گرمی کی چھٹیوں کا ہے۔ یہ ہمارا مشورہ ہے کہ اس چھٹی کا کچھ حصہ اگر استادوں کے مدرسے کے کچھ استاد اپنے پرانے طالب علموں کے ساتھ ان کے مدرسوں میں گذاریں اور ان کی مشکلوں کو سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ چیز اس تجربے میں بہت زیادہ مدد دے گی۔ مدد خود ان استادوں کے موجودہ طالب علموں کی تیاری میں بھی انھیں بہت مدد دے گی۔ بعض اداروں میں استادوں کی جو موجودہ جماعت ہے وہ تیسری جماعت ہوگی۔ استادوں کی تیاری کے سلسلے میں ہمارے دو سال کا جو تجربہ موجود ہے، امید ہے کہ اس کی بنیاد پر ہم ان ہونے والے استادوں کو پورے طور پر صحیح تعلیم دے سکیں گے۔

استادوں کی تیاری کے لئے اور دستکاری کے ذریعے خود بچوں کے ذہن و دماغ کو ترقی دینے کے لئے آج سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹریننگ کے ہر مرکز میں بنیادی حرفوں کا مطالعہ علم کی طرح جاری ہو۔ ایسی چیزیں جن کا حل اب تک ہمارے سامنے نہیں آیا ہے بہت سی ہیں جیسے کسی حرفے کی مدد سے کیسے تعلیم دی جا سکتی ہے، بچے مال کو کیسے دیکھا بھالا جا سکتا ہے، اس کے اوزاروں کی تیاری کے سلسلے میں کیا کیا کرنا پڑتا ہے اور اس کی ترقی کے مطالعے کے ساتھ ساتھ تاریخ، جغرافیہ، سماج کے علم، سائنس، ریاضی، ادب اور آرٹ کا علم کس حد تک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ابھی تک یہ ملک جہاں علم چھپے ہوئے ہیں، انھی کا کھوج نکالنے والوں کی راہ دیکھ رہا ہے۔ یہ کھوج بالکل ویسی ہی کھوج ہے جیسے قطب شمالی یا ہمالیہ کی چوٹیوں کی کھوج! اس لئے نئے بنیادی تعلیم کے استادوں سے، دستکاری کے استادوں سے، علم کے ماہروں سے، ادیبوں سے معلوم کیا

سے تاریخ والوں اور سماج کا علم جاننے والوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس بڑی مہم میں ہمارا ساتھ دیں اور ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ ہمارا یہ ارادہ ساری دنیا کے لئے تعلیمی میدان میں ہندوستان کی طرف سے ایک قسم کی دین ہوگی۔

دُھنائی کا علم

بچوں کے لئے کیسی دُھنکی ہونی چاہیئے

مونج کی دُھنکی

(بہار کی قدیم دُھنکی)

بہار میں اس دھنکی کا رواج بہت پہلے سے چلا آرہا ہے۔ لوگ اسے بانس والی دھنکی کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ دیہاتوں میں تو اب تک یہی استعمال ہوتی ہے۔ یہ دھنکی ایک پیسے میں تیار ہو جاتی ہے۔ اس کی تیاری میں نہ زیادہ سامان کی ضرورت پڑتی ہے نہ اس کے بنانے کے لئے کوئی فن جاننے کی ضرورت ہے اور نہ اس کی تیاری میں زیادہ وقت اور طاقت ہی درکار ہوتی ہے۔ اس دھنکی کی مدد سے جو روئی دھنی جاتی ہے، اس میں ایک خاص بات بھی ہے۔ اس دھنکی سے دھنائی کرنے کے لئے، الگ سے کسی جگہ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی یعنی آپ جہاں بھی بیٹھے ہوں وہیں اس سے روئی دھن سکتے ہیں۔ یہ اتنی ہلکی پھلکی ہوتی ہے کہ ۶ برس سے ۷ برس تک کے بچے بھی اس سے آسانی سے کام لے سکتے ہیں

اس سے جو دھنائی ہوتی ہے اس میں زیادہ پیچیدہ اوزار سے کام نہیں لینا پڑتا۔ ذرا ہوشیار دھننے والا ہو تو وہ بغیر تکلی کے صرف چٹکی کے سہارے دھن سکتا ہے۔ اس کی باریک دھنائی سے باریک سوت کاتا جا سکتا ہے۔ اس دھنکی سے دھنی ہوئی روئی سے جو پونیاں تیار ہوتی ہیں ان سے ۴۰ سے ۲۰۰ نمبر تک کا سوت کاتا جا سکتا ہے۔ اگر معمولی دھنائی کرنی ہو تو وہ بھی اس دھنکی سے ہو سکتی ہے۔ کپاس کی بہت سی ایسی قسمیں ہوتی ہیں جنہیں ہر دھنکی پر نہیں دھنا جا سکتا، مگر اس دھنکی سے ان روئیوں کو بھی آسانی سے دھن سکتے ہیں۔ آندھرا میں جس دھنکی کا چلن ہے اس کی اور اس دھنکی کی دھنائی ایک سی ہوتی ہے مگر خود دھنکیوں میں فرق ہے۔ آندھرا کی دھنکی میں بیر کی شاخ کو کمان کی شکل کا بنا لیتے ہیں اور اس پر تانت چڑھا دیتے ہیں مگر دونوں جگہ دھنائی کا قاعدہ ایک سا ہے۔

آندھرا میں بھی پہلے روئی کو چٹکی سے کھلا کرتے ہیں، پھر روئے پر چڑھا کر اسے برابر کرتے ہیں اور بنولوں کو نکال کر اور روئی کو توڑ کر دھنائی کرتے ہیں۔ یہاں بنولا ہاتھوں سے یا چرخی سے نکالتے ہیں اور پھر اسے توڑ کر اسی دھنکی کے ذریعے دھنتے ہیں۔

بچوں کی جماعتوں کے لئے جس طرح تکلی ضروری ہے اسی طرح بہار کی یہ چھوٹی سی، ہلکی پھلکی اور سستی بانس والی مونج کی دھنکی بھی فائدے اور کام کی ہے۔ اس کے استعمال کے لئے کچھ زیادہ جھنجھٹ نہیں کرنا پڑتی۔ جماعت میں پڑھاتے لکھاتے وقت اس دھنکی کو بیچ میں لاکر بڑی کامیابی کے ساتھ دوسرے مضمونوں کا ربط پیدا کیا جا سکتا ہے۔ طالب علم جس طرح اپنے پڑھنے لکھنے کا سامان ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہے اسی طرح وہ تکلی اور اس چھوٹی سی دھنکی کو بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اس کی دھنائی سے دھنتے وقت خوشی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ دھنی ہوئی روئی کی ٹھیک جانچ یہ ہے کہ وہ سمندر کے پھین یا سفید بادل کے ٹکڑوں کی طرح ہو یا اسے اگر کتاب کے ورق پر رکھ دیا جائے تو کتاب کا ایک ایک حرف صفائی کے ساتھ پڑھا جا سکے۔ ان تمام باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے تو بہار کی یہ "مونج کی دھنکی" زیادہ فائدے اور کام کی ہے۔

اس دھنکی میں اگر کوئی کمی یا خرابی ہے تو وہ یہ کہ اس سے روئی کم دھنی جاتی ہے اور ایک گھنٹے میں زیادہ سے زیادہ ۱۲ آنے بھر روئی دھنی جا سکتی ہے۔ مگر جماعت میں تکلی کے ساتھ کے اس ربط کا جہاں تک تعلق ہے یہ نہایت اچھی چیز ہے۔ ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ کام کم ہوا یا زیادہ بلکہ ہمیں اس چیز پر توجہ رکھنی ہے کہ جو کچھ کام ہوتا ہے کم یا زیادہ وہ خوبصورت اور سلیقے کا ہوتا ہے اور اس سے بچوں کی ذہنی، جسمانی، دماغی اور تعلیمی ترقی میں مدد ملتی ہے۔

بناوٹ:۔

(۱) خوب پختہ بانس لے کر اسے چار روز تک ہوا اور دھوپ میں سکھائیں، بانس چام بانس ہونا چاہیئے۔

(۲) چار پانچ روز تک سکھانے کے بعد اسے پانی میں ڈال دینا چاہیئے جہاں وہ چار پانچ روز تک پڑا رہے۔

(۳) پانی میں سے نکال کر اس کے چار یا آٹھ برابر برابر پھٹے چیریں۔ ان میں سے مضبوط پھٹے لے کر ان کو خوب رندا کریں (پھٹے تین تین فٹ کے ہونے چاہئیں۔) اس کے بعد ان کو یہاں تک نم دیا جائے کہ وہ کمان کی شکل کے ہو جائیں اور اس شکل کو قائم رکھنے کے لئے تانت کی جگہ ان کے دونوں سروں پر رسی جکڑ کر باندھ دی جائے اور اس وقت کھولی جائے جب وہ کمان کی شکل کا پھٹا بالکل سوکھ جائے۔ سوکھنے کے بعد رسی کو "مونج کی تانت" سے بدل دیا جائے۔ لیجئے یہ آپ کی مونج کی دھنکی تیار ہو گئی۔

مونج سرکنڈے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔ سرکنڈا جب خوب پک جاتا ہے اور اس میں مور پنکھ کی طرح کے پھول لگ جاتے ہیں

تو لوگ اس پھول کو الگ کر کے سرکنڈے میں سے مونج نکال لیتے ہیں اور اُسے ہوا اور دھوپ میں سکھا لیتے ہیں اور حفاظت سے رکھ لیتے ہیں۔ اسی مونج سے رسی بھی بنائی جاتی ہے۔ اس کی لمبائی ۴ فیٹ سے ۸ فیٹ تک ہوتی ہے۔ اسے دھوئیں اور پانی سے بچا کر رکھنا چاہئے ورنہ خراب ہو جاتی ہے۔ جب مونج کی تانت بنانی ہو تو پہلے اُسے ۶ گھنٹے تک پانی میں بھگونا چاہئے۔ اس کے بعد اسے چیر کر اس کے ۴ یا ۸ حصے کر لیے جائیں۔ اس بات کا دھیان رہے کہ مونج کے تار بہت تیز ہوتے ہیں۔ اس کے حصے چاقو کی مدد سے کئے جائیں ورنہ ہاتھ کٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اب ان ۴ یا ۸ حصوں میں سے ایک حصہ کو لے کر اس کے دونوں سروں کو اینٹھنا چاہئے پھر اس کے بعد پانی کا چھپکا دیکر ہاتھ سے اسے خوب چکنا اور گول کرنا چاہئے۔ جب خوب اینٹھن چڑھ جائے تو بانس کی جو کمان تیار کی گئی ہے اس کے سروں پر سے رسی کو کھول کر یہ تانت چڑھانی چاہئے۔ ایک اور بات یہ یاد رکھنی چاہئے کہ دھننے سے پہلے دھنکی کے سروں پر مونج کے باندھنے کی وجہ سے جو گانٹھ پڑ جاتی ہے اُسے پانی سے تر کر دینا چاہئے۔ مونج کو پانی سے تر کر دیا جائے تو وہ مضبوط ہو جاتی ہے اور ٹوٹتی نہیں ہے۔

یہ تو ہوئی مونج کی دھنکی کی بناوٹ، اب رہ جاتے ہیں ڈبی دھنکی، پنجن وغیرہ جو آندھرا کی دھنکی کے لئے ضروری چیزیں ہیں۔ آئندہ میں ان اوزاروں پر، دھنائی کے اصول پر بھی مضمون شائع کراتا رہوں گا اور اس کے بعد کتائی اور دھنائی کی خاص باتیں اور اس کے سلسلے کے حساب کتاب پر بھی اپنے تجربات آپ کے سامنے پیش کرتا رہوں گا۔

شری نرائن چودھری،

بیسک ٹریننگ اسکول، پٹنہ

بنیادی تعلیم کی رفتار

صوبہ متحدہ:-

بنیادی تعلیم کے تجربے میں صوبہ متحدہ میں کچھ خاص باتیں ہیں دوسرے صوبوں میں جہاں محدود تعداد کے مدرسوں یا چھوٹے چھوٹے قطعات ان علاقوں میں یہ تجربہ شروع کیا گیا ہے وہاں اس صوبے میں سارے صوبے کے لئے ایک خاص اسکیم بنا کر بڑے پیمانے پر اس کام کو چلایا جا رہا ہے۔ اس نئی تعلیم کے تجربے میں سب سے بڑی جو ضرورت ہے وہ ہے استادوں کی تیاری۔ اسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے ۱۹۳۹ء میں اس صوبے کے ابتدائی مدرسوں کے موجودہ استادوں کو اس نئی تعلیمی اسکیم میں کام کرنے کے لئے سات تیاری کے مرکز (Refresher Training Centre) کھولے گئے تھے اور ہر مرکز میں ۵۰ استادوں کو تین تین ماہ کا ایک مختصر نصاب پڑھایا گیا تھا۔ اس طرح کے چار تعلیمی دور پورے ہو چکے ہیں اور آج (اپریل ۱۹۴۰ء میں) اس صوبے کے قریب ۱۰۰۰ استاد اس نئی تعلیمی اسکیم کے مطابق پڑھانے کی تعلیم پا چکے ہیں۔ جولائی ۱۹۴۰ء سے ۲۵۰۰ اسکولوں کے پہلے تین درجوں میں دستکاری کے ذریعے تعلیم دینے کے اس طریقے کا باقاعدہ تجربہ شروع ہو جائے گا۔

صوبہ متحدہ میں اس تجربے کی ذمہ داری کسی خاص محکمے پر نہیں بلکہ سارے محکمۂ تعلیم پر ہے اور ساتھ ہی ساتھ لوکل بورڈ اور میونسپلٹیوں کے افسران تعلیم کو بھی اس اسکیم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پچھلے ڈیڑھ برس کے تجربوں پر غور کرنے کے لئے اور آئندہ کا پروگرام مقرر کرنے کے لئے الٰہ آباد بیسک ٹریننگ کالج میں صوبہ متحدہ کے ڈائرکٹر تعلیمات سی۔ پاول پرائس کی صدارت میں تمام صوبے کے انسپکٹروں، اسسٹنٹ انسپکٹروں، ڈپٹی انسپکٹروں، نارمل اسکولوں کے صدر مدرس اور میونسپلٹی کے محکمۂ تعلیم کے ناظروں کا ایک جلسہ بلایا گیا تھا۔

اس جلسے کو شروع کرتے ہوئے مسٹر پاول پرائس نے فرمایا "اس نئی تعلیم کے پچھلے ڈیڑھ برس کے تجربے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس نئے نظام تعلیم سے بچوں کی شخصیت ابھرتی اور ترقی پاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جولائی ۱۹۴۰ء کے ۲۵۰۰ اسکولوں کے پہلے تین درجوں میں اور ۱۹۴۲ء تک چار درجوں میں یہ تجربہ پورا ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم ثانوی تعلیم کی منزل میں قدم رکھیں گے۔ اس وقت تک ثانوی مدرسوں میں ہم دستکاری کی تعلیم شروع کر دیں گے۔ ہمارے نزدیک معیاری مدرسہ وہ ہے جس میں بچے کے جسم اور روح کے تمام حصے پورے طور پر ترقی پا سکیں جہاں وہ فطرت سے، آرٹ سے، نغمے سے پورے طور پر لطف لے سکیں گے۔

اس منزل تک پہنچنے کے لئے ہماری دو بڑی ضرورتیں ہیں — ایک اس نئے نظام کے مطابق پڑھے ہوئے استادوں اور دوسری روپے کی۔ استادوں کی تیاری کے لئے الٰہ آباد کا بیسک ٹریننگ کالج تجربہ گاہ کا کام دے رہا ہے اور آئندہ بھی وہ یہ کام کرتا رہے گا۔ خرچ کے سلسلے میں ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارے مدرسے کی عمارت، سامان، فرنیچر وغیرہ دیہاتی ذریعوں اور کم سے کم خرچ میں بنے ہوں اور کوشش کرنی چاہئے کہ اسکول کے بچے اپنی تعلیم کے اوزار اور سامان خود ہی تیار کریں۔

ہمیں رکاوٹوں اور طرح طرح کی مشکلوں کا سامنا تو ضرور کرنا پڑے گا۔ مالی مشکلیں، انتظام کی مشکلیں، لوکل بورڈ کا الگ رہنا، لوگوں کے اعتراض، انسانی فطرت کی کمزوریاں، غرض طرح طرح کی مشکلوں سے ہمیں دوچار ہونا پڑے گا اور واقعہ یہ ہے کہ نئے تجربوں میں کامیابی کی راہیں مشکلوں کا سامنا کرنے ہی سے کھلتی ہیں اور اسی میں سچی خوشی ملتی ہے۔ لیکن اگر ہم پکے ارادے کے ساتھ ان مشکلوں کا سامنا کریں گے تو پھر ان پر قابو بھی پا سکیں گے اور ملک کی ایک ایسی خدمت کر جائیں گے جس کا اندازہ نہیں ہو سکے گا۔"

اس جلسے میں اس نئی تعلیم کے بنیادی اصول پر کافی غور و بحث ہوئی۔ بیسک ٹریننگ کالج سے ملا ہوا جو پریکٹسنگ اسکول ہے، اس میں اس کا براہ راست تجربہ بھی سکھایا گیا۔ اس جلسے سے محکمۂ تعلیم کے کام کرنے والوں میں تعلیم کے اس نئے تجربے کے لئے بہت کافی جوش پیدا ہوا ہے اور یہ امید ہوتی ہے کہ بنیادی تعلیم اب اور تیزی کے ساتھ آگے قدم بڑھائے گی۔

کشمیر:- اپریل ۱۹۴۸ء سے کشمیر میں بنیادی تعلیم کا نیا تجربہ شروع ہوا ہے۔ سری نگر کے بیسک ٹریننگ اسکول میں جو ۱۰۰ استاد تیار کئے گئے ہیں، ان کی نگرانی میں ۶۰ بنیادی اسکول کھولے گئے ہیں۔ محکمۂ تعلیم کی ایسی اسکیم ہے کہ ہر سال ۶۰ مدرسے کھولے جائیں اور ۲۵ سال کے اندر اس نئی تعلیمی اسکیم کا پورا تجربہ ممکن ہو سکے۔

کتائی کا امتحان

اپریل کے مہینے میں بنیادی تعلیم کے بہت سے تعلیمی اداروں کا سیشن ختم ہو جاتا ہے اور ہونے والے استادوں کو ان کے کام کے لئے بھیجنے سے پہلے ان کے ایک آخری امتحان کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی اصلی جانچ تو ان کے سال بھر کے کام کو سامنے رکھ کر ہوتی ہے، مگر جہاں جہاں ان کا امتحان لیا جاتا ہے وہاں کے لئے یہ مسئلہ بھی کہ امتحان کیسے لیا جائے بنیادی تعلیم کا ایک عملی مسئلہ ہے۔

سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ بنیادی دستکاری کی جانچ کس طرح کی جائے۔ یہ اس لئے کہ دستکاری کو اچھی طرح جاننے اور اس کے فن کو سمجھنے ہی پر اس نظام تعلیم کو ترقی دی جا سکتی ہے اور پھر اس لئے بھی کہ دستکاری بچوں کی تعلیم کا ایک خاص ذریعہ ہے، اس کا امتحان بھی تعلیمی دنیا کا ایک نیا تجربہ ہے۔

وردھا کے ودیا مندر ٹریننگ اسکول اور ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں ۲۲ سے ۲۵ اپریل تک کتائی، دھنائی، اگتے کے کام اور لکڑی کے کام کی دستکاریوں کا امتحان لیا گیا تھا۔ اس امتحان میں کتائی اور دھنائی کے امتحان میں جو طریقہ اختیار کیا گیا تھا، اس کا ایک مختصر سا بیان ہم اس پرچے میں دے رہے ہیں*۔

یہاں یہ بات بتا دینا ضروری ہے کہ یہ امتحان کوئی معیاری امتحان نہیں تھا۔ وقت چونکہ کم تھا اس لئے امتحان کے سلسلے میں جتنے انتظام کی ضرورت تھی وہ پورا نہ ہو سکا تھا۔ ۱۲۰ کے لگ بھگ طالب علم امتحان میں شریک ہوئے تھے جن کو جانچنے کے لئے کل چار روز اور زیادہ سے زیادہ بارہ گھنٹے کا وقت مل سکا۔ وقت کی کمی کے ساتھ ساتھ جگہ اور ضروری سامان کی بھی کمی تھی۔ اتنے تھوڑے وقت میں امتحان میں شریک ہونے والے امیدواروں کا پورا پورا تجزیہ کرنا ناممکن سا ہے۔ اس لئے ہم اس امتحان کو معیاری امتحان نہیں کہیں گے بلکہ امتحان کا ایک تجربہ کہیں گے۔ امید ہے کہ جوں جوں بنیادی تعلیم کے تجربے کو ترقی ہوتی جائے گی، بنیادی دستکاری جاننے والوں کو جانچنے کا طریقہ بھی ترقی کرتا جائے گا۔

کتائی کا امتحان خاص طور پر تین چیزوں کو سامنے رکھ کر لیا گیا تھا۔

(۱) کتائی - دھنائی کے عمل کی رفتار اور اس کی جانچ۔

(۲) کتائی کی فنی ترقی (Technical Progress) کی جانچ۔

(۳) کتائی کے علمی معیار کی جانچ۔

انسٹی ٹیوٹ میں امتحان میں شریک ہونے والے امیدواروں کے دو گروہ تھے۔ ایک ان لوگوں کا گروہ جنہوں نے صرف دو مہینے کا کورس پورا کیا تھا اور دوسرا ان لوگوں کا جنہوں نے پانچ مہینے تعلیم پائی تھی۔ اس لئے ان دونوں گروہوں کے معیار الگ الگ رکھے گئے تھے۔

امتحان کا طریقہ یہ رکھا گیا تھا:-

عملی ——— (۱) کتائی (۲) دھنائی (۳) اوٹائی

کتائی:-

کتائی کے امتحان کے لئے صرف ایک گھنٹے کا وقت دیا گیا تھا، یعنی آدھا گھنٹہ دائیں ہاتھ سے کاتنے کے لئے اور آدھا گھنٹہ بائیں ہاتھ سے کاتنے کے لئے۔ لپیٹنے کے لئے الگ وقت دیا گیا تھا۔ کاتنے کا وقت پورا ہوتے ہی فوراً لپیٹنا شروع کیا گیا۔ صحیح امتحان تو یہ تھا کہ ہر طالب علم نے لپیٹنے میں جتنا وقت لیا تھا، وہ الگ الگ لکھا جاتا۔ مگر چونکہ طالب علموں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے یہ کام ممکن نہ ہو سکا۔ لپیٹنے کی جانچ چرخے پر پانچ منٹ میں ۲۰۰ تار اور تکلی پر ۵ منٹ میں ۱۰۰ تار رکھی گئی تھی۔

چرخے پر کاتنے والے امیدواروں کو کاتنے کے لئے "یکسان چرخے" دیے گئے تھے جن کا گھیرا ۸ انچ تھا۔ چرخے کی تکلی ڈوری ہر طالب علم نے اپنے ہاتھ کے کاتے ہوئے سوت سے خود ہی تیار کی تھی۔

تکلی کی کتائی کا امتحان کرنے کے لئے ہر امیدوار کو چھ تکلیاں دی گئی تھیں اور تکلی کاتنے کے ۲۴ قاعدوں میں سے کسی قاعدے کو کام میں لانے کی انھیں اجازت تھی۔ ہر امیدوار کو ایک سی پونیاں کاتنے کو دی گئی تھیں مگر انھیں یہ اجازت بھی تھی کہ وہ خود اپنی بنائی ہوئی پونیاں کو کاتیں۔ چرخے پر کاتنے والوں کو ۲۰ سے ۲۴ نمبر تک کا سوت کاتنے کو کہا گیا تھا اور تکلی پر کاتنے والوں کو ۱۲ سے ۱۶ نمبر تک کا۔

کتائی کے امتحان کے لئے جو جانچ رکھی گئی تھی وہ امیدواروں کی عمر، ان کی مشق کی مدت وغیرہ خاص خاص حالات کو سامنے رکھ کر رکھی گئی تھی۔ اس جانچ کو پوری اور آخری جانچ نہیں سمجھنا چاہئے اور نہ وہ ہر ادارے کے لئے رکھی ہی جا سکتی ہے۔ جن طالب علموں نے دس مہینے کا کورس پورا کیا تھا، ان کی کامیابی کے لئے چرخے کی کتائی میں ایک گھنٹے میں ۴۰۰ تار، ۶۰ فی صدی کس اور تار کا ۸۰ فی صدی ایک سا ہونا ضروری سمجھا گیا تھا اور جن طالب علموں نے صرف ۵ مہینے کا کورس پڑھا تھا ان کی کامیابی کے لئے تکلی کی کتائی میں ۱۲۰ تار، ۶۰ فی صدی کس اور تار کا ۸۰ فی صدی ایک سا ہونا ضروری سمجھا گیا تھا۔ ان باتوں کے علاوہ لپیٹنے کی مدت، پھیبن، کاتنے کا ڈھنگ، بیٹھنے کا طریقہ اور صفائی وغیرہ میں بھی ان کا امتحان لیا گیا تھا۔

دھنائی:-

دھنائی اور پونیاں بنانے کی جانچ کے لئے ایک گھنٹے کا وقت رکھا

---

* لکڑی اور گتے کے کام کے امتحان کا تھوڑا سا حال اگلے نمبر میں دینے کی کوشش کی جائے گی۔

گیا تھا۔ ہر طالب علم اپنی روئی خود صاف کر کے لایا تھا۔ ایک گھنٹے میں ۰ تولے روئی دھن کر ان کی پونیاں بنانے کے لئے ۰۔ نمبر اور روئی کی دھنائی کے طریقے کے لئے ۰۔ نمبر رکھے گئے تھے۔ اس کے علاوہ دھنکی کی رندائی، دھنے کا طریقہ، بیٹھنے کا ڈھنگ، پونیوں کی شکل صورت اور دوسری ضروری چیزیں بھی جانچی گئیں۔

اوٹائی:۔

اوٹائی کے امتحان کے لئے بھی ایک گھنٹے کا وقت رکھا گیا تھا مگر اس کے لئے ضروری سامان کی کمی کی وجہ سے اس کا امتحان نہیں لیا گیا۔ ایک گھنٹہ میں اوٹائی کی جانچ "سلائی پٹڑے" پر ۵ تولے اور ہاتھ کی اوٹنی پر ۰ تولے کا رکھا گیا تھا۔

کتائی کے فن کی جانچ دو قاعدوں کو سامنے رکھ کر کی گئی تھی — ایک تو کام کے طریقے کی جانچ (Method Test) اور دوسرے خرابیوں کی جانچ (Defects Test)۔ پہلی جانچ کے سلسلے میں طالب علموں کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا اور انھیں تکلی پر تکلی کی کتائی کے ۲۴ طریقوں میں سے کسی دو طریقے سے کاتنے کو کہا گیا تھا۔ پھر کاتتے وقت ان کے کاتنے کا طریقہ، بیٹھنے کا ڈھنگ، صفائی وغیرہ کو بھی نظر میں رکھا گیا اور ساتھ ہی ساتھ ان چیزوں کا بھی امتحان ہوتا رہا۔ اسی کے ساتھ ساتھ مشاہدے کا بھی امتحان کیا گیا۔ غلطی نکالنے کے طریقے کے طور پر چرخے، تکلی، دھنکی، لپیٹا غرض مختلف اوزاروں میں ایک نہ ایک خرابی پیدا کر دی گئی۔ یہ خرابیاں اس طرح رکھی گئی تھیں دیکھتے ہی دیکھنے والا سمجھ لے کہ کس چیز میں کیا خرابی ہے۔ اس امتحان میں ہر امیدوار کو کل دس منٹ دیے گئے اور یہ کہا گیا کہ جو چیز دکھائی گئی ہے اس کے اندر جو کمی یا خرابی ہے اسے کاغذ پر لکھ دیا جائے۔

کتائی۔ دھنائی کی معلومات کے سلسلے میں اور غلطی نکالنے کے سلسلے میں جو کچھ کہا گیا اس کی رپورٹ یا نتیجہ بھی نیچے دکھایا جا رہا ہے۔

غلطیاں نکالنے کا امتحان

دس مہینے کے طالب علموں کے لئے:۔

چرخہ ملا۔ (۱) خاص پہیئے (مول چکر) کی مٹھیا لکڑی کے بیچ کے ریشوں (grain) سے زاویہ قائمہ پر تھی۔ (۲) مٹھیا الٹی یعنی چھوٹے پہیئے کی طرف لگا دی گئی تھی۔ (۳) تکوے کی گھرّی پر جو باریک تاگا ہوتا ہے، وہ الٹا لگایا گیا تھا۔ (۴) تکوے کی چینڈی "موڑھیا" سے زیادہ دور پر لگائی گئی تھی۔

چرخہ ملا۔ (۱) تکوا چرخے کی بیٹھک سے بالکل ایک لائن میں لگایا گیا تھا۔ (۲) تکوے کی گھرّی ا شکل کی تھی۔ (۳) خاص پہیئے کی مٹھیا گھومتی نہیں تھی۔ (۴) خاص پہیئے اور چھوٹے پہیئے میں بہت کم فرق رکھا گیا تھا۔ (۵) خاص پہیئے کی بیٹھک جام ہو گئی تھی اور آگے پیچھے سرک نہیں سکتی تھی۔

چرخہ ملا۔ (۱) ڈوری جو باریک ہونی چاہئے تھی، موٹی تھی۔ (۲) چینڈی کا چھید بیچوں بیچ میں نہیں تھا۔ (۳) موٹی ڈوری اتنی ڈھیلی تھی کہ چھوٹے پہیئے کا کوئی استعمال ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ (۴) سوت لپیٹنے کی کھونٹی نہیں تھی۔ (۵) خاص پہیئے کی گھرّی بہت ڈھیلی تھی۔

تکلی ملا۔ (۱) ٹیڑھی تھی۔ (۲) چینڈی کے نیچے کی طرف کی ڈنڈی کا حصہ آدھے انچ سے زیادہ لمبا تھا۔ (۳) چینڈی کا گھیرا ذرا کم تھا۔ (۴) اوپر کی نوک ٹھیک نہیں تھی۔

پانچ مہینے کا کورس پڑھے ہوئے طالب علموں کے لئے

پنجن ملا — (۱) تانت الٹی یعنی اُتر سے دکھن کو لپٹی ہوئی تھی۔ (۲) پنجے کی لمبائی ڈنڈی سے تانت تک کم تھی۔ (۳) پنجے کی کا نکر لگانے کی شکل گول نہیں بلکہ تکونی تھی۔ (۴) موڑ پنجن کے لحاظ سے ٹھیک نقطے پر نہیں تھی۔ (۵) تانت بہت موٹی تھی۔ (۶) دھنائی کے لئے تانت کا جو حصہ استعمال میں آتا ہے، اس کے بیچ میں ایک گرہ پڑی ہوئی تھی۔

"گوٹلا" ملا۔ گوٹیوں کی دیواریں باہر کی طرف گول نہیں تھیں۔

لپیٹا ملا۔ لپیٹے کے کنارے کھردرے اور تیز تھے۔

پھالکا ملا۔ پردہ چار فٹ سے کم تھی۔

تکلی ملا۔ نوک کے باہری کنارے بہت تیز تھے۔

تکلی ملا۔ چینڈی کے نچلے حصے کی ڈنڈی آدھے انچ سے کم لمبی تھی۔

تکلی ملا۔ نوک کے نیچے کا چپٹا حصہ بہت چوڑا تھا۔

تکلی ملا۔ چینڈی بہت موٹی زیادہ وزنی تھی۔

تکلی ملا۔ چینڈی بہت پتلی اور کم وزن کی تھی۔

تکلی ملا۔ نکیلے حصے میں جو خالی حصہ ہوتا ہے وہ کم گہرا تھا۔

ودیا مندر ٹریننگ اسکول، وردھا

(پانچ مہینے والے طالب علموں کے لئے)

کتائی کا فن اور ریاضی

فن (پہلا حصہ)

پہلا سوال۔ دھنتے وقت روئی کے ریشے کبھی کبھی ٹوٹتے ہیں اس کا سبب لکھئے۔

دوسرا سوال۔ سلائی پٹڑی کی اوٹنی اور ہاتھ کی اوٹنی کے فائدے اور نقصان کا مقابلہ کیجئے۔

تیسرا سوال۔ کاتتے وقت سوت کیوں ٹوٹتے ہیں؟

چوتھا سوال۔ روئی کے ریشوں کا بیان لکھئے۔

پانچواں سوال۔ تکلی کے مختلف حصوں کے نام لکھئے۔

چھٹا سوال۔ (الف) یرودا کے چرخے میں کتنی سپرنگ لگائی گئی ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے؟

(ب) باریک تانت میں کیا کیا خاص باتیں ہوتی ہیں؟

کتائی کا حساب (دوسرا حصہ)

ساتواں سوال۔ ۲۰ تولے روئی میں سے جھڑن کی وجہ سے ۰ تولے سوت نکلتا ہے۔ آپ کے درجے میں ۲۰ تولے پونی میں سے

۱٫۰ تولے سوت نکلا۔ سوت کا نمبر ۱۰ ہے۔ ایسی صورت میں کتائی کی مزدوری میں سے کتنی کٹوتی کرکے اس جماعت سے کتنے دام جمع کرنا چاہئیں ؟ (۲۰ تولے پونی کے لئے جتنی روئی لگتی ہو' اُس کی قیمت ۱۰ر مان لی جائے اور کتائی' دھنائی کے دام ۱ر فی سیر کے حساب سے لئے جائیں۔)

آٹھواں سوال ۔ ایک لڑکے کی تکلی پر کاتنے کی رفتار ۵۰ گز فی منٹ ہے سوت کا نمبر ۱۲ ہے۔ وہ تکلی پر چوتی بھر سوت بھرنے کے بعد دوسری تکلی لیتا ہے۔ تو وہ کتنے منٹ کے بعد تکلی بدلتا ہوگا ؟

نواں سوال ۔ ۱۲ فیٹ سوت کی تینوں لڑیوں کی مضبوطی نکالنے کے بعد یکسانیت جانچی گئی تو ۰ء ۶۰ نکلی۔ سب سے باریک سوت کی لڑی کا نمبر ۲۲ نکلا۔ سب سے موٹی لڑی کا وزن ۲۲۵/۴ تولے ہوا تو سوت کا اوسط نمبر کیا ہوگا ؟

دسواں سوال ۔ بڑی لڑائی کی وجہ سے کپاس کا بھاؤ ۲۴۴ روپے کھنڈی ہوگیا۔ ملاوٹ ۳۲ فی صدی ہے۔ بنولے کی قیمت سے اوٹائی دیدی گئی ہے۔ اس کپاس کی روئی ۱۲ر سیر بیچی گئی۔ بتاؤ فی صدی منافع یا نقصان کیا ہوا ؟

گیارھواں سوال ۔ تین طالب علموں میں ۲ گھنٹے تک کتائی کا مقابلہ ہوا۔ ایک طالب علم نے ساولی چرخہ لیا تھا' دوسرے نے کسان چرخہ' تیسرے نے مقامی چرخہ۔ ساولی چرخے کا اٹیرن ایک گزی تھا' کسان چرخے کا ۴ فٹ کا اور تیسرے طالب علم کے پاس جو چرخہ تھا اس کا اٹیرن ۴۶ انچ کا تھا۔ کتا ہوا سوت امتحان لینے والے کے پاس بھیجتے وقت ہر طالب علم نے اپنے کام کے لئے نیچے لکھے ہوئے نوٹ بھی دیے تھے :۔

ساولی چرخے والا طالب علم ۴۰۰ گز
کسان چرخے والا طالب علم ۶۰۰ تار
مقامی چرخے والا طالب علم ۶۰۰ دھاگے

جانچنے پر یہ عدد صحیح پائے گئے۔ امتحان لینے والے نے سوت کو وزن کراکے عددوں کے سامنے ان کا وزن بھی لکھ دیا۔ ۳ تولے ۴ آنے' ایک تولہ ۱۴ آنے' ۲ تولے ۱۰ آنے۔ آپ اب ان سوتوں کا نمبر نکالئے۔

ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ' وردھا

(دس مہینے والے طالب علموں کے لئے)

کتائی فن (پہلا حصہ)

پہلا سوال ۔ لوہے اور لکڑی کی تکلی میں کیا کیا اچھائیاں اور خرابیاں ہیں ؟

دوسرا سوال ۔ آپ کو اپنے لئے چرخہ خریدنا ہے۔ یہ بتائیے کہ چرخے کے خاص پہیئے کے ایک چکر میں تکوے کے کتنے چکر والا چرخہ آپ کو پسند ہوگا اور وہ چکر آپ کی پسند کے مطابق کس حساب سے ہونے چاہئیں۔ (اس میں اپنے سوت کا نمبر' کتائی کرنے والا ہاتھ' دھاگا' اینٹھن کا اندازہ وغیرہ ضروری باتیں بتا کر حساب کیجئے۔)

تیسرا سوال ۔ مہین سوت کے لئے کون سے ریشے (لمبے یا چھوٹے) کی روئی کام میں لانی چاہئے۔ اگر اپنے پاس اچھے ریشے کی روئی ہو تو اس میں سے مہین سوت نکالنے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ مفصل لکھئے۔

چوتھا سوال ۔ نیچے لکھی ہوئی باتوں پر اپنی رائے لکھئے۔

(الف) یرودا چرخے کا چھوٹا پہیہ بڑے پہیئے سے کتنے فاصلے پر بٹھانا چاہئے ؟

(ب) ہاتھ کی اوٹنی میں لاٹ کیوں خراب ہوتی ہے ؟

(ج) دھکل میں (आँटा) (آنٹا) کی کیا ضرورت ہے ؟

پانچواں سوال ۔ ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں چرخے سے ایک گھنٹے کی کتائی کی اوسط رفتار کا حاصل ضرب ۱۰۸۶ آیا ہے۔ موٹے حساب سے رفتار کا حاصل ضرب ۱۸۰۰ مانئے۔ یہ بتائیے کہ پورا حاصل ضرب کیوں نہیں آیا۔ سوت کے نمبر یا رفتار کے علاوہ اس کے لئے اور کیا باتیں سبب بن سکتی ہیں۔ اس پر غور اور حساب کرکے تفصیل سے جواب دیجئے۔

کتائی کا حساب

ساتواں سوال ۔ یرودا چرخے کے بڑے پہیئے کا گھیرا ۱۶ انچ ہے' چلانے والی چرخی کا گھیرا ۱½ انچ ہے۔ چلانے والی چرخی (अति चक्र) کے گھیرے سے پہیئے کے گھیرے کی نسبت ۳ : ۷ ہے۔ بڑے پہیئے سے ڈور کے پھسلنے کا اندازہ ۳ فی صدی ہے۔ چلانے والی چرخی سے تکوے کی ڈور کے پھسلنے کا اندازہ ۱۰ فی صدی ہے۔ تکوے کی گھرری کا گھیرا ½۱ انچ ہے۔ یہ بتائیے کہ چرخے کے ایک چکر میں تکوے کی گھرری کو کتنی دفعہ گھمایا جائے گا ؟

آٹھواں سوال ۔ ہندستان کی آبادی ۴۰ کروڑ ہے۔ فی آدمی سالانہ ۱۵ مربع گز کپڑا استعمال ہوتا ہے اور ایک مربع گز کی تیاری میں ½۱۳ تولے روئی صرف ہوتی ہے تو بتائیے کہ :۔

(۱) ہندستان کے کل کپڑے کے لئے کتنی روئی لگ سکتی ہے ؟

(۲) اگر روئی سب کی سب لگا دی جائے تو بتائیے کہ کپاس کتنے کھنڈی لگے گی ؟

(۳) ایک کھنڈی روئی بونے کے لئے ½۳ ایکڑ زمین لگتی ہے تو ہندستان کی ضرورت کے لئے کافی روئی کے لئے کل کتنی زمین درکار ہوگی ؟

نواں سوال ۔ (الف) ۲۰ نمبر کے سوت کا گھیرا کیا ہوگا ؟ ۲۴ نمبر کے ایک انچ کے تانے کے اور ایک انچ بانے کے سوت میں اینٹھن کی تعداد کتنی ہونی چاہئے ؟

(ب) ۱۰ نمبر اور ۸ نمبر کے سوت کو بٹ دینے کے بعد اس لٹرا کئے ہوئے ڈورے کا کیا نمبر ہوگا ؟

دسواں سوال ۔ ودیا مندر کے تیسرے درجے کی پہلی ششماہی کا سوت ایک جلاہے کو بننے کے لئے دیا گیا۔ دوسری ششماہی کا سوت دوسرے جلاہے کو دیا گیا۔ جب کپڑے کے تھان بن کر آئے تو معلوم ہوا کہ دونوں نے سوت کے گھٹوں کو یکساں بھا تھا۔ لیکن جب وزن کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں وزن کی نسبت ۲ : ۵ ہے۔ تو بتائیے کہ سوت کے نمبر کی نسبت کیا ہوگی ؟

تکلی کا گیت

بہت پرانے زمانے سے ہاتھ کے کام سے گانے کا تعلق چلا آ رہا ہے۔ کھیتوں میں کسان اور ان کی عورتیں بیج بوتی ہیں، فصل کی رکھوالی کرتی ہیں، فصل کاٹتی ہیں اور ساتھ ساتھ گانا بھی گاتی جاتی ہیں۔ ندیوں اور جھیلوں میں کشتی والے کشتی کھیتے ہیں، میدانوں میں دیہاتی سڑکوں پر بیل گاڑی ہانکنے والے گاڑی ہانکتے جاتے ہیں اور تانیں اڑاتے جاتے ہیں۔ چمار جوتا سیتے ہیں، ڈوم ٹوکریاں بناتے ہیں، جلاہے کپڑا بنتے ہیں اور گنگناتے جاتے ہیں۔ ان گیتوں کا جو مضمون ہوتا ہے اُن سے اُن کاموں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں تو ہمارے کسان اور دستکار کام کرتے وقت جو گیت گاتے ہیں وہ یا تو مذہبی ہوتے ہیں یا اخلاقی۔ پرانے زمانے کے ہمارے ولیوں اور رشیوں منیوں کے گیت عام طور پر اب بھی گائے جاتے ہیں۔ یہ بزرگ بھی اکثر و بیشتر ہاتھ کا کام کرنے والے گذرے ہیں۔ کبیر صاحب جلاہے، داؤد صاحب دھنیے اور روی داس چمار تھے۔ ایسے ہی اور بھی بہت سے بزرگوں کے نام گنائے جا سکتے ہیں جنھوں نے اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنی زندگی کا گذارہ چلایا تھا اور ساتھ ہی ایسی نظموں اور گیتوں کی تصنیف بھی کی جو ہماری قومی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

پورب ہو یا پچھم، انسان کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ سادی دستکاریوں اور سیدھے سادے پیشوں کی طرف سے جوں جوں توجہ ہٹتی جاتی ہے، ویسے ویسے گیت اور گانوں کی طرف سے بھی رشتہ ٹوٹتا جا رہا ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ سماج کے علم کے پنڈت اس مسئلے کی جانچ پڑتال کریں۔ ہمارا تو بچوں کی تعلیم سے تعلق ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں کی تعلیم جب سے لفظوں اور حرفوں کا گورکھ دھندا بنی ہے، اسی وقت سے بچوں کی زندگی سے موسیقی کا لگاؤ بھی ختم ہو گیا ہے۔ ابتدائی تعلیم سے جن لوگوں کا کچھ بھی تعلق ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ابتدائی مکتبوں میں تعلیم کا پتہ بچوں کے رٹنے رٹانے کی آواز سے چلتا ہے اور بس۔

اس نئی تعلیم کی وجہ سے بچوں میں خوشی اور مسرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ طریقۂ تعلیم میں ہاتھ کے کام کے ساتھ ساتھ موسیقی کے ذوق کو بھی دخل ہے۔ آج بنیادی تعلیم کے استادوں اور بچوں دونوں کے ہاتھ اور گلے دونوں پھر ساتھ ساتھ کام کرنے لگے ہیں۔ یہ بات ہم آج نہیں کہہ سکتے کہ اس سے طریقۂ تعلیم یا سماجی زندگی پر کیا دیرپا اثر ہوگا، مگر ایک بات تو بلاشبہ صحیح ہے کہ بنیادی تعلیم کے استادوں میں تکلی کے گیت اور نظمیں کہنے کا بہت بڑا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ یہاں اسی نمونے کا ایک گیت چھاپا جا رہا ہے۔

تکلی کا گانا

تکلی رانی آؤ آؤ، تم کو کھیل کھلائیں
کھیل کھیل میں ہنستے ہنستے اچھے ناچ نچائیں
ناچ تمہارا گیت ہمارا کیسی بات نرالی
سنگ تمہارے فرصت میں بھی وقت نہ جائے خالی
کھیل کھیل میں کام کی تم نے سب کو ریت سکھائی
اسی لئے تو پیاری تکلی سب کے من کو بھائی

میرا رام شرما وشاردا،
استاد پرائمری اسکول،
جھارا امین پوری (یو-پی)

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں | مطبوعہ: جید برقی پریس | مدیرہ: آشا دیوی

رجسٹرڈ نمبر: ایل ۷۴۴۴

(ہندستانی تعلیمی سنگھ کا خاص پرچہ)

جلد ۲، نمبر ۶ | دہلی۔ جون سنہ ۱۹۴۰ء | قیمت سالانہ عہ

بنیادی تعلیم کا تیسرا سال

سی گاؤں (وردھا) میں ۲، اور ۳ مئی کو ہندستانی تعلیمی سنگھ کا دوسرا سالانہ جلسہ ہوا۔ اس جلسے میں بنیادی تعلیم کی پچھلی دو سال کی ترقی کی پڑتال اور ساتھ ہی ساتھ اس بات پر بھی سوچ وچار کیا گیا کہ اس کی صورت آگے چل کر کیا ہوگی پچھلے دو برسوں کے کام کو دیکھتے ہوئے سنگھ نے نیچے لکھی ہوئی تجویز منظور کی:۔

"سنگھ کی رائے ہے کہ پچھلے دو برسوں کے تجربے کی بنا پر ہم یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ تعلیم کے اس تجربے میں بچوں کی ——— اور خاص طور پر دیہات کے بچوں کی ——— تعلیم میں ایک طرح کے انقلاب کے آثار نظر آ رہے ہیں ان میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا خیال پیدا ہوگیا ہے اور مدرسے کی زندگی میں ایک طرف آزادی کی اور دوسری طرف آگے بڑھنے کے خیال کی جو لہر دوڑ رہی ہے اس میں امید کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔"

مگر ساتھ ہی یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ تعلیم کے لحاظ سے یہ نئی اسکیم کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو مگر اسے شروع کرتے وقت خرچ کا اتنا بھاری بوجھ پڑجاتا ہے کہ اسے بڑے پیمانے پر ملک میں موجودہ حالت میں جاری نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں سنگھ کی یہ رائے ہے کہ "اس کو شروع کرتے وقت جو خرچ پڑتا ہے وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ معلوم ہوتا ہو مگر آگے چل کر موجودہ تعلیم پر جو خرچ آتا ہے بنیادی تعلیم پر اس سے کم خرچ آئے گا۔ اس کے علاوہ قوم کو اس بنیادی تعلیم سے جو فائدہ پہنچے گا اس کا اندازہ پیسوں سے نہیں کیا جاسکتا"۔

اس نئی اسکیم میں تعلیم کے جو امکانات ہیں، ان کا کچھ اندازہ ہمیں دو سال کے اس ادھورے تجربے سے ہوتا ہے۔ مگر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے اور اس تجویز کی بنیاد مضبوط کرنے کے لئے ابھی بہت سے کام باقی ہیں۔ تعلیمی سنگھ کے اس جلسے میں آئندہ کے پروگرام کے بارے میں خاص طور پر سوچ وچار کیا گیا۔

پہلا سوال ہے اس نئی تعلیم کو آگے بڑھانے کا۔ آج تک جو کچھ تجربہ ہوا وہ مختلف صوبوں ہی کے ذریعے سے ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ ملیہ دہلی، آندھرا کا دستکاری اور فن کا مدرسہ اور پونا کے تلک راشٹریہ ودیا پیٹھ نے بھی اس تجربے میں حصہ لیا ہے۔ مگر آج کل بچوں کی ابتدائی تعلیم زیادہ تر ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے سنگھ کی ایک تجویز یہ ہے کہ "اب ان مقامی اداروں کو بھی اس تجربے کی طرف دھیان دلانا چاہیے، اور انھیں اپنے اپنے علاقوں میں بنیادی مدرسے کھولنے کے لئے، اور استادوں کو اس نئے طریقۂ تعلیم کے لئے تیار کرنے پر راضی کرنا چاہئے۔"

آج تک جن صوبوں میں یہ نیا تجربہ جاری کیا گیا ہے وہاں مقامی اداروں نے ہاتھ بٹایا ہے اس لئے ہم پورا بھروسہ کرسکتے ہیں کہ یہ مقامی ادارے اس تجربے میں دلچسپی لیں گے اور اسے آگے بڑھانے میں ہماری مدد کریں گے۔

مگر بنیادی تعلیم پھیلانے سے کہیں زیادہ ضروری سوال ہے خود بنیادی تعلیم کی ترقی کا۔ اس نئی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ کسی دستکاری کے ذریعے بچوں کے ذہن کو ترقی دی جائے۔ اس لئے بنیادی تعلیم کی کسی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مختلف دستکاریوں میں تعلیم دینے کے جو بھید چھپے ہوئے ہیں وہ ڈھونڈھ نکالے جائیں اور ان کو کام میں لایا جائے۔ اس کام میں سنگھ کی مدد کرنے کے لئے کتائی، بنائی، باغبانی اور لکڑی اور گتے کے کام کے جاننے والوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جوں جوں تجربہ بڑھتا جائے گا اور تعلیم کے واسطے کی حیثیت سے نئی نئی دستکاریوں کی کھوج ملتی جائے گی۔ یہ کمیٹی بھی بڑھتی رہے گی۔

ساتھ ہی ساتھ ہمیں ان دستکاریوں کے کچھ ایسے جاننے والے تیار کرنے ہیں جو اس فن کو اچھی طرح جاننے کے ساتھ ساتھ اس کے تعلیمی پہلوؤں کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہوں۔ ایسے لوگ تیار کرنے کی آج کل کافی آسانیاں موجود ہیں اس لئے کہ پچھلے بیس سال سے گاندھی جی کی کوششوں سے چرخا سنگھ کے مختلف مرکزوں نے اس کام میں بہت کافی تجربے کئے ہیں۔ خاص طور پر مہاراشٹر چرخا سنگھ میں اس کے فن کو بہت ترقی

ہوئی ہے۔ سنگھ کی ایک تجویز اس سلسلے میں یہ بھی ہے کہ "بنیادی تعلیم کے ٹریننگ اسکولوں میں بنیادی تعلیم کی نگرانی کے لئے خاص ماہروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہار، اُڑیسہ میں خاص سنگھ کے صدر مقام پر ایسے ماہروں کی تیاری کا مناسب انتظام کیا جائے اور جناب شری کرشن داس جاجو سے درخواست کی جائے کہ وہ اس تیاری کے لئے سنگھ کے سامنے ایک اسکیم پیش کریں۔

یہ اس اسکیم کا تعلیمی پہلو ہے مگر جب تک اس کے انتظام اور مالی پہلو کو اچھی طرح ٹھیک نہ کر لیا جائے اس وقت تک یہ تعلیم کام کی نہیں ہوسکتی۔ خاص سوال مدرسے کی تیار کی ہوئی چیزوں کی کھپت کا ہے۔ اس سلسلے میں سنگھ کی یہ تجویز ہے کہ بنیادی دستکاری کو چھانٹتے وقت اس بات کی بھی جانچ کر لینی چاہئے کہ اس علاقے میں کس دستکاری کا زیادہ چلن ہے۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ اس دستکاری میں تعلیم دینا کس حد تک ممکن ہے۔ دوسرے ہر صوبے کو ایک ایسا محکمہ قائم کرنا چاہئے جو اس بات کی جانچ کرے کہ کس علاقے کے لئے کونسی دستکاری مناسب رہے گی۔ اس علاقے کا یہ بھی کام ہو کہ مدرسے کی بنی ہوئی چیزوں کی کھپت کا انتظام کرے۔"

ہمارے سامنے ایک ضروری کام اور بھی ہے اور وہ ہے مختلف مرکزوں میں جو کام ہو رہا ہے اسے ایک دھاگے میں پرونا اور اُن سے جو نتیجے نکلیں ان کو ملک کے سامنے رکھنا۔ اس سلسلے میں سنگھ کی تجویز یہ ہے کہ "جن صوبوں میں بنیادی تعلیم کا تجربہ ہو رہا ہے ان صوبوں کے افسروں سے درخواست کی جائے کہ وہ دو چار مرکز نمونے کے طور پر چھانٹ لیں اور وہاں خاص انتظام اور نگرانی میں اس تجربے کو چلائیں اور تجربے کے نتیجوں کو ملک کے سامنے رکھیں۔"

اس مقصد کو حاصل کرنے کی ایک اور ترکیب یہ ہے کہ بنیادی تعلیم کے سب کام کرنے والے سال میں ایک مرتبہ آپس میں ملیں، اپنے اپنے تجربوں پر سوچ بچار کریں اور اس کی بنیاد پر آیندہ کا پروگرام طے کریں۔ بنیادی تعلیم کی پہلی کانفرنس پونا میں ہوئی تھی لیکن اس زمانے میں ملک کے اندر اور باہر کی حالت ٹھیک نہ ہونے کے سبب سے اس تجربے کے تعلیمی پہلوؤں پر جتنا چاہئے تھا اتنا سوچ بچار نہ ہوسکا اور بہت سے سوالوں پر تو غور کرنے کا وقت تک نہیں ملا۔ اس سال بنیادی تعلیم کی دوسری کانفرنس الہ آباد بیسک ٹریننگ کالج کے صدر اور بنیادی تعلیم کے خاص افسر ڈاکٹر خان صاحب نے الہ آباد میں بلائی ہے۔ سنگھ نے اس دعوت کو خوشی کے ساتھ منظور کیا ہے۔ امید ہے کہ کچھ زیادہ وقت دے کر ہم اس سال بنیادی تعلیم کے عملی سوالوں پر ایک ساتھ بیٹھ کر سوچ بچار کر سکیں گے۔

اس تعلیمی تجربے کے نتیجوں کو جمع کرنے اور انھیں عام لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا ذریعہ نمائش ہے۔ آج تک اس قسم کی تین تعلیمی نمائشوں کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ پونا میں بنیادی تعلیم کی کانفرنس کے موقع پر اور تری پوری اور رام گڑھ میں کانگریس کی کھادی اور دیہاتی صنعتوں کی نمائش کے ساتھ۔ ان تین نمائشوں کے تجربے سے اثر لے کر سنگھ نے یہ تجویز منظور کی ہے کہ جامعہ نگر دہلی میں بنیادی تعلیم کی ایک مستقل نمائش قائم کی جائے اور اس کے علاوہ موقعے موقعے پر بنیادی تعلیم کی کانفرنس اور کانگریس کی کھادی اور دیہاتی صنعت کی نمائشوں کے ساتھ بنیادی تعلیم کی نمائش کا بھی بندوبست کیا جایا کرے۔

ہم بنیادی تعلیم کے تجربے کے تیسرے سال میں قدم رکھ رہے ہیں۔ ہمیں بھروسہ ہے کہ اس سال ہم اس تعلیم کے تجربے کو اور زیادہ پھیلائیں گے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے سامنے جو تعلیمی مقصد ہے اس کی طرف بھی قدم آگے بڑھائیں گے مگر اس کے لئے دو باتیں بہت ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ جتنے ادارے اور جتنے کام کرنے والے آج اس تجربے میں حصہ لے رہے ہیں وہ سنگھ کا پورا پورا ساتھ دیں اور دوسرے یہ کہ نئے ادارے اور نئے کام کرنے والے اس کی ذمہ داری لینے کے لئے آگے آ جائیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہماری یہ اپیل سنی جائے گی اور اس تیسرے سال میں یہ نئی تعلیم ایک قدم اور آگے بڑھ جائے گی۔

بنیادی تعلیم کا ایک تجربہ

بنیادی تعلیم کے استادوں سے نئی تعلیم کے صفحوں میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ "نئی تعلیم" ان کا اپنا رسالہ ہے۔ اس کا وہ پورا استعمال کریں۔ اس کے ذریعے وہ اپنا تجربہ دوسرے استادوں تک پہنچا سکتے ہیں، اپنی دقتیں اور مشکلیں پیش کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی مشکلیں حل کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ ہم بہت خوشی کے ساتھ بھائی بلدیو سنگھ جی کا مضمون یہاں چھاپ رہے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دوسرے استاد بھی اپنے اپنے تجربے اسی طرح لکھ کر ہمیں بھیجتے رہیں گے۔

مدیر

رام گڑھ کے موقع پر جو بنیادی کلاس کھولا گیا تھا اور جسے تین مہینے تک چلانے کا مجھے موقع ملا ہے اس کا کچھ تجربہ ایک استاد ہونے کی حیثیت سے مختصر طور پر پیش کر رہا ہوں۔

پڑھائی کی نمائش کے لئے مڈل اسکول کی پہلی جماعت اور انفنٹ کلاس کے بچے لئے گئے تھے۔ ان بچوں کو تعلیم دینے کے لئے برندا بن (بہار)، کے سرکاری بیسک اسکول سے دو استاد بھیجے گئے تھے جن میں ایک میں تھا اور دوسرے بابو نند کشور جی تھے۔ اسکول کا سارا سامان پٹنہ ٹریننگ اسکول سے ملا تھا۔ کلاس کا باقاعدہ کام ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء سے شروع ہوا۔ پہلے دن جب میں نے جماعت کو پڑھایا تو بچوں کی کل تعداد ۷ تھی مگر دوسرے دن سے تعداد بڑھنے لگی۔ ایک ہفتے کے اندر ۲۰، ۲۲ لڑکے مدرسے آنے لگے۔ دلچسپی بڑھنے کا سبب یہ ہوا کہ وہاں پہنچنے پر ہم لوگوں نے ان بچوں کے درمیان نئے نئے کھیل، گانے، کہانیاں اور ناٹک شروع کئے۔ مگر سب سے زیادہ دلچسپی کی چیز ان کے لئے لکڑی کی گھرنی تھی جسے نچانے میں انھیں بڑا مزا آتا تھا۔

بعد میں میں نے انھیں تکلی نچانے کے لئے دی۔ تکلی نچانے میں انھیں کچھ مشکل پیش آتی تھی اس لئے بیچ بیچ میں وہ لکڑی کی گھرنی نچانے کے لئے مانگتے تھے۔ مگر جب انھیں تکلی نچانے کی مشق ہوگئی تو پھر وہ تکلی ہی کو نچا کر بے حد خوش ہونے لگے۔ ایک دن میں نے ان کے سامنے تکلی پر سوت کاتنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں بھی کچھ شوق پیدا ہوا اور انھوں نے بھی سوت کاتنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب تک تکلی سیدھی رہ کر ایک جگہ کافی دیر تک ناچتی نہیں رہے گی تب تک اس سے سوت نہیں نکل سکتا۔ اس لئے بچوں کو چاہیے کہ پہلے وہ تکلی نچانے کی خوب مشق کرلیں ہم لوگوں کی مدد سے کچھ لڑکوں نے تھوڑا سا سوت کاتا۔ ان کا سوت بہت اچھا نکلا۔ بعد کو آہستہ آہستہ سبھی لڑکوں نے سوت کاتنا شروع کر دیا مگر تین چار چھوٹے بچوں نے کافی محنت کرنے کے باوجود دوسرے لڑکوں جیسا سوت کاتنا نہیں سیکھا۔ پڑھنے لکھنے میں بھی یہ لڑکے کسی قدر کمزور تھے۔

۱۱ فروری کو بابو انوگرہ نرائن سنگھ جی نے جو بہار کے وزیر مال رہ چکے ہیں کلاس کو شروع کیا۔ اس سے پہلے یہاں کے لوگوں کو اس کے بارے میں بہت کم باتیں معلوم تھیں مگر اس جلسے کے بعد یہ خبر ہر طرف پھیل گئی، یہاں تک کہ اکثر آس پاس کے لوگ یہ پڑھائی دیکھنے آنے لگے۔ اس پڑھائی کا چونکہ بچوں کے رہن سہن، بول چال، اٹھنے بیٹھنے، جواب کے ڈھنگ سبھی چیزوں پر پڑا تھا اور استاد کے سامنے نڈر رہنے اور ہمیشہ خوش رہنے کی عادت آگئی تھی، اس لئے لوگ تعلیم کے اس طریقے کو بہت پسند کرنے لگے تھے۔ دیکھنے والے خاص طور پر اس بات سے بہت

دلچسپی لیتے تھے اور خوش ہوتے تھے کہ بچے دستکاری کے کام میں جی لگاتے ہیں اور انھیں اس کام کو کرنے میں بڑی خوشی معلوم ہوتی ہے اور وہ اکتانے کا نام بھی نہیں لیتے تھے۔

بنیادی کلاس چلانے کے سلسلے میں رام گڑھ مڈل اسکول کے احاطے میں ایک باغیچہ بھی تیار کرایا گیا تھا۔ بنیادی کلاس کے بچے اسی باغ میں پھول پتی کا کام کرتے تھے۔ ۱۴ مارچ کو گاندھی جی نے رام گڑھ کی نمائش کھولی۔ اس موقع پر بنیادی کلاس کے بچوں کو بنیادی تعلیم کی نمائش میں لے جا کر گاندھی جی کے سامنے اُن کی پڑھائی کی نمائش کی گئی۔ دوسرے دن سے بنیادی تعلیم کی نمائش گاہ ہی میں دونوں وقت کلاس ہونے لگا۔

کانگریس کے اجلاس کے بعد ہم لوگوں کا کام قریب قریب ختم ہی ہو گیا تھا مگر پھر بھی اس بنیادی کلاس کو برابر چلانے کا ذمہ ہزاری باغ ضلع بورڈ نے لے لیا۔ اس لئے ہم لوگوں کو وہاں کچھ روز کے لئے اور ٹھہر جانا پڑا۔ آج کل ہمارے ایک ساتھی کٹ دھاری سنگھ جی اب تک اس کلاس کو چلا رہے ہیں۔

رام گڑھ مڈل اسکول میں بنیادی تعلیم چلانے کے سلسلے میں میرا یہ تجربہ رہا کہ اگر اس طرح مڈل اسکولوں میں بنیادی کلاس کھولے جائیں تو وہاں کسی خاص دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ وہاں تو صرف دستکاری کے سامان اور استاد کی ضرورت ہوگی۔ صرف اسی سے وہاں کا کام اچھے ڈھنگ سے چلایا جا سکے گا۔

۱۰ جنوری سنہ۴۰ء سے لے کر مارچ سنہ۴۰ء تک ان چھوٹے چھوٹے بچوں کی دستکاری میں جس رفتار سے ترقی ہوئی ہے اس کا ایک نقشہ بھی نیچے دیا جا رہا ہے۔

بلدیو سنگھ

ماہ	نمبر	کس فی صدی	آدھ گھنٹے کی اوسط رفتار تاروں میں	پچھلے ماہ کی رفتار کے مقابلے میں ترقی کا اوسط	چھیجن فی صدی	کیفیت
جنوری	۱۰	۳۵	×	×	۵۰ فی صدی	
فروری	۱۲	۴۵	۱۸	۳۶ فی صدی	۱۴ فی صدی	نوساری کی پونی کام میں لائی گئی تھی۔
مارچ	۱۱	۵۰	۲۵	۵۰ فی صدی	۸ فی صدی	

ایک مشکل

یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ہندستانی تعلیمی سنگھ کا سارا کام جہاں تک ہو سکے، ہندستانی میں ہو۔ سنگھ جو کتاب یا ادب شائع کرے، اس کی زبان بھی ہندستانی ہو۔ ہندستانی کی جانچ تو یہ مانی گئی ہے کہ وہ ناگری اور اردو دونوں حرفوں میں بغیر کسی ادل بدل کے لکھا جا سکے اور جسے ہندی اور اردو دونوں زبانوں کے جاننے والے آسانی سے سمجھ سکیں۔ لیکن یہ کام بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک معمولی بول چال کے لفظوں کا تعلق ہے، یہ بات بہت آسان ہے۔ مگر اصطلاحی (Technical) لفظوں کے لئے بہت دقتیں پیش آتی ہیں۔ انگریزی کے زیادہ تر اصطلاحی لفظ ایسے ہیں کہ ان کا ٹھیک ٹھیک مطلب ظاہر کرنے کے لئے ہماری زبان میں لفظ نہیں ہیں، نہ ہندی میں اور نہ اردو میں۔ ان کے لئے یا تو ٹھیٹھ سنسکرت یا ٹھیٹھ عربی کے لفظ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان ٹھیٹھ سنسکرت اور عربی کے لفظوں سے کس طرح بچا جائے؟ Syllabus کے لئے یا تو پاٹھیہ کرم لکھیں یا پھر نصاب، Specialist کے لئے وشیشگیہ یا ماہر، Student کو ودیارتھی کہیں یا طالب علم، Literature کا مطلب ساہتیہ کہہ کر ظاہر کریں یا ادب کہہ کر، Culture کے لئے سنسکرتی کو صحیح سمجھا جائے یا تمدن کو، Democracy کے لئے لوک تنتر کا لفظ لائیں یا جمہوریت کا، اسی طرح کے بیسیوں سوال پیدا ہوتے ہیں جن کا حل کرنا بہت مشکل ہے۔ پھر انگریزی کے بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کے مطلب میں کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے مگر ان کے لئے ہمارے یہاں ایک ہی ایک لفظ ہیں،

مثلاً Result اور Conclusion کے لئے ہمیں نتیجہ یا نتیجے کا لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ تیسری شکل یہ ہے کہ بہت سے ایسے لفظ بھی ہیں جن کے برابر کا لفظ ہی کوئی نہیں ملتا۔ Technique کو کس لفظ سے ظاہر کریں؟ Demonstration Lesson کو کس قسم کا سبق کہا جائے؟ Period کیا چیز ہے؟ یہ سب لفظ ایسے ہیں جو اکثر و بیشتر استعمال کئے جاتے ہیں، عام لفظوں کا تو خیر ذکر ہی کیا ہے۔

اب اس مشکل کا کیا علاج کیا جائے؟ بعض عالم تو یہ کہتے ہیں کہ انگریزی کے بہت سے لفظ اس طرح چل گئے ہیں کہ اگر وہ ویسے کے ویسے ہی بولے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً اسکول کو کون نہیں جانتا، بلکہ شاید ودیالے کو بہت سے لوگ نہ سمجھیں۔ اسکیم بھی کافی حد تک استعمال میں آتا ہے۔ بنگلہ میں "ٹکنیک" کے لفظ کا استعمال ہونے ہی لگا ہے۔ ناٹکوں اور ناولوں کے "پلاٹ" کا لفظ سب سمجھتے ہیں اور ٹریننگ اسکول کو عام طور پر سب لوگ اسی نام سے جانتے ہیں۔ یہ خیال بھی اپنی جگہ پر ٹھیک ہے اور خاص طور پر سائنس سے تعلق رکھنے والے لفظوں کے لئے تو یہ قاعدہ مان بھی لیا جانا چاہئے۔ لیکن اس سے ہمارا پورا پورا کام نہیں چلتا۔ ہمیں تو بہت سے اصطلاحی لفظ خود بنانے پڑیں گے ورنہ ہماری زبان ہندستانی کی جگہ انگلستانی بن جائے گی تا کہ بھی اگر دو انگریزی جاننے والوں کے ساتھ ایک انگریزی نہ جاننے والا جا کر بیٹھ جائے تو وہ ان کی ۵۰ فی صدی باتیں نہیں سمجھ سکے گا۔ اس طریقے کو روکنا چاہئے۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہندوستان کے عالم مل بیٹھیں اور اس سوال پر نہایت سنجیدگی سے غور کریں اور ہندستانی زبان کا ڈھانچہ بنانے کی کوشش کریں۔ یوں ہی بیٹھے بٹھائے کسی نئی زبان کی ایجاد کر دینا ناممکن ہے اور نہ یہی ممکن ہے کہ زبان کو کسی ایک گھیرے میں بند کر دیا جائے۔ کچھ آسان قاعدے تو بنائے ہی جا سکتے ہیں۔

ہم نئی تعلیم کے پڑھنے والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اس بارے میں ان کا جو خیال ہو وہ ہمیں لکھ بھیجیں۔

چندر گپت باشنے

بنیادی دستکاری کیسے سکھائی جائے؟

گتے اور لکڑی کے کام کا ایک تجربہ

آج دو سال سے ہم دستکاری کے ذریعے تعلیم دینے کا تجربہ کر رہے ہیں۔ یہ تجربہ زیادہ جگہوں میں کتائی ہی کے ذریعے ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اسے سکھانے کے لئے ایک طریقہ اور کچھ لکھنے پڑھنے کا سامان بھی تیار ہو چکا ہے۔

آج وردھا کے ودیا مندر ٹریننگ اسکول اور ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں ایک اور دستکاری یعنی لکڑی اور گتے کے کام کو بنیادی دستکاری بنا کر تعلیم دینے کا تجربہ ہو رہا ہے۔ میں یہاں ایک استاد ہونے کی حیثیت سے اسی نئے تجربے کا تھوڑا سا حال دوسرے استادوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے دو برس سے اس نئی تعلیم کا کام کرنے سے مجھے یہ تجربہ ہوا ہے کہ ہاتھ کے کام کے ذریعے تعلیم دینے کا اصول تو سب لوگوں نے مان لیا ہے مگر ابھی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ دستکاری کو تعلیم کا ذریعہ بنا کر اُسے کیسے سکھایا جائے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے اس لئے کہ تعلیم کے اس نئے تجربے میں ہمارے سامنے کوئی صاف کیا ہوا راستہ نہیں ہے جس پر ہم چل سکیں۔ ہمیں تو ہر قدم پر اپنے لئے خود ہی راستہ تیار کر کے اس پر چلنا ہے اور اس سلسلے میں یہ بات بہت ضروری ہے کہ ہم جتنے استاد اس تجربے میں کام کر رہے ہیں، ایک دوسرے کے تجربے سے فائدہ اٹھائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں۔

جولائی ۱۹۳۹ء میں صوبۂ وسطیٰ میں نارمل اسکول کے استادوں کو اس نئی تعلیم کے اصولوں اور پڑھائی کے کام کی تعلیم دینے کے لئے وردھا میں ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے ایک ٹریننگ کالج کھولا گیا اور کتائی اور لکڑی کے کام کو بنیادی دستکاری مان کر جولائی ۱۹۳۹ء سے اپریل ۱۹۴۰ء تک دس مہینے کا ایک کورس جاری کیا گیا۔

یہاں یہ بات کہہ دینا ضروری ہے کہ گتے کا کام کوئی الگ دستکاری نہیں ہے بلکہ لکڑی اور دھات کے کام کے لئے آگے چلنے کا ایک راستہ ہے۔ اس لئے ان دس مہینوں میں پچھلے پانچ مہینے گتے کا کام کرا کے باقی پانچ مہینوں میں کام کل ۱۲ دن اور ۱۰۰ گھنٹے ہوا۔ پڑھنے والوں کی تعداد ۲۵ تھی۔ کل ۱۰۴ نمونے تیار کئے گئے۔ ان نمونوں کی تیاری کے سلسلے میں کل ۶۰ روپیوں کا سامان خرچ ہوا اور آمدنی ۱۰۲ روپیوں کی ہوئی۔

پڑھائی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو گتے کا کام سکھانے کے لئے پانچ مہینے کافی نہیں تھے۔ پھر بھی اس کم مدت میں اس دستکاری کے سلسلے میں نیچے لکھی ہوئی باتیں سکھانے کی کوشش کی گئی:-

(ا) دستکاری کا عملی کام (درجہ وار نمونوں کی تیاری)

(ب) عملی کام کا باقاعدہ ریکارڈ تیار کرنا۔

(ج) تعلیم کے ذریعے کی حیثیت سے دستکاری سکھانے کے بنیادی اصول۔

(د) دستکاری کے ساتھ ساتھ دوسرے مضمون بچوں کو کس طرح سکھائے جائیں؟

جن ۲۴ طالب علم استادوں نے گتے کے کام کا تین مہینوں والا کورس پورا کر لیا تھا انھیں پہلی دسمبر سے پانچ مہینوں تک لکڑی کے کام کا دوسرا کورس شروع کرایا گیا۔ ان طالب علموں کو کام کے لئے ۱۸ دن اور کام کے صرف ۲۰۴ گھنٹے ملے تھے۔ اس مدت میں انھوں نے ۲۶۴ نمونے پورے کئے اور ۱۰ نمونے ادھورے رہ گئے۔ ان نمونوں کے لئے ۵۰ روپیے سامان پر خرچ ہوئے اور اُس زمانے میں بازار کا جو بھاؤ تھا،

اس کے حساب سے ان کی قیمت کا اندازہ ۲۲۵ روپیے مانا جاسکتا ہے۔
ان پانچ مہینوں میں لکڑی کے کام کی پوری تعلیم دینا ممکن نہیں تھا' لیکن پھر بھی عملی کام کے ساتھ انھیں نیچے لکھی ہوئی باتوں کی تعلیم دینے کی کوشش کی گئی۔

(۱) عملی کام (درجہ وار نمونوں کو تیار کرنا۔
(۲) عملی کام کا سائنٹفک طور پر ریکارڈ رکھنا۔
(۳) بنیادی دستکاری کا طریقہ
(۴) دستکاری اور فن کا تعلق۔
(۵) ایک ساتھ مل کر کام کرنے کا تجربہ۔

اوپر جو تفصیل دی گئی ہے اُس سے ظاہر ہے کہ کسی بھی دستکاری کا صرف عملی کام سکھا دینے سے اس نئی تعلیم کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں دستکاری کو ایک نئے طریقے سے دیکھنا ہوگا اور اس کے سکھانے کے طریقہ میں عملی طریقے سے ترقی حاصل کرنی ہوگی۔ میرے خیال میں دستکاری سکھانے کا جو سب سے اچھا طریقہ ہے اور پچھلے دو برسوں میں میں نے جس کو برتا ہے' اس کا تھوڑا سا حال میں استادوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

بنیادی دستکاری کی تعلیم میں کوئی بھی نیا نمونہ شروع کرنے سے پہلے استاد کو چاہیے کہ طالب علموں کے سامنے اس کے بارے میں تھوڑی بہت باتیں بتائے۔ گتّے یا لکڑی کا کوئی تیار کیا ہوا نمونہ اُنھیں دکھایا جائے' اس کا استعمال اور اس کے فائدے سمجھائے جائیں اور یہ بتایا جائے کہ اگر ایک طالب علم اُسے تیار کرے تو کتنا وقت اور کتنا سامان لگے گا' اور پوری جماعت مل کر تیار کرے تو کتنا وقت اور کتنا سامان لگے گا' پھر یہ کہ کس طریقے سے کام کرنے سے کم سے کم محنت اور سامان خرچ ہوگا۔ اس طرح اس نمونے کی تیاری میں پوری باتیں بتا دینے کے بعد اس کو بنانے کی ایک اسکیم پہلے تیار کر لی جائے اور پھر اُسی اسکیم کو سامنے رکھ کر کام شروع کیا جائے۔ اس نئی تعلیمی اسکیم کی یہ ایک نہایت ضروری بات ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے اُس کا ایک نقشہ تیار کر لیا جائے۔

دستکاری کا عملی کام سکھاتے وقت بھی ہر وقت طالب علم کا دھیان اس بات کی طرف لگائے رکھنا چاہیے کہ کس طریقے سے کام کرنے سے نمونے کی تیاری میں کم سے کم سامان اور کم سے کم محنت خرچ ہوگی' اس لیے کہ ہمیں تو صرف کاریگر تیار نہیں کرنے ہیں بلکہ دستکاری کے ذریعے طالب علموں میں علم کی سچی لگن پیدا کرنی ہے۔ لگن پیدا کرنے کے لئے ان باتوں کا دھیان رکھنا بہت ضروری ہے۔ پہلے سے کام کا نقشہ تیار کر کے کام کرنے سے ان تمام باتوں کی مشق ہوتی ہے جو اس نئی تعلیمی اسکیم کی جان ہیں' جیسے سامان اور اوزاروں کو اچھی طرح سے سمجھنا' ٹھیک ٹھیک حساب لگانا' سلیقے اور ہوشیاری سے ان کا برتنا۔ ایک دوسرے سے مل کر کام کرنے کی عادت یہ سب باتیں کام کے نقشے اور اسکیم کی تیاری میں آجاتی ہیں اور ان کی خوب مشق ہو جاتی ہے۔

دستکاری کی تعلیم میں ایک اور بات جو بہت ضروری ہے یہ ہے کہ کام کو پورا کر کے اس کے بارے میں پورا پورا ریکارڈ رکھنے کی عادت پیدا ہو۔ ہمارے دیس میں یہ بات ہمیشہ سے چلی آرہی ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ کام کرتے ہیں' ان کا دماغ کام نہیں کرتا۔ جو دستکار اور کاریگر ہیں' وہ زبان کی طرف سے کورے ہیں' وہ جو کچھ کرتے ہیں اُسے زبان سے بتا نہیں سکتے اور نہ کسی دوسرے کو اس کے بارے میں کچھ سمجھا سکتے ہیں۔ دستکاری کے کام کا ریکارڈ تو اتنا صاف ہونا چاہیے کہ جس طرح گانوں کے نقشے کو دیکھ کر دیکھنے والا راگ کا پتہ چلا لیتا ہے اسی طرح ریکارڈ کے نقشے کو ایک دفعہ دیکھ کر پورے کام کی تصویر ہمارے سامنے آجانی چاہیے۔

اس لئے دستکاری کی تعلیم میں جو کام بھی بنیادی دستکاری کے طور پر سکھایا جائے' اس کی تفصیل یا نقشہ تیار کرنا تعلیم کا ایک بہت ضروری حصہ ہونا چاہیے اور اس کی طالب علم کو نہایت ہوشیاری سے مشق کرانی چاہیے۔ طالب علموں کو ریکارڈ رکھنے کی مشق تین طریقوں سے کرانی چاہیے' ایک تو زبانی' دوسرے لکھ کر اور تیسرے گراف اور تصویروں کے ذریعے۔ کام پورا ہو جانے کے بعد استاد کو چاہیے کہ وہ تمام طالب علموں سے ایک ساتھ اپنے اپنے کام کا زبانی حال سنانے کو کہے۔ اس کے بعد ہر طالب علم اپنی نوٹ بک میں اس کا ریکارڈ تیار کرے۔ اس ریکارڈ میں نیچے لکھی ہوئی باتیں ضرور ہونی چاہئیں۔

تاریخ' کام کی کل مدت (گھنٹے' ورمنٹ میں)' نمونے کا نام' اس کا حال اور اس کا فائدہ' ضروری کچا مال اور اس کی کیفیت' ضروری اوزار اور ان کا کام' کام کے آسان عمل' ان کاموں کے ذریعے جو مضمون پڑھائے گئے ہوں یا سکھائے جا سکتے ہوں اُن کا نام۔ اس کے علاوہ ہر طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے کام کا گراف اور خاکے تیار کرے۔

دستکاری کا عملی کام پورا ہونے کے بعد یا جہاں مضمونوں کے پڑھانے میں اس کا تعلق آئے' اس کے ساتھ ساتھ استاد اور طالب علم دونوں کو مل کر اس چیز پر دھیان دینا چاہیے کہ اس دستکاری کا علم سے کہاں تک لگاؤ ہے۔ اسی چیز کا نام رکھا گیا ہے "کوری لیشن" یا ربط' اور بنیادی تعلیم میں یہی اصول سب سے مشکل مانا جاتا ہے۔ گر جو استاد اپنی دستکاری کو اچھی طرح سے جانتا ہے' اس کے لئے یہاں بھی کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیے' اس لئے کہ بچوں کو علم سکھانے کا یہی سب سے آسان اور قدرتی طریقہ ہے۔

اس سوال پر کہ تعلیم کے واسطے کی حیثیت سے کوئی دستکاری کس طرح سکھائی جائے' میں نے اپنے تجربے کی بنیاد پر استادوں کے سامنے چند تجویزیں سوچ بچار کے لئے رکھی ہیں۔ اُمید ہے کہ اس سوال کو حل کرنے کی کوشش میں دوسرے استاد بھی اپنی اپنی رائیں دے کر میرا ہاتھ بٹائیں گے۔

لکشمیشور سنہا صاحب

بنیادی تعلیم کے ہفتے کی دھوم

اس نئی تعلیمی اسکیم کا عام لوگوں میں پھیلانا بھی بنیادی تعلیم کے تجربے کی ایک ضروری کڑی ہے۔ صوبۂ متحدہ میں ابتدائی مدرسوں کے جو سات ریفریشنگ سینٹر کھولے گئے تھے' ان میں ایک سینٹر آگرہ بیک سینٹر بھی ہے۔ اپریل کے مہینے میں اس ٹریننگ سینٹر سے استادوں

کے چار گروہ تیار ہو کر نکل چکے ہیں گویا ایک سال کا کام پورا ہو گیا۔ اس موقع پر بنیادی تعلیم کے کام کرنے والوں نے بنیادی تعلیم کے پھیلانے کے لئے اور لوگوں کو اپنے کام کا حال دکھانے کے لئے بنیادی تعلیم کا ایک ہفتہ منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس ہفتے میں ہر روز ایک بنیادی دستکاری کی نمائش کی گئی اور ساتھ ہی ساتھ لکچروں کے ذریعے یہ بھی بتایا گیا کہ بنیادی دستکاریوں کے ذریعے مختلف مضمون کیسے پڑھائے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس تعلیمی اسکیم کے دوسرے ضروری ضروری پہلوؤں کو بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی۔

بنیادی تعلیم کے پرچار کے لحاظ سے اور عوام کو اس تعلیمی اسکیم کی صحیح پہچان کرانے میں یہ ہفتہ بہت بڑی حد تک کامیاب رہا۔ عوام نے اس کے پروگرام میں دلچسپی لی اور ہر روز بہت کافی تعداد میں لوگ دیکھنے بھی آئے۔ بنیادی تعلیم کے تجربے کے سلسلے میں جو لوگ دلچسپی لیتے ہیں، ان کے لئے اگر اس ہفتے کا تھوڑا سا حال چھاپ دیا جائے تو شاید نامناسب نہ ہوگا۔

بنیادی تعلیمی ہفتے میں تین دن تک گتے کا کام، کتائی بنائی اور باغبانی کی دستکاریوں کی نمائش کی گئی۔ گتے کے کام کے دن گتے کے نمونے (ماڈل)، ابری کاغذ (ماربل پیپر) اور ردی کاغذ سے دفتی بنانے کی نمائش ہوئی۔ اس دستکاری کے زمانے میں آخری نمائش خاص طور پر بہت اہم تھی۔ اس کے علاوہ گتے کے کام کے استاد نے لوگوں کو اس دستکاری کے فائدے اور اس کے استعمال بتائے اور اسی سلسلے میں یہ بھی بتایا کہ دوسرے مضمونوں کے ساتھ اس دستکاری کا ربط کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ایک استاد نے لڑکوں کو ایک "نمونے کا سبق" پڑھایا اور مشاہدے کے ذریعے لوگوں کو دکھایا کہ گتے کے کام کے ذریعے سے تعلیم کس طرح دی جا سکتی ہے۔ آخر میں اس ٹریننگ سینٹر کے صدر نے اپنی رپورٹ سنائی اور بتایا کہ ٹریننگ سینٹر میں گتے کی جو چیزیں تیار ہوئی تھیں وہ اچھے داموں اور خاصی تعداد میں بک گئیں۔

اسی طرح کتائی کی دستکاری کی نمائش کے دن تکلی، دیسی چرخے اور یرودا کے چرخے پر استادوں اور بچوں کی کتائی اور نواڑ اور قالین کی بنائی کی نمائش ہوئی۔ تکلی پر استادوں نے جو گیت گائے تھے وہ سنائے اور کتائی کی اہمیت اور تعلیم سے اس کا ربط" کے عنوان سے ایک لکچر ہوا۔ آخر میں کتائی اور بنائی کی دستکاری کے افسر نے اپنی رپورٹ پڑھ کر سنائی اور بتایا کہ سینٹر میں جتنا سوت کاتا گیا اس کی کھپت کپڑے، قالین، دری، نواڑ وغیرہ کی بنائی میں ہوئی اور استادوں کی کتائی کی رفتار فی گھنٹہ ۳۰۰ گز تک پہنچ گئی تھی۔

باغبانی کی نمائش کے دن بچوں نے ہار اور گلدستے بنانے کی نمائش کی اور ۵۰۰ استادوں کو اپنے ہاتھ کے پیدا کئے ہوئے پھولوں کے بیج بانٹے گئے۔ "باغبانی" اور "شہد کی مکھیاں پالنے" پر لکچر ہوئے اور باغبانی کے افسر نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ باغبانی کے پروگرام میں ترکاریاں

پیدا کرنے کی طرف خاص طور پر دھیان دیا گیا تھا۔

ان تین دستکاریوں کے دن منانے کے علاوہ اس نئی تعلیم کے دوسرے پہلوؤں کی طرف بھی لوگوں کو دھیان دلایا گیا اور اس سلسلے میں ایک "تندرستی قائم رکھنے کا دن"، ایک "فن اور آرٹ" کا دن" اور ایک "ہندستانی" دن منایا گیا۔ "تندرستی قائم رکھنے" کے دن کے موقعے پر بچوں کی تندرستی کو دیکھا گیا، ان کے ناخن کاٹے گئے، جن بچوں کے کپڑے گندے تھے، ان کے کپڑوں کو استادوں کی نگرانی میں صاف کیا گیا۔ بچوں کو نہلایا گیا اور صابن تقسیم کئے گئے۔ اس کے علاوہ بچوں اور استادوں کے درمیان لاٹھی اور تلوار کے کھیل اور ڈرل وغیرہ کی بھی نمائش ہوئی۔ آخر میں جلسے کے صدر نے ایک تقریر میں سمجھایا کہ بچوں کی تعلیم میں جسمانی تعلیم کتنی ضروری ہے۔

"فن اور آرٹ" کے دن کے موقعے پر بچوں اور استادوں نے مل کر جلسے کے پنڈال کو خوب سجایا۔ استادوں نے تصویر کشی، مٹی کے کام اور کاغذ کو تراشنے کی نمائش بڑی خوبی سے کی مگر سب سے زیادہ اچھی نمائش بچوں کے آرٹ کی رہی جس میں ان کی اپنی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ تصویر کھینچنے کے لئے بچوں کے قد کے مطابق بانس کے اسٹینڈ اور ملتانی مٹی سے پتی ہوئی تختیاں بنائی گئیں۔ بچوں نے کھجور کی ٹہنی سے بنے ہوئے برش سے کھڑے ہو کر اپنے اپنے جی سے تصویریں بنائیں اور ساتھ ساتھ اس بات کا دھیان رکھا گیا کہ ہر بچہ تصویر بناتے وقت اپنے پورے ہاتھ کو آزادی کے ساتھ چلا سکے۔ اس نمائش میں یہ بات خاص طور پر دکھائی گئی تھی کہ آرٹ کی تعلیم دینے کے لئے کسی قیمتی اوزار یا مہنگے سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ معمولی دیہاتی اوزار اور سامان کے ذریعے بچوں کو اچھی سے اچھی اور اونچی سے اونچی آرٹ کی تعلیم دی جا سکتی ہے۔ آخر میں "آرٹ کی اہمیت" کے عنوان سے ایک لکچر بھی دیا گیا۔

ہندستانی کے دن کے روز بحث مباحثہ، مشاعرہ اور ناٹک کا پروگرام تھا۔ آخری روز بنیادی تعلیم پر عام بات چیت اور تقریریں ہوئیں۔

ہمارا تجربہ یہ رہا ہے کہ بنیادی تعلیم کے اس پروگرام سے لوگوں کو اس نئی تعلیمی اسکیم کی خوب پہچان ہوگئی، اتنا ہی نہیں بلکہ اس اسکیم سے انھیں دلچسپی اور ہمدردی بھی پیدا ہوگئی۔ بنیادی تعلیم کے دوسرے کام کرنے والوں سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ بنیادی تعلیم کے لوگوں میں پھیلانے کو بھی اپنا ہی ایک کام سمجھیں اور اپنے اپنے اداروں سے لوگوں کی ہمدردی اور لگاؤ بڑھانے کی کوشش کریں۔

جناب ن۔ م بشرما،
افسر انچارج،
سرکاری بنیادی تعلیم کا مرکز،
آگرہ۔

چرخے کی پتلی ڈوری

یرودا چرخے میں دو ڈوریاں ہوتی ہیں، ایک موٹی اور ایک پتلی۔ موٹی

ڈوری کے ذریعے بڑے پہیے سے چھوٹے پہیے کی گھرنی پر اور پتلی ڈوری

کے ذریعے چھوٹے پہیئے سے تکوے کی گھرسی پر چال کو ایک سا بنانے کا کام لیا جاتا ہے۔ جیسے چمن میں تانت بہت خاص چیز ہوتی ہے اسی طرح چرخے میں یہ ڈوریاں بھی بہت خاص چیز ہوتی ہیں۔ اُنھیں ضرورت سے زیادہ ڈھیلا یا بہت تنا ہوا رکھنے سے کتائی کی چال پر فوراً اثر پڑتا ہے۔ موٹی ڈوری جب ایک بار ٹھیک لگ جاتی ہے تو اس کی طرف دھیان دینا ضروری نہیں ہوتا مگر پتلی ڈوری بہت جلد ٹوٹ جاتی ہے اور خراب ہو جاتی ہے اور اسی لئے اُسے بار بار بدلنا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر کاتنے والے کو پتلی ڈوری بٹنے میں ہوشیار ہونا چاہیئے۔ کاتنا سیکھنے سے پہلے ہی اگر کاتنے والے ڈوری بنانا سیکھ لیں تو بہت اچھا ہو نہیں تو ڈوری کے ٹوٹتے ہی اُنھیں دوسروں کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

مگر بہت سے کاتنے والے ایسے ہیں جو پتلی ڈوری کے لیے مِل کا بنا ہوا سوت کام میں لاتے ہیں۔ یہ بالکل مناسب نہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ہاتھ کا سوت کاتنے کے لیے مِل کا سوت استعمال کریں۔ اس سے زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ "کھادی سرنجام کاریالے" (کھادی کا سامان تیار کرنے والا کارخانہ) جیسے ادارے جو چرخے تیار کرتے ہیں مِل کی ڈوریاں استعمال کرتے ہیں اور انھیں چرخے کے ساتھ بیچتے ہیں۔ چرخا سنگھ سے ڈوریاں بنانے کے لئے پتلا چاہیئے، مہین اور مضبوط سوت لیا جا سکتا ہے اور ان کو بٹ کر ڈوریوں کے لچھے تیار کرنا بہت آسان کام ہے۔

یہ بات تو عام لوگوں کے لیے ہوئی مگر اس سلسلے میں اگر کتائی کی تعلیم کے خیال سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ڈوری بنانا نہ سکھانے سے کتائی کی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے۔ کتائی سے ڈوری بنانے کا کام الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ یہ چیز تو کتائی کا ایک بہت ضروری حصہ ہے۔ مگر میرا بھی تجربہ یہ ہے کہ استاد اس طرف جتنا چاہیئے اتنا دھیان نہیں دیتے۔ اس لئے درجے میں کتائی کا کام شروع کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو ڈوری بنانے کی بھی تعلیم دینی چاہیئے۔ ہر طالب علم سے کم سے کم ۰۰ اگز پتلی ڈوری تیار کرا لینی چاہیئے! ڈوری بنانا یوں تو آسان کام ہے لیکن پھر بھی اسے بناتے وقت کافی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ چاہیئے یہ کہ ہر بچہ اپنے ہی تیار کئے ہوئے سوت سے ڈوری تیار کرے اور اس کا بھی حساب رکھے کہ ہر ڈوری سے کتنا سوت کاتا جا سکتا ہے۔ اس طرح اس بات کا علم کہ ڈوری مضبوط ہے یا کمزور، بچہ خود ہی حاصل کرے گا اور آخر وہ ڈوری بنانے کی خود کوشش کرے گا۔

پتلی ڈوری بنانے کا طریقہ کبھی آیندہ بتانے کی کوشش کروں گا۔

پ۔ ر

ایک درخواست

نئی تعلیم کو نکلتے پورا ڈیڑھ سال ہو چکا۔ اتنے دن میں لوگوں نے اسے کتنا پسند کیا، اس کا اندازہ ہمیں اس بات سے ہے کہ اس کے خریدار تھوڑے تھوڑے کرکے بڑھ رہے ہیں اور اُمید ہے کہ اسی طرح برابر بڑھتے رہیں گے۔ لیکن ہمیں اس میں شبہ ہے کہ جو کام ہم نئی تعلیم کے ذریعے سے لینا چاہتے تھے وہ لے سکے یا نہیں۔ اگر دنیا میں اپنی چیزوں کو بُرا کہنے کا رواج ہوتا تو ہم بلا کسی ڈر کے یہ کہہ دیتے کہ ہم جو کام کرنا چاہتے تھے وہ نہ کر سکے۔ اور اس کی ذمہ داری ہم سے زیادہ خود 'نئی تعلیم' پڑھنے والوں پر ہے اور خاص کر اُن پڑھنے والوں پر جو کسی نہ کسی طرح تعلیم کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور جنھیں برابر ایک ایک قدم پر نئی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دنیا کی کل میل جول پر قائم ہے۔ اگر لوگ مل جل کر کام کرنا چھوڑ دیں تو دنیا کی چلتی ہوئی کل ایک دم رک کر رہ جائے اور اگر دنیا کا ہر کام مل جل کر کیا جانے لگا تو یہ کل اور بھی تیزی سے چلنے لگے۔ پھر ہم میں یہ جھجک کیوں؟ ہم اپنی مشکلوں کو دوسروں سے کہتے کیوں ڈرتے ہیں؟ جو پتھر ہمارے راستوں میں اٹکے ہوئے ہیں، انھیں دوسروں کے ساتھ مل جل کر ہٹاتے کیوں نہیں؟

نئی تعلیم نکالنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ تعلیم کی ہماری بھائی ہوئی نئی دنیا میں جو نئے نئے تجربے برابر ہوتے رہتے ہیں وہ ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے تک پہنچتے رہیں۔ ہمیں اس راستے میں جو مشکلیں پڑ رہی ہیں وہ نئی تعلیم کے صفحوں کے ذریعے سے ہم دوسروں تک پہنچاتے رہیں تاکہ ایک آدمی دوسرے کے تجربے سے فائدہ اُٹھائے اور دوسرا آدمی تیسرے کی مشکلوں کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر نئی تعلیم پڑھنے والے اس مقصد کو سمجھ لیں تو ہم تھوڑے ہی دن میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔

اس لئے ہماری درخواست ہے کہ 'نئی تعلیم' کے پڑھنے والے اُسے اچھا سے اچھا بنانے کی کوشش کریں اور اس کی سب سے اچھی ترکیب یہی ہے کہ پڑھانے لکھانے میں جو تجربے انھیں ہوتے ہیں یا جو مشکلیں ان کے سامنے آتی ہیں اُنھیں مضمون کی شکل میں بلا کسی جھجک کے ہمارے پاس بھیجیں۔ 'نئی تعلیم' اُن کا پرچہ ہے۔ اُن کے فائدے کے لئے نکالا گیا ہے تو وہ اس سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھاتے؟

سید وقار عظیم ایم۔ اے۔

بنیادی تعلیم کا ادب

وستر پورن: تکلی کی کتائی پر ایک کتاب - زبان مرہٹی -
مصنف - جناب کندر دیوان -
صفحے ۳۰۰ - قیمت ایک روپیہ

میں اس کتاب پر تنقید نہیں کر رہا ہوں - یہ کام تو اس مضمون کو اچھی طرح جاننے والوں کا ہے - میں تو صرف کتاب چھپ جانے کی خبر دے رہا ہوں -

کتائی کا کام کرنے والوں کو معلوم ہے کہ جناب ونوبا جی نے خود مدتوں تجربہ کرکے تکلی کے کام کو کس مرتبے پر پہنچا دیا ہے - یہ کتاب انھی کے سکھائے ہوئے ایک ہونہار شاگرد کی لکھی ہوئی ہے - اس لئے اس مضمون کے سلسلے میں اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو ونوبا جی کے تجربے سے فائدہ ہوگا -

تکلی کی کتائی پر کچھ سال پہلے "تکلی کیسے کاتیں؟" کے نام سے ایک کتاب نکلی تھی - مگر اس کتاب میں اسی زمانے تک کی باتیں تھیں - "وستر پورن" میں لکھنے والے نے تکلی کی کتائی کے سلسلے میں اب تک جتنی باتیں پیدا ہوئی ہیں سب اکٹھی کر دی ہیں - اس کتاب میں تکلی کی کتائی کے علاوہ اور بھی بہت سی کام کی باتیں آ گئی ہیں - سوت کی وہ شکل جب وہ بننے کے قابل ہوتا ہے اور کتائی سے پہلے کپاس کو چننے سے پونیاں بنانے تک کے تمام کام پوری طرح لکھے گئے ہیں - پھر طرح طرح کی دھنائی، سوت کی جانچ، اس کے سلسلے کا سارا حساب کتاب، مدرسوں میں کتائی کا حساب رکھنے کے نقشے اور چارٹ وغیرہ ... کے سلسلے کی بھی تمام باتیں اس میں لکھی گئی ہیں - تکلی پر کاتنے کے تمام طریقوں کا بیان تو خیر ہے ہی، باریک سے باریک سوت کاتنے کا مضمون بھی ہے - اس طرح صرف چرخے کے مضمون کو چھوڑ کر کتائی کے سلسلے کے سبھی پہلو اجاگر کئے گئے ہیں - یہ کتاب استادوں کے لئے بہت ہی کام کی ثابت ہوگی -

اس کتاب کو پڑھتے وقت یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جس طرح دل پر گذرنے والی باتیں اور اپنے من کے بھاؤ کو لفظوں میں ظاہر کرنا مشکل ہے اسی طرح دستکاریوں کی پیچیدگیوں کو اور کاتتے وقت کتائی کے لئے بدن کی جو جو شکلیں ہوتی ہیں ان کو ٹھیک ٹھیک بیان کرنا بھی مشکل ہوتا ہے - لکھنے والے نے اس مشکل کو بھی بڑی کامیابی سے نباہا ہے چنانچہ اسی سلسلے میں ان کو بہت سے نئے لفظ بھی گھڑنے پڑے ہیں -

شانتی نکیتن کے نیہار رنجن چودھری نے اس کتاب کی تصویریں اور خاکے بنائے ہیں جو کتاب میں مناسب جگہوں پر لگائے گئے ہیں - ان تصویروں سے مضمون کو سمجھنے میں کافی آسانی پیدا ہو گئی ہے -

اس کتاب کا ہندی ترجمہ بھی جلد ہی شائع ہونے والا ہے -

شری کرشن داس جاجو،
۲۷ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں | مطبوعہ: جید برقی پریس | مدیر: آشا دیوی

جلد ۲، نمبر ۷ — دہلی، جولائی ۱۹۴۰ء — قیمت سالانہ ۲

بنیادی تعلیم کا نیا سال

جنتری چاہے کچھ ہی کہے مگر تعلیم کی دنیا میں تو نیا سال برسات ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اس جولائی سے جتنے ٹریننگ اسکول اور بنیادی اسکول اپنا نیا سال اور نیا کام شروع کر رہے ہیں انھیں ہم کامیابی کا سندیسہ بھیج رہے ہیں کہ وہ نئی تعلیم کی طرف نئی تعلیم کے ذریعے جو قدم اٹھا رہے ہیں وہ مبارک ثابت ہو۔

زیادہ ٹریننگ اسکولوں کے لئے تعلیم کا یہ تجربہ اب نیا نہیں رہا۔ بنیادی تعلیم کے استادوں کی دو ٹولیاں تو تیار ہو چکیں، اب تیسری کی تیاری شروع ہو رہی ہے۔ ان اسکولوں کے پاس دو سال کے تجربوں کا خزانہ جمع ہوگا اور تیسرے سال کا کام شروع ہونے والا ہے۔ ہمیں یہ امید ہے کہ آنے والا سال بنیادی دستکاری کے فن کے علاوہ، دستکاری کے ذریعے تعلیم دینے کے طریقے اور بنیادی تعلیم کا ادب تیار کرنے کے لئے ترقی کا ایک نیا دور ثابت ہوگا۔

اسی کے ساتھ بنیادی تعلیم کے جو اسکول وغیرہ پچھلے سال اپنا کام ختم کر چکے ہیں ہم ان کو اس نئے سال کی خوشی کے موقع پر بھول نہیں سکتے بلکہ تعلیمی تجربے میں انھوں نے جو حصہ لیا اُس کی وجہ سے ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ صوبہ متوسط میں نارمل اور ہائی اسکول کے استادوں کو اس نئی تعلیم کے اصول اور عملی تجربے کی تعلیم دینے کے لئے پچھلے جولائی میں جو ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا تھا وہ اسی اپریل سنہ ۱۹۴۰ء میں بند ہو گیا۔ اس انسٹی ٹیوٹ میں کتائی، گتے کا کام اور لکڑی کا کام ان تینوں دستکاریوں کا تجربہ کیا گیا تھا اور یہاں سب سے خاص بات یہ تھی کہ یہاں کے پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں تجربہ کار اُستاد تھے۔ یہی نہیں بلکہ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو استادوں کے تیار کرنے کا کام کر چکے تھے۔

کورس پورا کرنے کے بعد آج ان استادوں اور لڑکوں میں سے کچھ تو بنیادی تعلیم کے تجربے میں مدد دے رہے ہیں اور کچھ صوبہ متوسط کے نارمل اور ہائی اسکولوں میں پھر سے موجودہ تعلیم کا کام کر رہے ہیں۔ مگر ہمیں امید ہے کہ چاہے وہ پرانی تعلیم کا کام کرتے ہوں یا نئی تعلیم کا اس نئی تعلیم کا سندیسہ پھیلانے میں ضرور ہاتھ بٹائیں گے۔

ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں جو استاد تیار کئے گئے تھے ان کی مدد سے صوبہ متوسط کے ہندی بولنے والے جو استاد ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے سیونی میں اور مرہٹی بولنے والوں کے لئے وردھا میں دو نئے بنیادی ٹریننگ اسکول جون میں کام شروع کر رہے ہیں۔ بنیادی تعلیم کے میدان میں ہم ان دونوں نئے اسکولوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

پچھلے جولائی میں مدراس سرکار کی طرف سے کوئمبتور میں جو ٹریننگ اسکول قائم کیا گیا تھا وہ سال بھر کے کام کے بعد بند کر دیا گیا اور بنیادی تعلیم کے کام کو ترقی دینے کی اور کوئی تجویز آج مدراس سرکار کے سامنے نہیں ہے۔ مگر ہمیں امید ہے کہ سرکاری مدد ملے یا نہ ملے تامل ناڈ میں بنیادی تعلیم کا کام ہرگز بند ہونے والا نہیں ہے۔ میونسپلٹی، ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ مقامی ادارے اسے اپنائیں گے اور اپنے استادوں کو اس نئی تعلیم کی ٹریننگ دلوا کر اپنے آس پاس کے اسکولوں میں اس کا تجربہ شروع کریں گے۔

دیہات کے بنیادی اسکولوں میں جو لوگ نئے سال میں نئے کام کی ابتدا کر رہے ہیں ان سے ہماری ایک خاص اپیل ہے۔ اس نئی تعلیم کا عملی تجربہ وہی کر رہے ہیں اور اُن ہی کے کام، حوصلے، لگن اور بھروسے پر ہی اس کی کامیابی یا ناکامیابی منحصر ہے۔ اب جب کہ ہم اس نئے سال میں داخل ہو رہے ہیں دنیا ایک بہت نازک دور سے گذر رہی ہے اور اسے بڑی نازک حالت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یورپ پر ہی نہیں تمام دنیا پر ظلم اور بے رحمی کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ مگر ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ زمانہ انسانی تاریخ کا آخری زمانہ ہے۔ ہم میں سے جو اس بات کو مانتے ہیں کہ ہماری سماج ظلم، بے انصافی اور جھوٹ پر نہیں بلکہ سچائی، انصاف اور رحم پر قائم ہے اور جو لوگ

ان چیزوں کو بنیاد سمجھ کر ایک نیا سماج بنانے کی امید رکھتے ہیں اُن کے لئے نئی تعلیم بس ایک نئی تعلیمی اسکیم ہی نہیں بلکہ ایک نئے سماج کی بنیاد ڈالنے کی پہلی کوشش ہے۔ اس لئے جو لوگ دیہات کے بچوں کو لے کر ہاتھ کے کام کے ذریعے تعلیم دینے کا کام کر رہے ہیں وہ اس نئے سماج کے بنانے میں اپنا حصہ بٹا رہے ہیں جو دوستی اور مدد کی بنیاد پر ہوگا۔ ان سے ہماری استدعا ہے کہ وہ اپنی اس بڑی ذمہ داری کو نہ بھولیں کیونکہ انھیں کی مدد سے ہم اپنی منزل کی طرف بڑھ کر اس تک پہنچ سکتے ہیں۔

کتائی کا ایک تجربہ

اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے کہ بڑی عمر کے طالب علموں کے لئے مسلسل کتائی کا کونسا وقت سب سے زیادہ مناسب ہوگا "ودیا مندر" ٹریننگ اسکول میں کتائی کا ایک تجربہ کیا گیا تھا۔ بنیادی تعلیم کے دوسرے کام کرنے والے بھی شاید اس تجربے کے نتیجوں سے دلچسپی رکھتے ہوں اس لئے اس تجربے کی ایک چھوٹی سی رپورٹ نیچے لکھی جاتی ہے۔

میری رائے میں اگر ہر ٹریننگ اسکول میں کبھی کبھی اس طرح کے تجربے کئے جائیں اور ان کے نتیجے جمع کر لئے جائیں تو اس تعلیم کے تجربے کی سائنٹفک ترقی میں بڑی مدد دیں گے۔

تاریخ : ۲ فروری سنہ ۱۹۴۰ء

مضمون : ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کا کتائی کا شعبہ اور اس کے سیکشن اے کے ۲۴ ممبر۔

عمر : ۲۰ سال سے ۱۵ سال تک۔

کام کا وقت : دن کے ۱۱ بجے سے ۱ بجے تک۔

حیثیت : اوسط۔

آلے اور سامان ۔ کسان چرخے مکمل ساز و سامان کے ساتھ اور کتائی کے سب ضروری آلات جیسے سیاہ کپڑے کے ٹکڑے، ترازو اور باٹ، پونیاں (سورتی)۔

طریقہ : کتائی کا کام دو گھنٹے تک بغیر کسی وقفے کے۔ کام کرنے والا پانچ پانچ منٹ کا حساب رکھتا تھا۔ ہر آدمی لگاتار ۲ گھنٹے تک کاتا کرتا تھا سوائے اس کے کہ ہر پانچ منٹ کے گذرنے پر وہ سوت پر روشنائی کا ایک نشان لگا لیتا تھا۔

بیٹھنے کا طریقہ زیادہ سے زیادہ آرام دہ تھا۔ کتائی صرف دائیں ہاتھ سے ہی ہوتی تھی۔ سب کو ایک ہی نمبر (۲۰ کاؤنٹ) کا سوت کاتنا پڑتا تھا۔

کتائی کے وقت پریت پر کاتنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہر آدمی کو چار چار تکوے دیے جاتے تھے۔

دو گھنٹے کا وقت آدھ آدھ گھنٹوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ آدھ گھنٹے میں کاتا ہوا سوت الگ الگ تکووں پر ہی رہنے دیا جاتا تھا اور لپٹے ہوئے سوت کی الگ کی ہوئی کُکڑیوں پر ترتیب وار پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی کے نشان لگا دئے جاتے تھے۔

تمام چرخوں اور ان کے سامان اور آلات کی پہلے ہی جانچ کر لی گئی تھی کہ ان میں کوئی خرابی تو نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی احتیاط رکھی گئی کہ پورے دو گھنٹے تک سارے کام میں کوئی خرابی نہ آئے۔

نتیجے

دو گھنٹے کے بعد ہر تجربہ کرنے والے نے اپنا سوت پہیے پر لپیٹا اور (۱) ہر پانچ منٹ میں کاتے ہوئے سوت کی لمبائی اور (۲) ہر کسی گھنٹے میں کاتے ہوئے سوت کی لمبائی ناپ کر لکھ لی۔

ہر آدھے گھنٹے میں کاتے ہوئے سوت کی لٹ پر ایک ایک کر کے پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی کے نشان لگا دئے گئے۔

ان نتیجوں کی فہرست اس طرح تیار کی گئی۔

۱

وقت کا حصّہ	کاتے ہوئے سوت کی لمبائی

یہ نتیجے گراف کے ذریعے بتائے جاتے تھے۔

۲ ۔ کتائی کے بعد سوت کی (۱) ہمواری (۲) مضبوطی اور (۳) نمبر جانچے گئے۔

۳ ۔ ہر آدھے گھنٹے میں کاتے ہوئے سوت کی (۱) ہمواری (۲) مضبوطی اور (۳) نمبر جانچے گئے۔

۴ ۔ (۱) کم سے کم اور (۲) زیادہ سے زیادہ رفتار کے وقت نکالے گئے۔

۵ ۔ اوپر لکھے ہوئے عددوں سے یہ حساب لگایا گیا کہ زیادہ سے زیادہ اچھی پیداوار کے ساتھ ساتھ لگاتار کتائی میں سب سے مناسب اور اچھا وقت کا حصہ کون سا ہے (وقت کی وہ منزل جس میں (۱) سب سے زیادہ تیز رفتار ہو اور (۲) سب سے اچھا کام ہوا ہو۔)

۶ ۔ تھکاوٹ کی ابتدا (یعنی (۱) رفتار اور (۲) کام کی کمی) کا وقت دیکھا گیا۔

۷ ۔ اُس روئی کا حساب لگایا گیا جو خراب ہوئی۔

اندرونی حالت

(دل میں پیدا ہونے والے خیالوں کی جانچ)

مسلسل کاتنے سے دماغ پر اس کام کا دو گھنٹے تک کیا کیا اثر پڑتا رہا اس کا صحیح اندازہ کیا گیا جس میں خاص طور پر یہ باتیں لکھی گئیں :-

(۱) دماغ اور جسم پر زور پڑنے اور تیاری کا احساس۔

(۲) کامیابی یا ناکامیابی کا احساس۔

(۳) ایک ہی کام کرتے کرتے اُکتا جانے کا احساس۔

(۴) جسمانی تھکن۔
(۵) کام کے بارے میں دلی احساس۔

خاکہ نمبر ۱

پونیوں اور ضائع شدہ روئی کی کل اور اوسط رقمیں۔

کام کرنے والوں کی تعداد	کل پونیاں جو دی گئیں	کل ضائع شدہ روئی	پونیوں کی اوسط فی کس	ضائع شدہ روئی فی کس	ضائع شدہ روئی فی کس فی صدی
	پاؤ۔ آنہ۔ سہ	پاؤ۔ آنہ۔ سہ	پاؤ۔ آنہ۔ سہ	پاؤ۔ آنہ۔ سہ	
۲۴	۲۰-۱۵-۳	۱ ۱-۶	۱-۴-۶	۰-۰-۹	۴

خاکہ نمبر ۲

اوسط فی کس (۱) رفتار (۲) سوت کا نمبر (۳) سوت کی مضبوطی (۴) دو گھنٹے کی کتائی میں سوت کی یکسانیت۔

رفتار	نمبر	مضبوطی	یکسانیت
۴۰۸	۲۰	۸۳٫۵	۷۶

خاکہ نمبر ۳

ہر آدھے گھنٹے کی (۱) رفتار (۲) نمبر اور (۳) مضبوطی کا اوسط۔

وقت کا حصہ	رفتار	نمبر	مضبوطی
پہلا نصف گھنٹہ	۱۰۵	۲۱	۸۴
دوسرا " "	۱۰۲	۲۱	۹۰٫۴
تیسرا " "	۱۰۳	۲۰٫۹	۷۹٫۴
چوتھا " "	۱۰۱	۱۹٫۲	۸۴

خاکہ نمبر ۴

ہر آدھے گھنٹے میں (۱) سب سے اچھا اور (۲) سب سے خراب کام کرنے والوں کی تعداد

وقت کا حصہ	سب سے اچھا کاتنے والے	سب سے خراب کاتنے والے
پہلا آدھا گھنٹہ	۹	۴
دوسرا " "	۱۰	۱
تیسرا " "	۳	۶
چوتھا " "	۲	۱۳

خاکہ نمبر ۵

ہر نصف گھنٹے میں سب سے اچھے (۱) رفتار (۲) نمبر اور (۳) مضبوطی پر پہنچنے والوں کی تعداد۔

وقت کا حصہ	سب سے اچھے نتیجے دکھلانے والوں کی تعداد		
	رفتار میں	نمبر میں	مضبوطی میں
پہلا نصف گھنٹہ	۸	۱۲	۹
دوسرا " "	۵	۶	۸
تیسرا " "	۸	۴	۴
چوتھا " "	۳	۲	۳

خاکہ نمبر ۶

رفتار کی گردش کا حساب۔

رفتار	کام کرنے والوں کی تعداد
۲۶۰۰ - ۲۴۰۰	۵
۲۴۰۰ - ۲۲۰۰	۳
۲۲۰۰ - ۲۰۰۰	۲
۲۰۰۰ - ۱۸۰۰	۴
۱۸۰۰ - ۱۶۰۰	۲
۱۶۰۰ - ۱۴۰۰	۲
۱۴۰۰ - ۱۲۰۰	۲
۱۲۰۰ - ۱۰۰۰	۳
۱۰۰۰ - ۹۰۰	۱

خاکہ نمبر ۷

کاتنے والوں کی عمر کے لحاظ سے (۱) رفتار (۲) نمبر (۳) مضبوطی اور (۴) یکسانیت کا اوسط۔

عمر	رفتار	نمبر	مضبوطی	یکسانیت
۲۶ - ۳۰	۴۷۹	۲۰٫۴	۹۲٫۲	۸۰٫۴
۳۱ - ۳۴	۴۳۱	۲۳٫۴	۸۸٫۰	۹۷٫۱
۳۵ - ۳۸	۴۷۰	۱۹٫۲	۸۹٫۰	۷۹٫۹
۳۹ - ۴۲	۳۷۳	۱۴٫۰	۷۲٫۰	۹۰٫۰
۴۳ - ۴۶	۳۷۵	۱۸٫۰	۷۵٫۷	۸۰٫۰
۴۷ - ۵۰	۳۲۵٫۶	۲۱٫۸	۸۲٫۰	۷۸٫۲
۵۱ - ۵۴	۲۷۶	۱۵٫۰	۵۱٫۰	۹۰٫۰

کاتنے والوں کے دلوں میں جو خیالات پیدا ہوئے اُن کا خلاصہ

(۱) **تیاری کا جذبہ**:۔ سب نے مان لیا کہ تجربہ شروع ہونے سے پہلے ان کے دل میں تیاری کا خیال پیدا ہوا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ سب سے اچھا کام کرکے دکھایا جائے۔ تین آدمیوں کو اس تجربے کے انوکھا ہونے کی وجہ سے گھبراہٹ رہی اور اُن کے دماغ پر بھی کچھ زور پڑا۔ بعض لوگوں کو یہ ڈر ہوا کہ چرخے شاید ٹھیک کام نہ دیں یا سوت یکساں طور پر نہ کت سکے۔

(۲) **کامیابی کا جذبہ**:۔ یہ جذبہ زیادہ تر دوسرے نصف گھنٹے کے دوران میں رہا۔

(۳) **ناکامیابی کا جذبہ**:۔ یہ جذبہ پہلے اور آخری نصف گھنٹوں میں زور پکڑتا رہا، پہلے نصف گھنٹے میں گھبراہٹ کی وجہ سے اور آخری نصف گھنٹے میں تھکن کی وجہ سے۔

(۴) **اکتا جانے کا جذبہ**:۔ یہ جذبہ تیسرے اور چوتھے آدھ گھنٹوں میں ظاہر ہوا۔ کئی لوگ تو شروع ہی سے کہنے لگے تھے۔

(۵) **جسمانی تھکن**:۔ جسمانی تھکن کاتنے والوں کو تیسرے نصف گھنٹے کے اخیر میں محسوس ہوئی اور چوتھے نصف گھنٹے میں پورے طور پر ہوگئی۔ آنکھوں، گھٹنوں، ریڑھ کی ہڈی، کندھوں، انگلیوں، کولھوں اور گردن کے پٹھوں میں خاص طور پر تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ بعض تو بہت ہی تھک گئے تھے اور خدا خدا کرکے باقی وقت کو پورا کیا۔

نتیجوں کا خلاصہ

(۱) خاکہ نمبر ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضائع شدہ روئی صرف ۴ فی صدی فی کاتنے والے کے حساب سے ہوئی۔ پونیاں بہت صاف اور خوب دُھنی ہوئی روئی کی تھیں۔ چوتھے نصف گھنٹے میں روئی زیادہ ضائع ہوئی کیونکہ کاتنے والے تھک گئے تھے۔

(۲) خاکہ نمبر ۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا گیا کتائی کے درجے اور مقدار میں کمی ہوتی گئی۔ سب سے اچھا اور سب سے خراب کام کا اندازہ (الف) رفتار (ب) نمبر اور (ج) مضبوطی تینوں کو ملاکر لگایا گیا۔

(۳) خاکہ نمبر ۴ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے زیادہ کاتنے والوں نے سب سے اچھا کام پہلے آدھے گھنٹے میں کیا۔ اسی دوران میں سب سے خراب کاتنے والوں کی تعداد کم سے کم رہی۔ دوسرے آدھے گھنٹے میں حالت بالکل بدل گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آدھے گھنٹے کے ختم ہونے تک کام ایسی منزل پر پہنچ گیا تھا جہاں سے فرق شروع ہوگیا۔

(۴) خاکہ نمبر ۵ میں خاکہ نمبر ۴ کی باتیں ذرا زیادہ تفصیل سے دی گئی ہیں۔ اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا کام میں کمی ہوتی گئی۔

(۵) خاکہ نمبر ۵ میں رفتار کا سلسلہ بتایا گیا ہے۔ سب سے تیز رفتار جو معلوم ہوئی وہ دو ہزار پانچ سو اکیاسی ہے اور سب سے کم ۱۳۱۰ ہے۔ ان میں ۱،۰۵۰ کا فرق ہے جو بہت زیادہ ہے۔ اوسط رفتار ۱۸۰۵ ہے اور صرف ۱۴ کاتنے والے اس رفتار کو پہنچ سکے۔ متوسط رفتار ۱۸۹۵ ہے جو بارہ کاتنے والوں نے حاصل کی۔ اس لئے باقی بارہ کاتنے والے اوسط درجہ معمولی سے بھی گر گئے۔

بارہ کاتنے والوں میں چار خواتین بھی تھیں۔ یہ متوسط رفتار کو پہنچ گئیں۔ سب سے تیز رفتار اور متوسط رفتار خواتین کی ہی رہی۔

(۶) خاکہ نمبر ۶ میں دستکاری کے لئے اہل ہونے کا عمر سے تعلق بتلایا گیا ہے۔ اوسط سے زیادہ تیز رفتاری سے کاتنے والے چودہ آدمیوں میں سے ۱۲ کی عمر ۲۷ اور ۴۰ کے درمیان تھی۔ جو دو کاتنے والے جو اوسط سے زیادہ پہنچے ۴۶ اور ۴۷ سال کی عمر کے تھے۔ ۲۹ اور ۴۰ کے درمیان کی عمر کے چار کاتنے والے، ۴۱ اور ۵۱ کی عمر کے سات کاتنے والے اوسط سے گر گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۴۰ سال کی عمر سے کمی کا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ نتیجے نیچے لکھے جاتے ہیں:۔

عمر	اوسط سے بالا	اوسط سے کم
۲۷ - ۴۰	۱۲	۳
۴۱ - ۵۱	۲	۷

غرضکہ ۲۷ اور ۴۰ کے درمیان کی عمر والوں میں سے ۸۰ فی صدی اوسط تک پہنچتے ہیں اور ۴۱ اور ۵۱ کے درمیان کی عمر والوں میں سے صرف ۲۰ فی صدی ہی اس درجے تک پہنچ پاتے ہیں۔

(۷) اوسط (۱) رفتار (۲) نمبر اور (۳) مضبوطی کے گراف دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ دو گھنٹے کے کام میں:۔

(الف) مضبوطی دھیرے دھیرے کم ہوتی جاتی ہے۔

(ب) پہلے نصف گھنٹے سے دوسرے نصف گھنٹے تک نمبر ترقی پذیر ہوتا ہے اور تیسرے نصف گھنٹے میں معیار پست ہوجاتا ہے مگر چوتھے نصف گھنٹے میں پھر ذرا بڑھ جاتا ہے۔

(ج) رفتار پہلے سے دوسرے میں کم ہوتی ہے، دوسرے سے تیسرے میں کچھ بڑھتی ہے مگر چوتھے نصف گھنٹے میں پھر گر جاتی ہے۔

(د) ان تینوں باتوں میں سب مل کر جو کمی ہوتی ہے وہ ڈیڑھ گھنٹے کی کتائی کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔

نتیجہ

(۱) لگاتار کتائی کے لئے سب سے موافق وقت جس میں کام خوب ہوسکے ایک گھنٹے سے کچھ کم ہی ہوتا ہے۔

(۲) سب سے اچھا کام پہلے آدھے گھنٹے میں ہوتا ہے۔

(۳) سب سے خراب کام چوتھے آدھے گھنٹے میں ہوتا ہے۔

(۴) تیسرے نصف گھنٹے میں لوگ اکتانے لگتے ہیں۔

(۵) اکتانے کے ساتھ ہی تھکن معلوم ہونی شروع ہوتی ہے اور یہ تیسرے آدھے گھنٹے میں سب سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔
(۶) ۴۰ سال کی عمر کے بعد کام کرنے کی طاقت کم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔
(۷) اگر ایک گھنٹے سے زیادہ کاتا جائے تو آنکھوں پر خاصا زور پڑتا ہے، خاص کر ۴۰ سے اوپر کی عمر والوں کی آنکھوں پر تو اور بھی زیادہ زور پڑتا ہے۔

ای۔ ڈبلیو۔ فرینکلن،
ٹریننگ کالج،
جبل پور

یورپ میں کتائی کا پہلا اسکول

تعلیم کو آنے والی زندگی کی تیاری کہنا ٹھیک نہیں، وہ تو خود ایک زندگی ہے، ایسی زندگی جس کی اپنی ضرورتیں ہیں، اپنی اچھائیاں ہیں اور اپنی برائیاں۔ اس زندگی کی پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ اس میں بچے کی دلچسپیوں کا خیال رکھا جائے، دوسری یہ کہ اس کا ناتا سماج کے ساتھ جڑا ہوا ہو۔ اسے سماج کی تمام حالتوں کو دیکھ بھال کر آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کسی دیس کی تعلیم کو اس کی سماجی اور مالی حالت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ انگلستان کا پبلک اسکول وہاں کے رہنے والوں کے پرانے ڈھنگوں کی پیداوار ہے۔ امریکہ کے ہائی اسکول پر ایک حد تک وہاں کی جمہوری زندگی کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ ولایت کے اونچے طبقے کے لوگ دنیا کے بڑے مالداروں میں گنے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے بچوں پر پانچ پانچ سو پونڈ سالانہ تک خرچ کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے پبلک اسکول بھی بڑے شان دار ہوں گے۔ مگر ہم اپنے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے والے اسکولوں کو اتنا شان دار کیسے بنائیں۔ ہماری ساری امنگیں تو اپنی غریبی کو دیکھ کر ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح ان کے نیچے طبقے کے اسکولوں پر بھی مال دار حکومت کا اثر ہے۔ روپیہ پیسہ چاہے کسی طرح بھی ملے ہے تو روپیہ ہی۔ مگر ہم اتنا روپیہ کہاں سے لائیں؟ ہمارا ملک تو غریبوں کا ملک ہے۔ ہماری زندگی اور سماج کی ضرورتوں اور ان لوگوں کی زندگی اور ضرورتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسی لئے ہم اپنے اسکولوں کو سماج کے رنگ میں رنگنا نہیں چاہتے بلکہ ہم تو ان کے ذریعے ایک نئی سماج کی بنیادیں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ہم بچوں کو کسی پیشے کے لئے نہیں تیار کرنا چاہتے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم پڑھائی میں کسی پیشے کو شامل کر کے اپنے غریبوں کو ایک نئی سماجی زندگی کے لئے تیار کریں۔ ہمیں تو ان کے سوچ بچار اور کام کاج کے طریقوں میں انقلاب پیدا کرنا ہے۔ یہی باتیں ہیں جن سے ہمارا پڑھائی کا مقصد بھی دوسروں جیسا نہیں رہتا اور جب ہمارا مقصد ہی دوسروں کا سا نہیں تو ان کے طریقے ہمارے طریقے کیسے بن سکتے ہیں؟

ہم اپنے ملک میں نئی تعلیم کا تجربہ کر رہے ہیں اور اس تجربے میں دوسروں کے تجربے سے فائدہ اٹھانا، دوسروں کی کی ہوئی غلطیوں کو جان کر ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کن ملکوں کے تجربے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ بالکل سامنے کا تو اصول یہی ہے کہ ہم جس ملک کے طریقوں کو اپنا بنانا چاہتے ہیں وہ ملک یا تو اب سماجی اور مالی لحاظ سے ہمارے ملک کا سا ہو یا اپنی تاریخ کے کسی پچھلے زمانے میں انھیں راہوں سے گذر چکا ہو جن سے اب ہمارا ملک گذر رہا ہے اور اس لئے تاریخی لحاظ سے ہمیں کسی ایسے زمانے کو دیکھنا پڑے گا جو صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) سے پہلے کا ہو۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مغربی ملکوں میں زراعت ایک عام پیشہ تھا اور اس کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتوں کا بھی رواج تھا۔ سماج میں آہستہ آہستہ جمہوریت کی لہریں اٹھنے لگی تھیں مگر جاگیرداری کے بندھن ابھی ٹوٹے نہیں تھے۔ ابھی انسان میں یہ طاقت پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ سینکڑوں برس میں کھودنے والی کانیں مہینوں اور برسوں کی محنت میں کھود کر پھینک دے۔ سائنس کی نت نئی ایجادوں نے آدمی کو کل نہیں بنایا تھا۔ ابھی یورپ کے لوگوں نے دولت پیدا کرنے کے وہ طریقے نہیں سیکھے تھے جن سے غلام ملکوں کی پیداوار اور دولت کوڑیوں کے مول ان کے ملک میں کھنچ کر آ سکے۔ اگر اس زمانے میں ہمیں کوئی ایسا سیاسی دور مل جائے جس میں لوگوں کے دلوں میں آزادی کا طوفان لہریں لے رہا ہو، نوجوانوں کے دلوں میں سماج کو نئی بنیادوں پر کھڑا کرنے کی تڑپ رہ رہ کر چمکتی ہو، جہاں ہر دل میں جاگیرداری نظام کے بندھنوں کو توڑنے یا اس کے برے اثر کو کم کرنے کی فکر پیدا ہو گئی ہو، جہاں ہر دل کسان کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے بے چین ہو اور جہاں دنیا کو اس سیدھی سادی حالت پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہو جس میں ہر طرف امن تھا، چین تھا اور خوشی تھی۔ اور اگر اسی دور میں ہمیں کوئی ایسا استاد مل جائے جو غریبوں کے دکھ درد کو اپنا درد سمجھتا ہو اور جو ہر طرح ان کے دکھوں کو دور کرنے اور ان کی سماج کی گتھیوں کے سلجھانے میں لگا رہا ہو تو اس کا تجربہ ضرور ایک حد تک ہمارے راستے کا دیا بن سکتا ہے۔ اس کی کامیابی سے ہمارے حوصلے بڑھیں گے اور اس کی غلطیوں سے ہم سبق سیکھیں گے۔

اس قسم کا ایک دور سوئٹزرلینڈ پر بھی گذر چکا ہے۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں وہاں کے کسانوں کی حالت بڑی بری تھی۔ ان کا گذارہ معمولی سی کھیتی پر ہوتا تھا۔ کسانوں سے کہیں زیادہ بری حالت ان کے بچوں کی تھی۔ ماں باپ ان کا خرچ نہ اٹھا سکتے تھے تو انھیں آزاد چھوڑ دیتے تھے اور یہ بچے ادھر ادھر جہاں چاہتے مارے مارے پھرتے۔ موقع ملتا تو کبھی کبھی چوری بھی کر لیتے۔ نہ کسی کو ان کے پڑھانے لکھانے کا خیال تھا اور نہ ان کی تندرستی اور صفائی کا۔ اکثر ماں باپ تو ایسے تھے کہ وہ اپنے بچوں سے بھیک منگواتے اور اسی بھیک کی روکھی سوکھی سے سارے کنبے کا پیٹ

پتا - جب جیک کی بیماری چھوت کی طرح ہر طرف پھیلنے لگی تو کمیٹیوں نے ان بچوں کو پکڑ پکڑ کر کسانوں کو دینا شروع کیا۔ کسان انھیں کھانے کو دیتے مگر اس کے بدلے میں دن رات غلاموں کی طرح محنت بھی لیتے تھے۔ غریبوں کی اس دکھ بھری حالت کا اثر پستالوزی پر بہت زیادہ ہوا۔ اس کا دل ان بچوں کے حال پر روتا تھا۔ وہ لکھتا ہے میں نے اکثر ان بچوں کو انسان کی بے رحم خود غرضی کے بھیانک پنجے میں دبا ہوا دیکھا۔ ان میں کسی طرح کی ہمت کی جھلک تک باقی نہ رہتی تھی بکریوں جیسے کہ نہ تو جسم باقی رہتا تھا نہ جان۔ بچپن میں ان اچھی عادتوں اور طاقتوں کو پلنے بڑھنے کا ذرا بھی موقع نہ ملتا تھا جن سے آدمی نیک اور سچا شہری بن سکتا ہے۔"

پستالوزی انسان کی اس ذلت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُسے تعجب ہوتا تھا کہ کسان خود تو خدا کی کتنی پوجا کرتا تھا لیکن اس کے دل میں اس اسپرٹ کی ذرا بھی قدر نہیں تھی جو خدا نے اس میں پیدا کی ہے۔ وہ اکثر کہتا تھا کہ غریبوں کے لئے دنیا میں بس یہی کام نہیں کہ وہ اپنے دل ہی دل میں خدا کو یاد کر لیا کریں۔ ان کا جینا اور مرنا صرف خدا ہی کے لئے نہیں۔ انھیں تو یہ چاہیئے کہ وہ اپنے من کی سچی طاقت کو پوری لگن سے سمجھیں اور اس پر بھروسہ کریں۔ انھیں چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو بس اُس بیل ہی سے اچھا نہ سمجھیں جسے وہ ہل میں جوتتے ہیں بلکہ اس امیر سے بھی جو اپنے بدن کو ریشم اور کمخواب سے ڈھانکتا ہے لیکن اس اونچے رتبے کے لائق نہیں جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔"

ان باتوں کا پستالوزی پر بہت اثر پڑا اور اس نے نیو ہوف (جس کے معنی ہیں نیا کھیت) میں ان غریب بچوں کے لئے ایک اسکول کھول دیا۔ یورپ کا یہ پہلا اسکول ہے جس میں کتائی اور کپڑا بننے کے کام کو کورس میں رکھا گیا۔ ۱۷۷۴ء میں یہ اسکول شروع ہو گیا اور آس پاس کے گانووں کے بہت سے ادھر اُدھر گھومنے والے بچے پستالوزی کے ساتھ رہنے لگے۔ پستالوزی انھیں نہلاتا دھلاتا مہینوں اور برسوں کا چڑھا ہوا میل اُن کے بدن پر سے اتارتا، کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا اور سب کے ساتھ اپنے بچوں جیسا برتاؤ کرتا تھا۔ ان بچوں کے کورس میں دو خاص چیزیں تھیں، باغبانی اور کتائی۔ اچھے موسم میں بچے باغبانی کا کام کرتے تھے اور کھیتوں میں پستالوزی کو مدد دیتے تھے اور جن دنوں میں مینہ برستا یا برف گرتی اُن دنوں ایک بڑے کمرے میں بیٹھ کر روئی کاتا کرتے تھے۔ دوسرے مضمونوں کو بہت کم وقت دیا جاتا تھا اور عام طور پر جب بچے ہاتھ سے کام کرتے ہوتے تو پستالوزی انھیں زبانی ہی کچھ پڑھاتا رہتا تھا۔

پستالوزی ان بچوں کو لکھانے پڑھانے میں بہت جلدی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سب سے پہلے بچوں کو بات چیت کرنے اور اپنے دل کی بات دوسروں سے کہہ سکنے کی مشق کرانی چاہیئے۔ پڑھائی لکھائی کا فائدہ بس اسی طرح ہو سکتا ہے۔ وہ اکثر ان بچوں کو مزے مزے کی باتوں میں لگائے رکھتا تھا اور یہ بات چیت زیادہ تر ان کی اپنی زندگی کے بارے میں ہوا کرتی تھی۔ اکثر انجیل کی آیتیں بھی زبانی دُہرائی جاتی تھیں یہاں تک کہ وہ بچوں کو زبانی یاد ہو جاتی تھیں۔

پستالوزی نے اپنا پہلا تجربہ انہیں بچوں سے شروع کیا اور یہ تجربہ بڑا کامیاب رہا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کی حالت میں بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا۔ انھوں نے ہاتھ کے کام میں بڑی ترقی دکھائی اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے مضمونوں میں بھی اچھے رہے۔ اس تجربے سے وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ "کام اور محنت سے ان غریب بچوں کے پلنے بڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوتی۔ اصلی رکاوٹ تو ان کی اپنی زندگی کی وہ مشکلیں ہیں جن کا انھیں شروع ہی میں سامنا کرنا پڑتا ہے، اُن کی وہ کمزوریاں ہیں جن کا وہ برابر شکار رہتے ہیں اور اُن کے وہ خیال ہیں جن کو کبھی روکا نہیں جاتا، اور ان سب سے بڑھ کر ان کی وہ مایوسی اور نا اُمیدی ہے جو ان کی زندگی پر اپنا بھیانک سایہ ڈالے ہوئے ہے۔"

کورس

کھیتی باڑی کی تعلیم کے سلسلے میں پستالوزی چھوٹی چھوٹی زمینوں کی کھیتی کے طریقے، چراگی کی زمین تیار کرنا، کھاد کا استعمال، مختلف گھاسوں کی پہچان اور ان کے ملانے کی ترکیب اور پھل دار درختوں کے پلنے بڑھنے اور دیکھ بھال کرنے کا کام سکھانا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں ایک خاص اصول یہ تھا کہ اس کھیتی باڑی کے کام کا بچوں کی زندگی کی ضرورتوں سے گہرا تعلق تھا۔ کھانے پینے کا اور دوسرا خرچ نکالنے کا یہ ایک خاص ذریعہ تھا۔ نیوہاف کا اسکول بورڈنگ اسکول تھا جہاں اُستاد اور شاگرد ایک بھاری کنبے کی طرح مل جل کر رہتے تھے اور اپنی زندگی کی ضرورتیں کام کرکے پوری کرتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ بچے کھیتی باڑی کا کام بڑے پیمانے پر نہ کر سکتے تھے اور نہ ان غریب بچوں کو بڑے ہو کر کھیتی باڑی کے قیمتی سامان مل سکتے تھے۔ ان کی قسمت میں تو زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا جس میں سال بھر میں کھانے بھر کا اناج بھی مشکل سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اس لئے پستالوزی نے ترکاریاں بونے پر زیادہ دھیان دیا۔ ترکاریاں بونے میں دو فائدے تھے، ایک تو یہ کہ بچے اس کام میں دلچسپی زیادہ لیتے تھے اور دوسرے ان کے بونے میں روپے پیسے کا بھی زیادہ فائدہ تھا۔

کورس میں دوسرا مضمون حرفہ تھا۔ پستالوزی کہتا تھا کہ غریبوں کے اسکولوں میں کھیتی باڑی اور حرفے کو اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ بچوں میں جم کر کام کرنے اور صفائی کی عادتیں پیدا کرنا بہت ضروری ہے اس لئے ان کا زیادہ وقت ہاتھ کے کام اور کھیتی باڑی ہی میں خرچ ہونا چاہیئے اور ان کی تعلیم کے ہر حصے کو ان دو چیزوں سے لگاؤ ضرور ہونا چاہیئے۔

پستالوزی کے اپنے ضلع میں کسانوں کو کھیتی سے اتنی کم آمدنی ہوتی تھی کہ کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے انھیں کوئی نہ کوئی دوسرا ہاتھ کا کام کرنا بھی ضروری تھا۔ اور اس لئے پستالوزی کہتا تھا کہ یہ ہاتھ کا کام ہر جگہ کی حالت اور ضرورت کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے بعد چھانٹنا چاہیئے۔

پستالوزی نے نصاب کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اُس میں اور بنیادی اسکیم کے نصاب میں اتنی باتیں ملتی جلتی ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ پستالوزی کے اسکول کی زندگی اور وہاں کا رہن سہن بہت

سیدھا سادہ تھا۔ بچے بس ترکاریاں ہی کھا سکتے تھے ان کے پاس گوشت خریدنے کو پیسہ نہ تھا۔ چونکہ وہ کام محنت سے کرتے تھے اس لئے سب کے سب ہٹے کٹے اور مضبوط تھے۔ گرمیوں میں انھیں اکثر ننگے سر اور ننگے پاؤں کام کرنا پڑتا تھا۔ پستالوزی اور اس کا بیٹا دونوں انھیں بچوں کے ساتھ رہتے تھے اور انھیں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔

اسکول میں ایک لڑکے کا استاد اور دو جلاہے ملازم تھے ان کے علاوہ ایک استانی کتائی کے لئے اور دو ایسی کاتنے والیاں ایک نوکر کرگھے کا سوت لپیٹنے کے لئے اور دو مرد اور دو عورتیں بس کھیت پر کام کرنے کے لئے تھیں۔

پستالوزی کا خیال تھا کہ بچوں کو اپنے کام سے اتنا کما لینا چاہئیے کہ وہ اپنا خرچ آپ چلا سکیں۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ وہ جو کچھ کام کریں گے انھیں برابر یہ خیال رہے گا کہ وہ آسے اپنے لئے کر رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ انھیں کام میں جتنی زیادہ کامیابی ہوگی ان کے رہن سہن کا ڈھنگ بھی اتنا ہی زیادہ اچھا ہوتا جائے گا۔ پستالوزی آٹھ یا نو سال کی عمر کے بچے اپنے اسکول میں بھرتی کرتا تھا اور ان کے لئے چھ سال کی پڑھائی کا کورس تھا۔ اس کی رائے تھی کہ پہلے سال پچیس لڑکے بھرتی کئے جائیں اور اس کے بعد ہر سال پندرہ پندرہ۔ اس ترکیب سے چھ سال میں پورے سو لڑکے بھرتی ہو سکتے تھے پستالوزی نے حساب لگایا تھا کہ کتائی کی آمدنی کے بعد چھ سال میں اسکول کی حالت ایسی ہو جائے گی کہ وہ اپنا خرچ آپ نکال سکے۔

۱۷۷۷ء میں اس نے اپنے اسکول کی رپورٹ لکھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنے دن کے تجربے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ اسکول کی کامیابی کوئی ناممکن چیز نہیں۔ اسکول کو اس اصول پر چلانا کہ بچوں کے کام کی آمدنی سے ان کا خرچ بھی چل سکے پستالوزی کے نزدیک بڑا اچھا اصول تھا۔ اس کی رپورٹ میں آمدنی اور خرچ کا جو حساب ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ ۱۷۷۸ء میں برن کی کھیتی کی انجمن نے نیوہاف کے اسکول کے بارے میں یہ لکھا کہ ہم نے کچھ مشہور اور قابل آدمیوں سے اسکول کے کام کی جانچ کرائی اور ہمیں پورا بھروسہ ہے کہ پستالوزی اپنے تجربے میں کامیاب ہوگا۔

سچ یہ ہے کہ اس اسکول کے نہ چلنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ پستالوزی روپے پیسے اور انتظام کے کام کو اچھی طرح نہ جانتا تھا۔ اس کے دوسرے مدرسوں کے ٹوٹ جانے کی بھی یہی وجہ تھی۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس نے تعلیم کے جو بنیادی اصول بنائے تھے وہ غریبوں کی مالی، سماجی اور ذہنی ضرورتوں کو ہمدردی کے ساتھ دیکھ بھال کر بنائے گئے تھے۔

پستالوزی اپنے شاگردوں کے ساتھ درجے میں ایک مہربان باپ اور کھیت میں ایک ہاتھ بٹانے والا ساتھی تھا۔ ہر نئے تعلیمی تجربے کی کامیابی کا بھید ان استادوں کے کیرکٹر، سچائی اور لگن میں چھپا ہوا ہے جن کے ہاتھوں میں وہ تجربہ سونپا جائے۔ پستالوزی کو بچوں سے دلچسپی ہی نہیں بلکہ سچی محبت تھی۔ وہ ہر بچے کو ہمدردی اور دھیان سے دیکھتا بھالتا رہتا تھا اور اپنی ڈائری میں بچوں کے بارے میں الگ الگ بڑے دلچسپ اشارے لکھا کرتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں بچے کی گھریلو زندگی، پرانی عادتوں، مدرسے میں آ کر جسم یا دماغ کی تبدیلیوں اور اس کی آئندہ کی کامیابی کے بارے میں بہت سی اچھی اچھی باتیں اس کی ڈائری میں ہوتی تھیں۔ اس نے ایک جگہ لکھا ہے "یہ بچی ابھی تک کام چور ہے مگر اس کے دل پر اسکول کی زندگی اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ ابھی تک بچی پر اس کے بھیانک بچپن کا اثر باقی ہے، سوجے ہوئے پاؤں اور دوسری بیماریاں۔ اس کی چھوٹی بہن تیز اور خوب ہٹی کٹی ہے لیکن وہ ہر قسم کے اچھے اثر سے دور بھاگتی ہے۔ اس کا یہ حال دیکھ کر میرا دل کانپ اٹھتا ہے پچھلے کچھ دنوں سے میں اس میں بہت سی تھوڑی تھوڑی اچھی نشانیاں دیکھ رہا ہوں۔ اچھا خاصا کات لیتی ہے اور مدرسے میں یا کھیتوں میں ہر قسم کا کام کر لیتی ہے۔"

اس ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قریب قریب تمام شاگرد اچھی خاصی کتائی جانتے تھے اور ان میں سے کچھ تو کپڑا بننا بھی سیکھ گئے تھے۔

ہمیں امید ہے کہ بنیادی مدرسوں کے استاد بھی اس طرح کی ڈائریاں لکھتے ہوں گے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے گاؤں کے مدرسے میں اس قسم کی ڈائری رکھی جاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس طرح کے اچھے اشارے افسروں کے مجبور کرنے سے یا انھیں دکھانے کے لئے نہیں لکھے جایا کرتے۔ یہ کام تو اپنی لگن اور لگاؤ سے ہوتا ہے۔ جب تک استادوں میں لگاؤ یا لگن نہیں ان کی ڈائریوں میں وہ دلچسپی اور سچائی نہیں دکھائی دے گی جو ہمیں پستالوزی کی ڈائری میں جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔

نیوہاف کا یہ تجربہ پستالوزی کے لئے ایک جوانی کا خواب نہ تھا۔ یہ اس کی زندگی کا آئیڈیل تھا، ایسی زندگی جو اس نے غریبوں کے لئے تج دی تھی۔ وہ غریبوں کی تعلیم کے مسئلہ پر پوری عمر سوچ بچار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں جب زندگی کا دیا ٹمٹمانے لگا تھا اس کا ایک مرتبہ پھر ارادہ ہوا کہ ایک نیا اسکول انھیں اصولوں پر کامیابی سے چلا کر دکھائے۔ لیکن جیسا کہ De Grimpo نے کہا ہے "ہمارے سماجی جسم کا یہ ناسور یعنی غریبوں کی تعلیم کا مسئلہ ابھی تک رِس رہا ہے، ابھی تک ٹیسیں مار رہا ہے اور ہندوستان میں تو یہ ناسور بڑھ کر سرطان بن گیا ہے۔"

عبدالغفور،
پروفیسر ٹریننگ کالج،
علی گڑھ۔

تکلی کاتنے کے طریقوں کی قسمیں

(۱) پلتھی چکلی	داہاں	+	بایاں	=	۲	(ہوا لپیٹ)
(۲) پلتھی بچھلی چکلی	〃	+	〃	=	۲	(〃)
(۳) پلتھی ہوائی چکلی	〃	+	〃	=	۲	(〃)
(۴) پلتھی بچھلی ہوائی چکلی	〃	+	〃	=	۲	(〃)
(۵) پلتھی چکلی زمین ٹیک	〃	+	〃	=	۲	(جھٹکا لپیٹ)
(۶) پلتھی بچھلی زمین ٹیک چکلی	〃	+	〃	=	۲	(〃 〃)
(۷) کھڑی چکلی	〃	+	〃	=	۲	(ہوا لپیٹ)
(۸) کھڑی بچھلی چکلی	〃	+	〃	=	۲	(〃 〃)
(۹) زانو آسن	〃	+	〃	=	۲	(جھٹکا یا ہوا لپیٹ)
(۱۰) پنڈلی آسن	〃	+	〃	=	۲	(〃)
(۱۱) تلوا آسن	〃	+	〃	=	۲	(〃)
(۱۲) کھڑا زانو	〃	+	〃	=	۲	(ہوا لپیٹ)

میزان ۲۴

شری ونوبا نے اپنی کتاب "بنیادی حرفہ ۔ کاتنا" میں تکلی پر کاتنے کے مختلف طریقوں پر کام کی باتیں لکھ کر کتائی جاننے والوں کو نئی نئی راہیں دکھائی ہیں۔ مختلف طریقوں سے کاتنا بنیادی مدرسوں کے لئے بڑے کام کی چیز ہے۔ ایک خاص تجربہ یہ ہوا ہے کہ طریقوں کے نام کتائی کے ڈھنگ پر ہونے چاہئیں، صرف طریقوں کے نمبر بتا دینے سے جیسے ۱۲واں، ۲۴واں کہہ دینے سے ہی اُستاد اور لڑکے آسانی سے نہیں سمجھتے اور اس طرح یاد کرنے سے بھی دماغ پر بے کار زور پڑتا ہے۔

اس لئے ہم نیچے ان طریقوں کے ناموں کے بارے میں تھوڑی سی باتیں بتاتے ہیں۔

نمبر ایک سے ۶ نمبر تک ۱۲ طریقے داہاں اور بایاں مل کر ہوتے ہیں۔ ان ۱۲ طریقوں سے کاتنا پالتی مار کر بیٹھنے سے ہوتا ہے۔ ان میں انگوٹھا، کلے کی انگلی اور بیچ کی انگلی استعمال ہوتی ہیں۔

ساتویں اور آٹھویں نمبر میں داہاں اور بایاں مل کر ۴ طریقے ہوتے ہیں ان طریقوں سے کاتنا اور لپیٹنا کلے کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی مدد سے کھڑے ہو کر ہوتا ہے۔

نویں طریقے کا مطلب یہ ہے کہ پالتی مار کر بیٹھنے میں ران پر ہتھیلی کی مدد سے تکلی کو گھمایا جائے۔ لپیٹنے میں جھٹکا لپیٹ یا ہوا لپیٹ دونوں سے باری باری سے کام لے سکتے ہیں یا ایک ہی طریقے سے لپیٹ سکتے ہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

دسویں طریقے کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف کو دو زانو بیٹھ کر پنڈلی پر ہتھیلی کی مدد سے تکلی کو گھمایا جائے۔ سوت جھٹکا لپیٹ یا ہوا لپیٹ دونوں طریقوں سے لپیٹ سکتے ہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

گیارھویں طریقے کا مطلب یہ ہے کہ پالتی مار کر بیٹھا جائے اور جس تلوے پر کاتتا ہو اس تلوے کو دوسرے پیر کی ران پر رکھیں اور اس پر ہتھیلی کی مدد سے تکلی کو گھمائیں۔ سوت لپیٹنے میں جھٹکا لپیٹ یا ہوا لپیٹ دونوں میں سے کسی بھی طریقے کو کام میں لا سکتے ہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

بارھواں طریقہ یہ ہے کہ کھڑے کھڑے ران پر ہتھیلی کی مدد سے تکلی کو گھمایا جائے۔ اگر داہنے سے کاتتا ہو تو داہنے پیر کو اور بائیں سے کاتتا ہو تو بائیں پیر کو موڑ کر اپنے گھٹنوں کی مدد سے کھڑے ہو جانا چاہئے۔ لپیٹتے وقت بل دینے کے بعد دونوں پاؤں زمین پر ٹکے رہنا چاہئے۔ سوت لپیٹنا ہوا لپیٹ کے طریقے پر ہوگا۔

اس طرح داہاں اور بایاں مل کر سب کل ۲۴ طریقے ہوئے۔

سوت لپیٹنے کے ۳ طریقے معلوم ہوتے ہیں:۔

(۱) انگلیوں کے اوپر پڑی تکلی رکھ کر کلے کی انگلی اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے لپیٹنا۔

(۲) بیچ کی انگلی کے نیچے کھڑی تکلی رکھ کر انگوٹھے کی مدد سے لپیٹنا۔

(۳) جھٹکا لپیٹ یا سر کیہ لپیٹ کو ایک کھیپ میں پوری رفتار سے لپیٹنا۔

ایک بار میں جتنا سوت کتتا ہے اتنے کو ایک کھیپ کہتے ہیں۔ ہوا لپیٹ کا مطلب یہ ہے کہ زمین چھوڑ کر لپیٹنا۔ زمین ٹیک کا مطلب ہے تکلی زمین پر ٹیک کر سوت کاتنا۔

شری نارائن چودھری
ٹریننگ اسکول،
پٹنہ۔

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر : حامد علی خاں — مطبوعہ : جید برقی پریس — مدیرہ : آشا دیوی

جلد ۲، نمبر ۸ ۱۶ اگست ۱۹۴۰ء قیمت ۱ آنہ

نئے تعلیمی نظام کے مطابق پروگرام کیسے بنایا جائے؟

پرانی تعلیم یا یوں کہئے کہ موجودہ تعلیم کے طریقے میں استاد کا کام بہت آسان تھا۔ اس کے سامنے بنا بنایا پروگرام موجود رہتا تھا جس میں الگ الگ مضمونوں کے الگ الگ حصے ہوتے تھے یعنی لکھنے پڑھنے کا اتنا کام اور جغرافیہ اور تاریخ کا اتنا کام وغیرہ۔ یہ نصاب تعلیم خود بخود پیدا ہو جاتا تھا لیکن بچوں کی زندگی سے اسے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ اس نصاب کو پورا کرنے کے لئے اسے ہفتوں اور مہینوں پر بانٹ لینا معمولی حساب کا کام تھا۔ اس لئے استاد کو نہ کسی سوجھ بوجھ کی ضرورت تھی اور نہ کسی سوچ بچار کی۔

مگر اس نئی تعلیمی اسکیم نے استاد کے کام کو بڑی حد تک مشکل بنا دیا ہے۔ ہم نے اس کے سامنے تعلیم کا ایک بالکل نیا اور انقلابی نظام رکھ دیا ہے، یعنی کسی قسم کی آمدنی والی دستکاری کے ذریعے بچے کی پوری نشو و نما کرنا۔ استاد کے سامنے نہ تو کوئی مثال ہے جس کو سامنے رکھ کر وہ اپنی تعلیم دینے کی اسکیم بنائے اور نہ پڑھنے کے لئے کتابیں ہیں۔ اس نئے رستے پر چلنے کے لئے راستہ دکھانے کی ضرورت ہے اور یہاں راستہ دکھانے والا بھی کوئی نہیں۔ خود استاد کو بچوں ہی میں رہ کر تجربہ حاصل کرنا ہے اور اپنے لئے آپ ایک راستہ نکالنا ہے اور یہ ایک ایسا کام ہے جس کے لئے استاد کو اپنی ساری سوجھ بوجھ اور پورے سوچ بچار اور اپج کی ضرورت ہے۔

ہر استاد کے سامنے آج یہ سوال آتا ہے کہ تعلیم کے اس نئے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور اسی کے مطابق کیسے پروگرام تیار کیا جائے۔ تعلیم کے پرانے نظام میں ایسا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ پڑھائی کے لئے ۰۰ منٹ، حساب کے لئے ۰۰ منٹ، تاریخ کے لئے ۰۰ منٹ، اسی طرح کا پروگرام تھا اور پھر ہر ہفتے یہی سلسلہ، اور بس تعلیم کا پروگرام پورا ہو جاتا تھا لیکن یہاں ہم کو دستکاری اور بچے کی دلچسپیوں کے مطابق پڑھائی کا پورا پروگرام بنانا ہوتا ہے اور پھر ساتھ ہی ساتھ تمام مضمونوں اور علم و فن کی ضروری باتیں بھی سکھانی ہوتی ہیں۔ کوئی اس تعلیم کی مشکلوں کا اندازہ کرے!

اگر کسی دوسرے ملک یا کسی زمانے میں پہلے اس قسم کے تعلیمی کام کرنے والے ہوتے، یا ایسا کوئی اسکول ہوتا جس میں اسی قسم کے تجربے کئے گئے ہوتے تو بھی ہماری یہ مشکل کچھ آسان ہو جاتی یا کچھ مدد ملتی۔ تعلیم کا ملک کے سماجی اور اقتصادی نظام سے اتنا قریبی تعلق ہوتا ہے کہ تعلیمی تجربے کی ظاہری شکل ہر ملک میں مختلف ہوتی ہے۔ لیکن تعلیم کا خاص مقصد — بچے کی نشو و نما — ہر ملک میں ایک ہی ہوتا ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ اسی تعلیمی تجربے سے ملتا جلتا ایک تجربہ ہمیں امریکہ میں ملتا ہے جو صنعتی تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے۔ دنیا میں آج بھی امریکہ کی تہذیب صنعتی تہذیب کی خاص نمائندہ ہے اور وہاں تعلیم کا جو نظام ہے وہ بھی وہاں کے سماجی اور اقتصادی نظام کی پیداوار ہے۔ مل جل کر سوچ بچار کرنا، مل جل کر ملک کی پیداوار کا کام کرنا اور مل جل کر تعلیم حاصل کرنا اس تہذیب کے خاص حصے ہیں۔

جوں جوں اس براعظم کی آبادی بڑھتی گئی وہاں کی پیداوار کے طریقوں میں بھی ترقی ہوتی گئی اور پھر ان طریقوں کو سائنس کی روشنی میں اور بھی آگے بڑھایا گیا۔ ایک طرف تیار مال بنانے کے لئے دن پر دن کارخانے کھلنے لگے تو دوسری طرف بڑی تعداد میں ہوشیار آدمیوں کو تیار کرنے کے لئے پبلک اسکولوں کی بھرمار ہو گئی۔ ان دونوں باتوں میں جو مقصد کام کر رہا تھا وہ تھا — مشینوں کے ذریعے بڑے سے بڑے پیمانے پر چیزوں کی تیاری۔ مدرسوں میں تعلیم کا نظام بالکل صنعتی بنیادوں پر قائم کیا گیا اور چلایا گیا۔ امریکہ کی تہذیب جیسے جیسے بڑھتی گئی، ویسے ہی ویسے تعلیم کے اس نظام کو بھی ترقی ہوتی گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم کی مشین بھی اسی رفتار سے زیادہ تیز رفتار ہو گئی۔ مقصد یہ تھا کہ اسکولوں سے بھی لگاتار اسی طرح تیار آدمی نکلیں جیسے کارخانوں میں ڈھل کر تیار چیزیں نکلتی ہیں۔ اور چونکہ امریکہ صنعت کے میدان میں نہایت ہوشیار اور سرگرم ملک ہے، اس لئے اسے اپنی ان دونوں کوششوں میں بہت کامیابی ہوئی۔

لیکن اس عرصے میں جو کچھ اور جس قسم کی تعلیم ہوئی، اس میں بچوں کی دلچسپیوں اور ان کی ضرورتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ بیسویں صدی کے شروع میں امریکہ کے تعلیمی میدان میں ایک انقلابی قسم کی

تحریک شروع ہوئی۔ اس تحریک کا لیڈر پروفیسر ڈیوی تھا اور اس کا یہی نعرہ تھا جو آج ہماری تعلیم کا ہے اور جو ہر ملک اور ہر زمانے میں تعلیم کے رہبروں کا رہا ہے۔ یعنی بچے کی پوری قدرتی نشوونما۔ اس طرح امریکہ میں تعلیم کی اس نئی تحریک کا نام پڑا "بچوں کی تعلیم" (Child Centred Education)۔

بچوں کی پوری دماغی اور جسمانی نشوونما کے لئے ایک کام کا طریقہ تلاش کرتے کرتے یہ لوگ بھی آخر اسی نتیجے پر پہنچے کہ اس مقصد میں کامیابی کے لئے سب سے بڑا اور کام کا ذریعہ ہے ہاتھ کا کام۔ اس سلسلے میں ایک بہت مزے دار کہانی ہے۔ اس نئی تعلیم کے تجربے کے لئے کچھ استاد شکاگو کے شہر میں اپنے نئے مدرسے کے لئے کچھ سامان خرید رہے تھے۔ یہ لوگ شکاگو کی ہر دکان پر گئے لیکن نہ تو انہیں ان کی ضرورت کی کوئی چیزیں ملی اور نہ کوئی دکان دار یہ سمجھ سکا کہ یہ لوگ مانگتے کیا ہیں۔ ایک دکان دار کچھ زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ پر آپ جو کچھ چاہتے ہیں وہ یہاں کسی دکان پر نہیں ملے گا۔ ہم تو ڈسک، کرسی اور مدرسوں کی دوسری چیزیں تیار کرتے ہیں جن پر مدرسوں کے بچے بیٹھ کر استادوں کی باتیں سن سکیں اور آپ ایسی چیزیں مانگتے ہیں جن سے بچے کچھ کام کر سکیں۔" پروفیسر ڈیوی نے کہا "یہ دکان دار تعلیم کا بڑا ماہر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دو ہی باتوں میں پرانی اور نئی تعلیم کا فرق سمجھا دیا۔"

یہ کچھ ہی دنوں کی بات ہے۔ اس کے بعد پچھلے بیس سال میں نئی تعلیم کا تجربہ بہت آگے بڑھا ہے۔ تجربے کے لئے نئے اسکول کھلتے ہیں۔ اس کا ادب تیار ہوتا گیا ہے۔ اس کا ایک باقاعدہ نظام تیار ہو گیا ہے اور دکان دار بھی ان نئے اسکولوں کے لئے ایسے سامان تیار کرنے لگے ہیں جن کے سہارے بچے کچھ کام کر سکیں۔

اتنی بات تو نئی تعلیم کے تمام کام کرنے والوں نے مان لی ہے کہ کسی نہ کسی ہاتھ کے کام کے ذریعے ہی بچوں کی نشوونما ہو سکتی ہے مگر ابھی اس معاملے میں کسی پکی بات پر نہیں پہنچے ہیں کہ وہ کام کونسا ہے جس کے ذریعے بچوں کو سب سے زیادہ تعلیمی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اتنی بات تو طے ہے کہ وہ کام ایسا ہونا چاہئے جو بچے کی زندگی اور اس کے ماحول سے سچا لگاؤ رکھتا ہو اور جس میں بچے دلچسپی اور خوشی محسوس کرتے ہوں۔ امریکہ کے ان نئے اسکولوں میں ایسے بہت سے کاموں کے ذریعے تعلیم دینے کا تجربہ ہو رہا ہے۔ جن کام یا رجحان کو وہ کسی مقررہ وقت تک تعلیم کا ذریعہ بناتے ہیں، اسے منصوبہ (Project) کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اسی لئے ان کا طریقۂ تعلیم (Project Method) کے نام سے مشہور ہے۔

اس موقعے پر وہ فرق جو امریکہ اور ہندوستان کی نئی تعلیم میں ہے، سمجھ لینا ضروری ہے۔ دونوں کا مقصد ایک ہے یعنی بچوں کی قدرتی اور پوری نشوونما۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ذریعے کی تلاش کرتے کرتے دونوں قریب قریب ایک ہی نتیجے پر پہنچے ہیں یعنی یہ کہ نشوونما کے لئے سب سے اچھا ذریعہ ہے ہاتھ کا کام اور ایسا کام جو بچوں کی زندگی اور اُن کے آس پاس سے پورا لگاؤ رکھتا ہو۔ جو فرق ہے وہ ہندوستان اور امریکہ کے بچوں کی زندگی کا ہے۔ ہماری تہذیب دیہاتی تہذیب ہے اور ہمارے بچوں کی زندگی اور ماحول دیہاتی زندگی اور دیہاتی ماحول ہے۔ اس لئے ہمارے بچوں کی تعلیم کے لئے سب سے زیادہ قدرتی اور کارآمد ذریعہ دیہاتی دستکاری ہو سکتی ہے اور یہ ہم مانتے ہیں کہ دیہاتی دستکاری میں، دیہات کے پیشوں میں، دیہات کے اوزاروں اور ان کے کاموں میں اتنا تعلیمی مسالہ موجود ہے کہ اس کی مدد سے ہم بچوں کو پوری تعلیم دے سکتے ہیں جس سے انہیں خوشی بھی ہوگی اور دلچسپی بھی۔

امریکہ میں بھی گاؤں ہیں۔ مگر اُن کی جو تہذیب ہے وہ خصوصاً صنعتی، مشینی اور شہری تہذیب ہے۔ اس لئے امریکہ کی نئی تعلیم کے استاد اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اپنے ہی ماحول اور زندگی سے مسالہ ڈھونڈتے ہیں مگر ان کی یہ تلاش کافی دقت طلب ہے۔ دیہاتی زندگی اور دیہاتی دستکاری اتنی آسان اور سادہ ہوتی ہے اور اس میں اصلیت کا اتنا حصہ موجود ہوتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے ننھے ہاتھوں اور بناوٹ سے پاک سچے دلوں کے لئے وہ تعلیم کا ایک قدرتی ذریعہ بن سکتی ہے۔ لیکن مشینی دستکاری اور شہری تہذیب کے آئے دن بدلنے والے پیچیدہ ماحول میں چھوٹے بچوں کے لئے تعلیم کا ذریعہ نکلنا قریب قریب ناممکن ہے۔ مگر اس کے باوجود مغرب اور خاص کر امریکہ کے ماہر اس کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔

تعلیم کے دونوں طریقوں میں بنیادی فرق تو ضرور ہے مگر روزانہ کے کام میں استادوں کے سامنے جو سامنے آنے والے سوال کھڑے ہوتے ہیں اُن میں بڑی حد تک یکسانیت ہے۔ انہی میں سے ایک مسئلہ ہے روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ یا سالانہ پروگرام یا نصابِ تعلیم کا بنانا۔ پرانے طریقے کے پروگرام یا نصابِ تعلیم سے جس میں ہر مضمون کے لئے الگ الگ وقت اور الگ الگ حصے مقرر رہتے، اُس سے اب کام نہیں چلے گا۔ ہمیں تو تعلیم کا ایسا پروگرام بنانا ہے جس میں تعلیم کا کبھی نہ ٹوٹنے والا سلسلہ قائم رہے جس میں مضمونوں کو سکھانے کے لئے ان کے ٹکڑے نہ کئے جائیں اور جس کے سامنے مقصد ہو بچے کی مجموعی نشوونما، نہ یہ کہ مختلف مضمونوں کا پڑھا دینا۔

امریکہ کے ایک نئے اسکول کے ایک سال کے کام کا بیان نمونے کے طور پر نیچے دیا جاتا ہے۔ اس نقشے میں خاص بات دیکھنے کی یہ ہے کہ خاص کام کے ذریعے جو مختلف مضمون سکھائے گئے ہیں اُن کا بیان تو ہے ہی لیکن اس پروگرام کی تہ میں جو مقصد رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ سال بھر کے کام میں بچے کی پوری سیرت پر کیا اثر پڑا، یہ مقصد نہیں ہے کہ کتنا تاریخ، جغرافیہ، کتنا لکھنا پڑھنا اور کتنا حساب سکھایا گیا۔

کشتیاں بنانا

تیسرا درجہ (لنکن اسکول)

سوالات

کشتیاں بنانا جن کی شکل کسی خاص نمونے کی ہو اور جن سے بچے کھیل سکیں۔

کشتیاں کیسے چلتی ہیں؟

بادبان دار جہاز بنانے کا خیال سب سے پہلے کس کو ہوا؟

کشتیوں کی مختلف شکلوں کا خیال لوگوں کو کس طرح ہوا؟

پرانے زمانے میں کشتیوں پر سفر کرنے والے لوگوں کے متعلق

باتیں جاننا۔
کشتیاں بنانے کے سلسلے میں نیچے لکھی ہوئی باتوں کا پتہ لگانا۔
آج کل کتنی قسم کی کشتیاں ہوتی ہیں اور ہر قسم کی کشتی کس کس کام آتی ہے؟
پرانے زمانے کے لوگ جہازوں کو کس طرح کام میں لاتے تھے؟
کشتی کے مختلف حصوں کا جاننا۔
یہ کس طرح معلوم کیا جاتا ہے کہ اس قدر وزن رکھنے سے کشتی ڈوب جائے گی؟

مضمون کے لئے مسالہ جس کی مدد سے سوالات حل کئے گئے

صنعتی مہارت:۔
کشتیوں کی بناوٹ، خاکہ بنانا، ڈھانچہ بنانا، پال بنانا، پیندا بنانا، پیندے کے لئے وزن ڈھالنا، کشتیوں کے ماڈل رکھنے کے لئے الماریاں بنانا، کشتی کی آزمائش کرنا۔
پرانے زمانے سے آج تک کشتیوں میں کیسی ترقی ہوئی؟
پانی میں تیر سکنے والی کھلونے کی کشتی بنانے میں دقت۔
طرح طرح کی پال دار کشتیاں۔
کشتی کے لئے پیندے کی ضرورت۔
کشتی کھینے کے مختلف طریقے۔
کشتی کھینے کے طریقوں میں نئی نئی ایجادیں۔
کشتیاں تیرتی کیوں ہیں؟
آج کل کشتیوں کا استعمال۔

تاریخ:۔
پرانے زمانے کے قصے کہانیاں جن میں بحری سفر کے بیان ہوں۔
مشہور جہازیوں کے نام
پرانے زمانے میں کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے کاروبار
مصر اور عرب کے لوگ جہازی تھے۔
مصر اور عرب کا حال۔

جغرافیہ:۔
اخباروں میں نکلنے والے جہازوں کی تصویریں جن کو دیکھنے سے بچوں میں دنیا کے جغرافیے سے دلچسپی پیدا ہو۔
مصر، عرب وغیرہ ملکوں کا جغرافیہ۔
ان ملکوں کے نقشے دکھانا اور مٹی کے ابھرے ہوئے نقشے بنوانا۔
دنیا کے نقشے میں ان ملکوں کا جائے وقوع دکھانا۔
نقشے پر دیے ہوئے پیمانے کے ذریعے حساب لگا کر ملکوں کی دوری کا اندازہ لگانا۔

حساب:۔
خاکوں اور کشتیوں کے لئے ناپ لینا۔
اس چیز کا حساب لگانا کہ کشتیوں کی الماری تیار کرنے کے لئے کتنے فٹ تختے کی ضرورت ہوئی۔
تیرنے والی چیزوں کے بوجھ سے کتنا پانی ہٹتا ہے۔ اس سلسلے میں سائنس سے تعلق رکھنے والے حساب کے سوالات۔
گرام (بوجھ کی اکائی) کیا ہے؟ کیوبٹ (ہاتھ یا ۱½ فٹ) کسے کہتے ہیں؟

مصوری:۔
کشتیوں کے نمونوں کی تصویریں بنانا۔
تختہ سیاہ کے چاروں طرف تاریخ کے لحاظ سے کشتیوں کی تصویریں بنانا۔
کشتیوں کی تصویروں کو کاٹنا۔
جہازوں کی شکلیں بنانا۔

مضمون نویسی۔ ادب:۔
پرانی کہانیوں کو کہنا اور ان کا لکھنا۔
بچوں نے کبھی کشتی میں سیر کی ہو تو اس کا حال لکھنا۔
سمندر یا کشتیوں کے بارے میں نظمیں۔
کشتی کے نمونوں کے لئے لیبل۔

پڑھائی:۔
جو باتیں بتائی گئی ہوں ان کے بارے میں کتب خانے سے کتابیں لے کر پڑھنا۔

سائنس:۔
ہم یہ کیسے معلوم کر سکتے ہیں کہ ہماری کشتی بغیر اِدھر اُدھر لڑھکے ہوئے سیدھی تیرے گی؟
تین تجربے:۔ بہت سی چیزیں کیوں تیرتی ہیں؟ اور بہت سی ڈوب کیوں جاتی ہیں۔
یہ کیسے جانا جاتا ہے کہ اس قدر وزن رکھنے سے کشتی ڈوب جائے گی؟

ناٹک:۔
کسی پرانے قصے کا ناٹک کھیلنا۔

موسیقی:۔
کشتیوں اور جہازیوں کے کچھ گیت گانا۔

پیدا شدہ نتائج

اچھی عادتیں اور ہاتھ کا کام:۔
نقشے بنانے میں ہوشیاری۔
برش اور رنگوں سے کام کرنے میں ہوشیاری۔
سلائی کے کام کا آغاز
کوئی چیز بنانے سے پہلے اس کا خاکہ بنا لینے کی عادت پیدا ہونا۔ رندے اور چھینی کے ذریعے لکڑی میں شکل پیدا کرنے کی مہارت بڑھانا۔
چھینی اور ہتھوڑے کو کام میں لانے کی مہارت بڑھانا۔
نقشوں پر دوری کا حساب لگانے میں ہوشیاری حاصل ہونا۔
نقشہ کھینچنے کے کام میں ترقی۔

اخبار پڑھنے کی عادت پیدا ہونا۔
ناپنے میں ہوشیاری
کسی مضمون کے سلسلے کی باتیں اکٹھا کرنے اور انھیں درجے میں سجانے کی قابلیت۔
لکھائی کی قابلیت میں اضافہ۔
چیزوں کے استعمال کو سمجھنا۔

اقتصادی:۔
تول کے بٹوں اور ناپ کے آلات کو سمجھنا۔
سیدھی طرح تیرنے والی اصلی کشتی بنانے کا کیا مطلب ہے؟
لوہے کی دریافت اور پالوں کے استعمال سے انسان کی زندگی میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کو سمجھنا۔

معاشرتی:۔
پرانے زمانے کے لوگوں نے دنیا کو کیا دیا؟
کشتیوں کی تعمیر میں کن کن لوگوں کی محنت یا مدد کی ضرورت ہوتی ہے؟

تفریح اور کھیل تماشے:۔
تصویریں بنانے، خاکے کھینچنے اور ڈرائنگ کے کاموں میں دلچسپی لینے کا خیال پیدا ہونا۔
تاریخی شخصیتوں، ایجادوں، اور کشتیوں کے متعلق کتابیں پڑھنے کا شوق بڑھنا۔
اپنی بنائی ہوئی کھلونے کی کشتیوں سے کھیلنا۔
کشتی کا کھلونا بنانے میں دلچسپی۔
اصلی کشتی بنانے میں دلچسپی۔
نقشے کھینچنے میں خوشی۔

حسن کا ذوق:۔
کشتیوں کی بناوٹ اور شکل میں حسن کا احساس اور پہچان۔

واقفیت:۔
لکڑی کی بڑی کشتی سے لے کر اسٹیمر تک کی ترقیوں کی واقفیت۔
مصر، عرب وغیرہ ملکوں کے متعلق واقفیت۔
دنیا کے جغرافیے کا کچھ حال۔
نقشے کھینچنے کا علم۔
اس چیز کا کچھ علم کہ چیزیں پانی میں کیوں تیرتی ہیں۔
اس چیز کا کچھ علم کہ کشتیاں پانی میں سیدھی کس طرح تیر سکتی ہیں۔
کشتی کا کھلونا کس طرح بنتا ہے۔
لوہے کے استعمال کے سلسلے میں کچھ واقفیت۔

بچے کی پوری سیرت جو ان تجربوں سے بنی ہو

نئی دلچسپیاں جن سے اور بھی کام کرنے کا شوق پیدا ہو

دنیا کے جغرافیے اور سفر سے دلچسپی۔
نقشوں کے ذریعے جگہوں کی اصلی دوری کا پتہ لگانا۔
کس جگہ پر پہنچنے کے لیے کتنا وقت لگتا ہے۔
ملک مصر کی نسلوں کی تاریخ سے دلچسپی۔
اپنے ملک کی نسلوں کی تاریخ سے دلچسپی اس کا فرق۔
ملک مصر کے لوگ لکھائی کے لیے کن چیزوں کا استعمال کرتے تھے۔
دھاتوں کے بارے میں دلچسپی۔
مختلف دھاتوں کے وزن کے متعلق دلچسپی۔
دھاتوں کی چیزیں کس طرح بنائی جاتی ہیں؟
سفر کے دوسرے ذریعوں کے متعلق دلچسپی۔

جس آدمی نے اپنے اوپر خود اپنے اور دوسروں کے بچوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم کا ذمہ لے رکھا ہو، اس سے بڑھ کر دینی اور الٰہی کام کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ارسطو

نئے سال کا نیا دستور العمل

(پٹنہ ٹریننگ اسکول، بہار)

پچھلے مئی میں پٹنہ ٹریننگ اسکول کے کام کی جانچ بہار بیسک ایجوکیشن بورڈ کی مقرر کی ہوئی ایک خاص جانچ کرنے والی کمیٹی سے کرائی گئی۔ اس جانچ کرنے والی کمیٹی میں ہندستانی تعلیمی سنگھ، محکمۂ تعلیم بہار، چرخہ سنگھ اور دوسرے پبلک اداروں کے ممبر شامل تھے۔

جانچ کرنے والی کمیٹی کی رائے کے مطابق ٹریننگ اسکول کے کام کی تنظیم اس سال نئے ڈھنگ سے کی گئی ہے۔ اُسی تنظیم کا ایک مختصر حال "نئی تعلیم" کے پڑھنے والوں کی واقفیت اور تبصرے کے لئے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

اس خیال کے ماتحت کہ مدرسے کے علیٰحدہ علیٰحدہ مضمونوں کی تعلیم ایک دوسرے کے ربط اور تعلق کے ذریعے اچھی طرح ہوسکے، استادوں کے الگ الگ مطالعے کے شعبے (Boards of Studies) قائم کردئے گئے ہیں۔ اس چیز کا خیال رکھا گیا ہے کہ جو استاد جس مضمون میں تجربہ رکھتے ہوں وہ ایک علیٰحدہ شعبے میں ایک ساتھ رکھے جائیں۔ اس طرح پر کئی شعبے قائم کئے گئے ہیں۔ انتظام ایسا رکھا گیا ہے کہ یہ شعبے آپس میں مل جل کر مدرسے کے کام اور وردھا تعلیمی اسکول کے تجربے کو آگے بڑھائیں۔

اس سال یعنی ۱۹۴۰ء میں نئے شاگرد استادوں (Pupil Teachers) کو داخل نہیں کیا گیا ہے۔ برنداین کے اسکولوں سے ۲۰ شاگرد استاد لائے گئے ہیں جو پہلے نصاب میں ۷ ماہ کی ٹریننگ پاچکے ہیں اور بنیادی اسکولوں میں ایک سال کام بھی کرچکے ہیں۔ انھیں اس سال ایک برس کی تعلیم دی جائے گی اور کوشش کی جائے گی کہ وہ بنیادی اسکولوں کے پانچویں درجے کو پڑھانے کے قابل ہوسکیں۔ ۲۵ شاگرد استاد دوسرے نصاب سے ۶ ماہ کے لئے رکھ لئے گئے ہیں۔ دوسرا نصاب ایک سال کا تھا۔ اس نصاب میں جو استاد ٹریننگ کے لئے شریک کئے گئے تھے، ان میں سے ۳۲ استاد تیسرے درجے تک پڑھانے کی قابلیت حاصل کرچکے ہیں اور انھیں اسکولوں میں کام کرنے کے لئے بھیج دیا گیا ہے۔ بقیہ ۲۵ استادوں کے لئے کوشش کی جائے گی کہ ۶ ماہ یعنی دسمبر ۱۹۴۰ء تک انھیں چوتھے درجے تک تعلیم دینے کے قابل بنادیا جائے (جس میں دستکاری اور ربط دونوں کی تعلیم شامل ہوگی) اور پھر جن لوگوں کو کام کرنے کا اہل سمجھا جائے، انھیں برنداین کے اسکولوں میں جنوری ۱۹۴۱ء سے کام کرنے کے لئے بھیج دیا جائے۔ اُس مہینے میں تیسرے درجے کا تجربہ شروع ہوگا اور ہر صبح میں ایک ایک استاد کی اور ضرورت ہوگی۔

ان کے علاوہ ۶ اور استاد ایسے بھی لئے گئے ہیں جو بنیادی تعلیمی اسکیم کے تجربے سے پہلے برنداین کے علاقے میں پرائمری اسکولوں میں استاد تھے اور جن کے اسکول ہمارے تجربے کی وجہ سے ٹوٹ گئے تھے۔ ان استادوں نے نئی تعلیم میں اپنی دلچسپی ظاہر کی ہے۔ اس لئے ان کو نئی تعلیم کی مشق کرنے کے لئے بورڈ کے خاص حکم سے ایک سال کے نصاب کے لئے داخل کرلیا گیا ہے۔ انھیں ایک سال میں تیسرے درجے تک پڑھانے کی قابلیت حاصل کرنی ہے۔ پریکٹسنگ اسکول کے تین کامیاب اور تجربے کار استادوں کو ۲ مہینے تک دستکاری کی مفصل مشق کراکے دستکاری اور ربط کی تعلیم کے قابل بنانے کا کام بھی اسی وقت کرنا ہے۔

ان الگ الگ درجوں کے لئے استادوں کو تیار کرنے کے سلسلے میں استادوں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ طے کیا گیا ہے کہ اس سال ٹریننگ اسکول کا دستور العمل کچھ اس طرح مرتب کیا جائے کہ مناسب رہنمائی کی روشنی میں ان کو اپنی ضرورتیں پورا کرنے اور ان کی اپنے آپ مشق کرنے کا نہایت آزادی سے موقع مل سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ جو تجربہ وہ کریں اس میں ایک دوسرے کی مدد اور سب کی ملی جلی محنت کے فائدے بھی حاصل رہیں۔

دستور العمل میں کتائی اور باغبانی دو بنیادی ہنر رکھے گئے ہیں۔ دوسرے نصاب میں جن ۲۰ شاگرد استادوں کو داخل کیا گیا ہے، ان کو ان دونوں حرفوں میں سے کسی ایک میں خاص قابلیت حاصل کرنی ہوگی اور دوسرے میں سرسری معلومات۔ خاص قابلیت حاصل کرنے کے لئے ۱۰ نے کتائی لی ہے اور ۱۰ نے کھیتی۔ گتا، لکڑی اور دھات کے حرفوں میں سے ابھی صرف گتے ہی کا کام شروع ہوا ہے۔ اس کی ابتدائی معلومات تو ہر ایک کو کرائی جائے گی۔ پہلے نصاب کے شاگرد استادوں کے لئے کتائی خاص حرفہ رکھا گیا ہے۔ ساتھ ساتھ گتا اور باغبانی کی ابتدائی مشق سبھی لوگوں کو کرائی جارہی ہے۔ دستکاری کے علاوہ عام سائنس اور سماج کے علم کے مضمونوں کا مطالعہ اور مشق تو سبھی کو کرنی ہے، خصوصاً نئے طریقۂ تعلیم کے اصولوں، بچوں کی نفسیات، اسکول کا نظم و نسق، مادری زبان اور ہندستانی، مصوری، خوش نویسی، بالغوں کی تعلیم، موسیقی اور جسمانی تربیت (اصولی اور عملی دونوں)۔ پھر ان کو ٹریننگ اسکول سے ملحق جو پریکٹسنگ اسکول ہے، اس کے پہلے تین درجوں میں بنیادی دستور العمل کے مطابق مشقی سبق بھی دینے ہوں گے۔

روزانہ کا پروگرام :- اوپر لکھے ہوئے مضامین کی کافی تعلیم مکمل کرنے کے لئے ٹریننگ اسکول کا دستور العمل اس طرح رکھا گیا ہے۔

صبح ۷ سے ۱۱ بجے تک :- دستکاری کی تعلیم اور مشق۔ ساتھ ہی ساتھ ان سے ربط رکھنے والے مضمونوں کی طرف اشارہ، ان کو ڈھونڈھ نکالنے اور برتنے کی خواہش۔

۲ سے ۴ بجے تک :- کتب خانے میں بنیادی تعلیم سے تعلق رکھنے والے مضمونوں کا غور اور تنقیدی نظر سے مطالعہ۔

۵-۳۰ سے ۶-۳۰ تک شام کو :- جسمانی تعلیم، ورزش، کھیل اور سیر و تفریح۔

۸ سے ۱۰ بجے شب :- بورڈنگ میں مطالعہ، ۶، ۶ کی ٹولیوں میں مشقی سبق اور بارہ بارہ کی ٹولیوں میں موسیقی کی مشق کا انتظام ہے۔

(ل) دستکاری :- دستکاری کی مشق اور اس سے مربوط ہونے والے مضامین کی تلاش و جستجو کے لئے ہر ہفتے ۲۴ گھنٹے رکھے گئے ہیں۔ اس مدت میں ۱۸ گھنٹے تو خاص دستکاری کے لئے اور بقیہ

گھنٹے ضمنی دستکاری کے لئے ہر شاگرد استاد وقف کرتا ہے۔ ۹ سے ۱۱ بجے تک دستکاری کی مشق کے سلسلے میں شاگرد استاد دستکاری کی اصولی اور عملی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس اثنا میں اگر دستکاری سے مربوط ہونے والے کسی مضمون کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہو تو وہ اُسے خود ہی حل کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وہ اُسے حل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو وہاں کے مربوط مضامین کے ماہران کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ آ گیا جو اس وقت حل نہیں ہو سکتا تو اُستاد اور شاگرد دونوں اُسے نوٹ کر لیتے ہیں اور پھر وہ مسئلہ استادوں اور شاگردوں دونوں کی مجلسوں میں آتا ہے اور وہاں اس کا حل سوچا جاتا ہے۔

دستکاری کی مشقوں کے بعد شاگرد استاد اور ان کی جماعت کے موجودہ استاد ان مشقوں کو مختصر طور پر نوٹ رکھ لیتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان مشقوں سے ربط رکھنے والے قدرتی مضمونوں کو بھی وہ لوگ نوٹ کرتے جاتے ہیں۔ پھر یہ سب نوٹ استادوں کی انجمن ادب (Literature Committee) میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ اس انجمن کے ممبر عملی طور پر انجام دیئے ہوئے دستکاری کے کاموں اور ان کے سلسلے میں مربوط مضمونوں کی بنیاد پر مقالے تیار کرتے ہیں۔ گویا اس طرح اب بالکل خیالی اور غیر عملی تعلیمی ادب کے پیدا ہونے کا امکان بھی دور ہو گیا ہے۔

(ب) مطالعہ :- ۲ سے ۴ بجے تک کے وقت میں شاگرد استادوں کو تمام مضمونوں کا گہرا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کام سے ہمارے دو مقصد ہیں — (۱) کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ محنت کے ساتھ مطالعہ کرنا اور طالب علموں میں خود کام کرنے کا شوق پیدا کرنا۔

اوپر لکھے ہوئے دونوں مقصدوں کو حاصل کرنے کے لئے ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ طالب علموں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ جولائی سے دسمبر تک کی پوری اسکیم انھیں لکھوا دی گئی ہے اور انھیں یہ صاف صاف معلوم ہے کہ فلاں مضمون کے فلاں حصے کا مطالعہ فلاں مہینے میں کرنا ہے۔ جس دن یہ کسی خاص مضمون کا مطالعہ کرتے ہیں اس روز اُن کے مضمون کا ماہر اُن کی جماعت میں موجود رہتا ہے۔ شاگرد اُستاد طے کئے ہوئے مضمونوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور نوٹ لیتے جاتے ہیں۔ پھر اُن کے نوٹوں کی ہر ہفتے جانچ کی جاتی ہے اور اُن کے بارے میں اُن کے اُستاد جو رائے دیتے ہیں وہ ان کو معلوم ہوتی جاتی ہے۔ اس طرح سے وہ اپنے اس کام میں کافی اصلاح آسانی سے کر لیتے ہیں۔ جب مہینہ ختم ہونے کو ہوتا ہے تو تمام نوٹ بکیں ہیڈ ماسٹر کے دفتر میں جانچ کے لئے بھیج دی جاتی ہیں۔

مطالعے کو شاگرد اُستادوں کے لئے باقاعدہ اور زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لئے الگ الگ مضمونوں پر مفید کتابیں خرید کر مدرسے کے کتب خانے میں جمع کر دی گئی ہیں۔ جو کتابیں ان کو گہرے مطالعے کے لئے پاس رکھنی ضروری ہیں، ان کو حاصل کرنے کا انتظام انھیں خود کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ اسکیم سے تعلق رکھنے والے مضمونوں کے مطالعے کو خاص طور پر مفید بنانے کی غرض سے اخباروں، رسالوں اور دوسرے ذریعوں کی طرف ان کے اُستاد خود اشارہ کر دیتے ہیں۔

(ج) مشقی سبق :- ۶۰ طالب علم اُستادوں کی ۱۰ ٹولیاں بنی ہیں۔ ہر ٹولی میں ۶ اُستاد ہیں۔ یہ چھ اُستاد ہمارے یہاں کے پریکٹسنگ اسکول کے پہلے تین درجوں میں پڑھانے کا کام کیا کرتے ہیں۔ جولائی سے دسمبر تک بیس ۲۰ ہفتے کام کرنے کرتے ہیں۔ ہر درجے میں ۲ شاگرد استاد تعلیم دیتے ہیں۔ پڑھانے سے پہلے انھیں خود ایک ہفتے کا دستور العمل بنانا پڑتا ہے۔ جب وہ پچھلے ہفتے کی تعلیم کی روشنی میں آگے کی پڑھائی کا دستور العمل بناتے ہیں تو ٹریننگ اسکول کے استاد اس کا پہلے سے مطالعہ کرتے ہیں اور اس میں اصلاح کا مشورہ دیتے ہیں۔ مشورہ دینے والوں میں ہر مضمون کے ماہر ہوتے ہیں۔ طے کئے ہوئے پروگرام میں پڑھاتے وقت شاگرد استاد ضرورت کے وقت ردّ و بدل بھی کر لیتے ہیں جس کا انھیں اختیار ہوتا ہے۔

مشقی سبق میں شاگرد استاد اس بات کا دھیان رکھتے ہیں کہ اپنا کام کرنے میں پوری دلچسپی لیں۔ دستکاری کے سبق میں بچوں کی دلچسپی اور لگاؤ کو دیکھتے ہوئے استاد ردّ و بدل بھی کر لیتے ہیں۔ جب ایک شاگرد استاد درجے میں بچوں کو پڑھاتا ہے تو دوسرے شاگرد اُستاد تمام حالات کو نوٹ کرتے جاتے ہیں تاکہ جماعت کی تعلیم کا مکمل بیان روز بروز محفوظ ہوتا رہے۔ اس قسم کے نوٹ تعلیمی ادب تیار کرنے کے اعتبار سے نہایت مفید اور کارگر ہوتے ہیں۔

پڑھاتے وقت جو کمیاں نظر آئیں گی، اُن کی اصلاح کے لئے اس جماعت کے مستقل اُستاد، دستکاری کے ماہر اور ٹریننگ اسکول کے ایک اُستاد کی کمیٹی ہوتی ہے جو آپس میں مل جل کر اُن کمیوں کی اصلیت کی جانچ کر کے اُن کو دور کرتے ہیں۔ جانچ کرنے والے صاحب اپنی رائے شاگرد استاد کے مشقی سبقوں کے نوٹ بک میں لکھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی بات ہو جو تمام شاگرد استادوں کو یکساں طور پر بتانی ہے تو وہ صاحب شاگرد استادوں کی جماعت میں موقع نکال کر جاتے ہیں اور اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے وہ لوگ آئندہ فائدہ حاصل کر سکیں۔

(د) موسیقی :- تمام شاگرد استادوں کی ۱۲-۱۲ کی ۵ ٹولیاں موسیقی کی مشق کے لئے بنائی گئی ہیں۔ ہر ٹولی کو ہفتے میں ایک دن موسیقی کی جماعت میں ایک گھنٹے تک گانے کی مشق کرنی ہوتی ہے۔ راگ کی مشق اور سیکھنے کے لئے مختلف قسم کے باجوں کا اسکول کی طرف سے انتظام کیا گیا ہے۔ ہر ٹولی کے ساتھ موسیقی کے "اُستاد" کا رہنا ضروری ہے۔ فرصت کے وقت میں شاگرد اُستاد خود بھی گانے کی مشق کیا کرتے ہیں۔

(ہ) جسمانی تربیت :- اتوار کے سوا ہر روز ورزش کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ کام اس فن کے ایک ماہر کے سپرد کیا گیا ہے۔ ½۵ سے ۶ بجے تک ورزش ہوتی رہتی ہے۔ ورزش میں اس بات پر خاص طور سے دھیان دیا جاتا ہے کہ دیسی کھیلوں اور ورزشوں کی زیادہ تر مشق کرائی جائے۔ اس غرض سے کہ شاگرد استاد بچوں کو اچھی طرح کھیل کرا سکیں، ان کی جسمانی نشو و نما کی پوری کوشش کر سکیں، اور اسکول کے پڑوس کے گاؤں کی صحت و تندرستی کی اصلاح کر سکیں ان کو طرح طرح کے کھیل، صحت و تندرستی سے تعلق رکھنے والے عملی کام، غذا کے اچھے طریقے، بدن کا علم، ابتدائی علاج معالجہ (فرسٹ ایڈ) وغیرہ مضمونوں پر نوٹ لکھائے جاتے ہیں۔ ہر بدھ کو ۲ سے ۴ بجے اور پھر ½۵ سے ½۶ بجے تک کا وقت بدن کی تعلیم کے اصولی اور عملی مطالعے اور مشق میں صرف کیا جاتا ہے۔

(و) اصولی مضمونوں پر باہمی گفتگو اور بحث مباحثہ۔ باہر کے ماہروں کی تقریر، ناٹک، موسیقی وغیرہ کے ذریعے تفریحی مشغلے کے لئے ہر بدھ

کی رات مقرر کی گئی ہے۔ سنیچر کی شام سے اتوار کی شام تک معمولاً کوئی مقررہ پروگرام نہیں رکھا جاتا۔

شری رام شرن اُپادھیا

وسطی صوبے میں بنیادی تعلیم کی ترقی

[یہ رپورٹ ہمیں وسطی صوبے کے بنیادی تعلیم کے اسپیشل افسر راؤ صاحب ڈی۔ کے۔ موہنی کی عنایت سے حاصل ہوئی ہے اور اُن کے شکریے کے ساتھ یہاں شائع کی جاتی ہے۔]

جس زمانے میں یہاں کانگریسی وزارت قائم تھی، پنڈت روی شنکر شکلا نے جو اس زمانے میں وزیر تعلیم تھے صوبے کی بے علمی کو دور کرنے کے لئے اپنی ودیا مندر اسکیم جاری کی تھی۔ اس اسکیم کو بہت پسند کیا گیا اور ۳۰۰ سے زیادہ لوگوں نے ودیا مندر اسکولوں کے لئے زمین دینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ طے کیا گیا کہ پہلے ہر تحصیل میں دو ودیا مندر اسکول کھولے جائیں اور اُن کو چلانے کے لئے ۱۶۶ اُستاد تیار کئے جائیں۔ اس مقصد کو سامنے رکھ کر سنہ ۱۹۳۸-۳۹ء میں وردھا کا نارمل اسکول ودیا مندر ٹریننگ اسکول میں تبدیل کر دیا گیا اور اس سال ۱۵۲ اُستادوں کو بنیادی نصاب تعلیم کی ٹریننگ دی گئی۔ ان میں سے ۱۰۰ اُستادوں کو تو ودیا مندر اسکولوں میں کام کرنے کے لئے بھیج دیا گیا اور باقی میں سے کچھ کو پریکٹِسنگ اسکولوں میں اور کچھ کو ان اُستادوں کی جگہ کام کرنے کے لئے بھیج دیا گیا جو سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں پانچ پانچ ماہ کی ٹریننگ لینے کے لئے تین گروہوں میں آئے تھے۔

جولائی سنہ ۱۹۳۹ء میں تمام سرکاری نارمل اسکولوں کے استادوں اور استانیوں کو اور چند ثانوی مدرسوں کے استادوں کو بنیادی تعلیم کی ٹریننگ دینے کے لئے وردھا میں ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کھولا گیا۔ اس انسٹی ٹیوٹ میں سنہ ۱۹۳۹ء میں کچھ استادوں کو پانچ مہینے کی اور کچھ کو ۱۰ ماہ کی ٹریننگ دی گئی اور اب نارمل اسکولوں میں بنیادی تعلیم جاری کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی تعداد میں اُستاد موجود ہیں۔ یہ انسٹی ٹیوٹ ایک خاص کام کے لئے کھولا گیا تھا اور اس کے پورا ہو جانے پر ۳۰ جون سنہ ۱۹۴۰ء کو اُسے بند کر دیا گیا ہے۔ چونکہ سرکار نے بنیادی نصاب تعلیم منظور کر لیا ہے اس لئے بنیادی اُستادوں کی تعلیم کا انتظام لازمی ہو گیا ہے۔

وردھا کا ودیا مندر ٹریننگ اسکول اب مراٹھی استادوں کے لئے بنیادی نارمل اسکول بنا دیا گیا ہے۔ اس سال اس میں دو طرح کے طالب علم داخل کئے گئے ہیں ——— ایک لوکل بورڈوں کے ٹریننگ حاصل کئے ہوئے استاد اور دوسرے نئے میٹرک پاس۔ ٹریننگ حاصل کئے ہوئے استادوں کو ایک سال کا اور کورس پڑھایا جائے گا، جس میں ان کو کتائی کی بنیادی دستکاری اور بنیادی تعلیم کے اصولوں اور طریقوں کی تعلیم دی جائے گی۔ نئے میٹرک پاس طالب علموں کو ذاکر حسین کمیٹی کے تیار کئے ہوئے نصاب کا دو سال کا پورا کورس پڑھایا جائے گا۔

ٹریننگ حاصل کئے ہوئے استادوں کے لئے ایک سال کا جو کورس رکھا گیا ہے، وہ ایک عارضی چیز ہے اور اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ سیلو اور سیندی کے گنجان علاقوں کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ بعد میں یہی کورس ریفریشر کورس کا کام دے سکتا ہے۔ ۵۰ میں سے ۴۵ استاد خود ضلع وردھا کے ہیں۔

میٹرک پاس طالب علموں کے نصاب کے لئے ۱۰ طالب علم داخل کئے گئے ہیں۔ ان کا انتخاب ڈسٹرکٹ انسپکٹروں نے کیا ہے اور جن لوکل بورڈوں نے ان کے لئے سفارش کی ہے، اُن سے یہ گارنٹی لے لی گئی ہے کہ ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد وہ ان کو اپنے بنیادی اسکولوں میں لگا لیں گے۔

بنیادی دستکاری کے لئے کتائی کا کام منتخب کیا گیا ہے اور ٹریننگ پانے کے بعد یہ استاد پہلی سے چوتھی جماعت تک کے بچوں کو پڑھا سکیں گے۔ بُنائی کے لئے اگرچہ کسی استاد کا انتظام نہیں کیا گیا ہے، مگر کوشش کی جائے گی کہ ٹریننگ پانے والوں کو بُنائی کی کچھ واقفیت حاصل ہو جائے۔ بُنائی کے سلسلے میں مختلف کاموں کا مشاہدہ کرانے کے لئے کچھ مدت تک کے لئے ایک بُننے والا ملازم رکھ لیا جائے گا اور سیلو جیسے بُنائی کے مرکزوں کی سیر کرائی جائے گی۔

گتے کے کام اور جلد سازی کے بھی ایک چھوٹے سے مگر مفید کورس کی ٹریننگ دی جائے گی۔ ایک طرح سے اس ایک سال کے نصاب تعلیم کو ایک عملی نصاب تعلیم کہا جا سکتا ہے۔ پنجاب کے موگا مشن انسٹی ٹیوٹ کی طرح طالب علموں کو چنے ہوئے گاؤں کی سیر کرائی جائے گی جہاں وہ تعلیمی حالت، اقتصادی اور سماجی صورت حال کا مشاہدہ کریں گے۔

پچھلے سال ودیا مندر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے استادوں نے بنیادی اسکولوں کے لائق ادب تیار کرنے کے سلسلے میں بھی کچھ کام کیا تھا لیکن یہ کام زیادہ تر جماعت میں جو عملی تجربے ہوئے ہیں اور بچوں نے جس قدر ترقی کی ہے اُسی پر منحصر ہے۔ نارمل اسکول اور پریکٹسنگ اسکول کے استادوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ عملی سبقوں کے نوٹ رکھتے جائیں۔ کبھی کبھی استاد آپس میں مل کر اپنے اپنے تجربوں کے متعلق گفتگو اور تبادلۂ خیال بھی کرتے رہیں گے۔

وردھا نارمل اسکول سے تحصیل وردھا کے ۴۰ اسکولوں کا گنجان علاقہ اور سیونی نارمل اسکول سے سیونی تحصیل کے ۴۱ اسکولوں کا گنجان علاقہ ملا دیا گیا ہے۔ ارادہ ہے کہ ان اسکولوں کا انتظام ضلع کی کونسلوں سے لے کر سرکاری نگرانی میں کر دیا جائے اور اس سلسلے میں بات چیت بھی ہو رہی ہے۔ استادوں کی تنخواہ، عمارتوں کی مرمت وغیرہ پر یہ کونسلیں جو کچھ خرچ کرتی رہی ہیں وہ اس امداد میں سے وضع کر لیا جائے گا جو سرکار کی طرف سے ان کو ملتی ہے بقیہ تمام خرچ خود سرکار کے ذمے ہوگا۔ سرکار نے اس زیادہ خرچ کا ذمہ بنیادی تعلیم کا تجربہ

کسانوں کے بعد لیا ہے اور اس کا خیال ہے کہ بنیادی تعلیم کے تجربے کو کامیاب بنانے کے لئے پوری توجہ درکار ہے۔ اس اسکیم سے ضلع کونسل پر زیادہ خرچ کا بوجھ نہیں پڑے گا۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ اب تک ان دو گنجان علاقوں پر جو خرچ یہ دونوں کونسلیں کر رہی ہیں وہ اب صرف سرکار کی معرفت ہوگا۔

خیال ہے کہ تحصیل وردھا کے گنجان حلقے میں بنیادی تعلیم کا نصاب تعلیم فوراً یعنی ۱۹۴۰ء ہی میں جاری کر دیا جائے۔ اس لئے کہ ضلع وردھا میں ٹریننگ حاصل کئے ہوئے بہت سے استاد مل سکتے ہیں۔ اس گنجان حلقے کے لئے استاد خاص طور پر منتخب کئے جائیں گے اور عموماً ۲۵ سال سے زیادہ عمر کے استاد نہیں رکھے جائیں گے۔ گنجان حلقے کے ۵۰ اسکولوں میں اس طرح کے ۶۰ استاد کام کریں گے۔

سیونی تحصیل میں بنیادی تعلیم رائج کرنے میں ابھی ایک سال کی دیر ہے اس لئے کہ وہاں بنیادی نصاب تعلیم کے مطابق ٹریننگ پائے ہوئے استاد ابھی کم ہیں۔ ان دونوں گنجان علاقوں کے استادوں کو بنیادی قومی تعلیم (پہلی سے چوتھی جماعت تک) کی ٹریننگ دینے کے لئے وردھا کے ضلع سے ۷۰ استاد (جنھوں نے نارمل اسکول اور ودیا مندر ٹریننگ اسکول دونوں میں ٹریننگ پائی ہو) اور سیونی تحصیل سے ۴۰ استاد (جنھوں نے نارمل اسکول میں ٹریننگ پائی ہو) لئے جائیں گے۔ ان کو سرکار کی طرف سے مقررہ وظیفے ملیں گے اور ان کی تنخواہوں میں وظیفوں سے جو کمی پڑے گی وہ ضلع کی کونسلیں ہر ماہ دیں گی۔ دونوں بنیادی نارمل اسکولوں میں ۶۰ وظیفے رکھے گئے ہیں جن کی تقسیم حسب ذیل ہوگی:-

۵۰ وظیفے نارمل اسکول میں ٹریننگ پائے ہوئے استادوں کو دئے جائیں گے۔ (ٹریننگ کی مدت ایک سال ہوگی۔) ۱۰ وظیفے نئے طالب علموں (میٹرک پاس یا پڑھے ہوئے بغیر میٹرک پاس) کو دئے جائیں گے۔ (ٹریننگ کی میعاد دو سال ہوگی۔)

دونوں تحصیلوں کے حلقوں کو ایک ایک اسسٹنٹ انسپکٹر کے ماتحت رکھنے کا ارادہ ہے۔ اس اسکیم میں یہ بندوبست بھی ہے کہ دونوں بنیادی نارمل اسکولوں کے استاد بھی اپنے گنجان حلقوں میں کبھی کبھی دورہ کیا کریں گے۔

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے ان دو ضلع کونسلوں کو اس وقت جتنا خرچ ان اسکولوں پر کرنا پڑ رہا ہے اس سے زیادہ کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ امید تو یہ ہے کہ جس وقت تک یہ اسکول پھر ضلع کونسلوں کو لوٹائے جائیں گے اس وقت تک ضلع کونسلیں بجائے نقصان کے فائدے میں رہیں گی۔

اس لئے امید کی جاتی ہے کہ دونوں ضلع کونسلیں کھلے دل سے اس تجربے کو کامیاب بنانے میں مدد کریں گی۔

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں ۔ مطبوعہ جید برقی پریس ۔ مدیر: [illegible]

جلد ۲ نمبر ۹ — دہلی ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء — قیمت [illegible]

کتائی کی یادداشتیں (ریکارڈ)

ریکارڈ (Record) اور ریکارڈنگ (Recording) ایسے لفظ ہیں جو مغربی ملکوں کی تمام زبانوں میں بہت زمانے سے چلے آتے ہیں۔ ان لفظوں کا مطلب شاید سلیقے سے کام کرنا اور کام کی باقاعدہ تفصیلیں رکھتے جانا ہی ہے اور یہ چیز مغربی تہذیب کا ایک نہایت اہم اور قدیم پہلو ہے۔ مغربی ملک عملی دنیا میں جو سب ملکوں سے زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں، اس کا بھی شاید یہی راز ہے۔

جب سے بنیادی تعلیم کے تجربے شروع ہوئے ہیں، اس وقت سے بنیادی تعلیم کے استاد اور کارکن یہ محسوس کرتے رہے ہیں کہ اگر دستکاری کو تعلیم کا ذریعہ بنانا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ضروری شرط ہے کہ دستکاری کے کام کی تفصیلیں ایک ایک کر کے باقاعدہ طور پر رکھی جائیں۔ مگر جب ہم اس عمل کے لئے ایک بنا بنایا اور ٹھیک ٹھیک لفظ ڈھونڈنے نکلے تو ہمیں ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگی کہ اس لفظ کے پیچھے جو تصور ہے اور سلیقے سے کام کرنے اور سوچنے بچارنے کی جو ایک عادت ہوتی ہے ہماری قومی زندگی میں سرے سے ہی اس کا پتہ نہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ بنیادی تعلیم کے تجربے میں کاموں کی یادداشت (ریکارڈ) رکھنے کا ایک نظام بنایا جائے۔ اسی تجویز کے ماتحت اس نمبر میں ریکارڈ کے لئے ایک نیا لفظ "یادداشت" اور بچوں سے یادداشت رکھوانے کا ایک نیا طریقہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سچی تعلیم کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی کو لکھنا پڑھنا آجائے اور دنیا کی بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں۔ سچی تعلیم کا آخری مقصد یہ ہے کہ آدمی کے دماغ کی ایسی نشوونما کی جائے جس سے اس کے اندر خود سے سوچنے اور سمجھنے کا مادہ پیدا ہو جائے۔ اس کے دماغ میں اتنا سلجھاؤ آجائے کہ وہ اپنے ذہن میں ہر بات اور ہر چیز کی ایک جیتی جاگتی تصویر بنائے، اس کے سوچنے اور کام کرنے کے طریقے میں ایک سلیقہ اور باقاعدگی پیدا ہو جائے۔ اس چیز کو انگریزی زبان میں سوچنے اور سمجھنے کی Scientific اور Disciplined عادت کہتے ہیں۔

بنیادی تعلیم کا بھی یہی مقصد ہے۔ بنیادی تعلیم میں دستکاری کے ذریعے بچے کو صرف لکھنا، پڑھنا، حساب، ڈرائنگ، سائنس وغیرہ نہیں سکھانا ہے بلکہ ان کے دماغ کی ایسی نشوونما اور تربیت کرنی ہے کہ ان کی قدرتی قوتیں پھول کی طرح کھل جائیں۔

یہ بات ہر زمانے اور ہر ملک میں مان لی گئی ہے کہ تعلیم کا مقصد دماغ کی تربیت کرنا ہے۔ اختلاف صرف اس معاملے میں رہا ہے کہ اس تربیت کے لئے ذریعہ کون سا سب سے بہتر اور کارآمد ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب دماغ کی نشوونما کے لئے علم القواعد اور منطق کو سب سے بڑا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس زمانے کی تعلیم میں ان دونوں کا درجہ سب سے اونچا تھا مگر آج کل کے زمانے میں سائنس اور ریاضی کو دماغ کی نشوونما کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ سائنس اور ریاضی کی تعلیم سے نہ صرف دنیا کی اور کام کی دوسری باتیں معلوم ہو جاتی ہیں بلکہ اس سے عام طور پر دماغ کی تربیت ہوتی ہے اور لیاقت بڑھتی ہے۔

بنیادی تعلیم کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہاتھ کا کام بھی دماغ کی تربیت اور لیاقت کے بڑھانے کا ایک بڑا ذریعہ ہے بشرطیکہ اسے پورے طور پر عملی بنیاد پر برتا جائے یعنی دستکاری کی تعلیم کا طریقہ بھی سائنس کی تعلیم کی طرح پر اختیار کیا جائے۔

سائنس کی تعلیم میں عملی تجربوں (Practical Experiments) کے ساتھ ساتھ تجربے کی باقاعدہ تفصیل اور یادداشت رکھنا اور رکھوانا ایک اہم شرط سمجھی جاتی ہے۔ چند باتیں ایسی ہیں، مثلاً کیا تجربہ کیا گیا، اس میں کن کن چیزوں کی ضرورت پڑی، تجربہ کس طرح کیا گیا، اس کے دوران میں کیا کیا مشاہدے ہوئے اور ان سے کیا کیا نتیجے نکلے جن کی تفصیل لکھے بغیر تجربہ پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر ہم دستکاری کے ہر عمل کو بھی سائنس کا ایک عمل سمجھیں اور اس عمل کی مکمل، سلسلے وار تفصیل لکھنے کو اپنے تجربے کا ایک اہم پہلو سمجھ لیں تو دستکاری کی تعلیم بھی سائنس کی تعلیم کا مقصد پورا کر سکے گی۔

تیسرے درجے تک کے بچوں کے لئے یادداشت رکھنے کے سلسلے میں نیچے چند ہدایتیں دی جا رہی ہیں۔ اگر بنیادی سکولوں کے استاد

ان ہدایتوں پر عمل کر کے اپنے تجربے نئی تعلیم میں اشاعت کے لئے بھیجیں تو دستکاری کی تعلیم کے اس پہلو پر روشنی پڑے گی اور ہم اس راستے پر آگے بڑھ سکیں گے۔

پہلے درجے میں بچے پہلی چھ ماہی تک یادداشتیں اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکیں گے۔ مگر کام شروع کرنے کے پہلے ہی دن سے ان کے اندر یادداشتیں لکھنے کی عادت پیدا کرتے رہنا چاہیے۔ شروع میں بچے کو اپنے کام کا زبانی حساب دینے اور اسے بیان کرنے کی مشق کرانی چاہیے۔ اور استاد کو چاہیے کہ وہ درجے کے کام کی یادداشت لکھتے وقت بچوں سے مدد لے۔

دوسری چھ ماہی میں جوں جوں بچے عدد لکھنا سیکھتے جائیں انھیں یادداشتیں لکھنا بھی سکھانے جانا چاہیے۔ استاد کو چاہیے کہ وہ پہلے پہل تختہ سیاہ پر خود خانے کھینچے اور انھیں بچوں سے بھروائے۔ بعد میں کاغذ پر خانے کھینچ دیے جائیں اور ان سے وہ خانے بھروائے جائیں۔ دوسرے درجے کے بچوں کو چاہیے کہ وہ اپنی یادداشت کی کاپی میں خود خانے کھینچنے کی مشق کریں۔ یہ واضح رہے کہ بچوں کو چھپی ہوئی کاپیاں کسی حالت میں بھی نہیں دینی چاہئیں۔ بچے اپنی یادداشت کی کاپیاں خود ہی تیار کریں اور انھیں صاف ستھرا رکھیں۔ ڈرائنگ کے گھنٹے میں ان کاپیوں پر نقش و نگار اور پھول پتیاں بنوا کر انھیں دلچسپ اور خوبصورت بنوایا جا سکتا ہے اس طرح وہ کاپیاں بچوں کے لئے خوشی اور حوصلے کی چیزیں بن جائیں گی اور وہ غیر ارادی طور پر ڈرائنگ کی مشق بھی کر لیں گے۔

جب بچے اپنے کام کی یادداشتیں رکھنا سیکھ جائیں تو انھیں زبانی اور تحریری دونوں طرح کی یادداشتیں رکھنے کی مشق کرنی چاہیے۔ زبانی حساب اور اس کو بیان کرنے سے ساری جماعت کی مشق ہوگی اور تحریروں سے ہر طالب علم کی الگ الگ مشق بڑھے گی۔

اب یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس تمام کام کے لئے وقت کہاں سے نکالا جائے؟ اگر ہم یادداشتوں کو دستکاری کی تعلیم کا ایک ضروری حصہ تسلیم کرتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں وقت بھی دستکاری ہی کے گھنٹے میں سے نکالنا ہوگا۔ ہمیں یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ کام کی یادداشتیں رکھنے میں جو وقت لگے گا وہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یادداشتیں رکھنے کے سلسلے میں بچوں کو مادری زبان، حساب، ڈرائنگ، سماج کا علم اور عام سائنس کی بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ یہ بات تو عملی طور پر تجربہ کرنے ہی سے معلوم ہوگی کہ ان زبانی اور تحریری یادداشتوں پر کتنا وقت صرف ہوگا، مگر ابھی تو ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کام کے لئے روزانہ آدھ گھنٹہ اور ہفتے کے آخر میں پچھلے ۶ دنوں کے خرچ کو دہرانے، جمع کرنے اور ان کے ٹھیک ٹھیک لکھنے میں اور اگلے ہفتے کے لئے فارم تیار کرنے میں ڈیڑھ گھنٹے کے قریب وقت لگ جائے گا۔ یہ یاد رہے کہ پہلے اور دوسرے درجے کے بچے ہفتہ وار اور تیسرے درجے کے بچے ماہانہ یادداشتیں تیار کریں گے۔

اسی موقع پر ایک سوال اور بھی اٹھ سکتا ہے کہ ان یادداشتوں کے لئے بہت زیادہ کاغذ کی ضرورت ہوگی جس سے بنیادی تعلیم کا صرف بڑھ جائے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اس تعلیم میں کاغذ، قلم، دوات، کتاب وغیرہ کے فضول خرچ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اسے کامیاب بنانے کے لئے جو ضروری خرچ ہوں گے وہ تو برداشت ہی کرنے پڑیں گے اور پھر ان یادداشتوں کے ساتھ ساتھ حساب، ڈرائنگ اور مادری زبان کی جو تعلیم ہوگی اور اس سے جو جو نتیجے نکلیں گے ان کے مقابلے میں ان یادداشتوں پر جو زیادہ خرچ آئے گا وہ برا نہیں معلوم ہوگا۔ روزانہ کی جو یادداشتیں ہوں ان کو پہلے سلیٹ پر درج کروا لیا جایا کرے اور پھر انھیں احتیاط سے کاپیوں پر اتروا لیا جائے تو کاغذ زیادہ ضائع بھی نہیں ہونے پائے گا۔

کتائی کو بنیادی دستکاری مان لیا جائے تو اس کے الگ الگ کاموں کی یادداشت رکھنے کے لئے جن نقشوں اور تختوں کی ضرورت ہوگی ان کے نمونے نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

آشا دیوی

پہلا درجہ

۱۔ **کپاس صاف کرنا**۔ ہر عمل کی یادداشت رکھنے کے ساتھ ساتھ تاریخ، دن، مہینہ، ہفتہ وغیرہ کی واقفیت بھی بچوں کو کرائی جائے۔ بچے پہلے زبانی اور پھر تحریری صورت میں نیچے کے تختے کی خانہ پری کریں گے۔

مہینہ ________

تاریخ	دن	بچوں کی تعداد	کام کا وقت

پہلے درجے کے بچے چونکہ بہت تھوڑی تھوڑی کپاس صاف کر پائیں گے اس لئے ہر بچے کے کام کا الگ الگ حساب رکھنا مشکل ہوگا۔ اس دقت کو دور کرنے کے لئے یہ کیا جانا چاہیے کہ یا تو تمام بچوں کے کام کا حساب ملا جلا کر رکھا جائے یا کچھ بچوں کی ٹولیاں بنا دی جائیں اور ان کے کاموں کا ملا جلا حساب رکھا جائے۔ یہ حساب شروع میں اس طرح پر رکھا جائے:۔

صاف کرنے کے لئے کتنی کپاس لی گئی	کتنی روئی نکلی	کتنا کوڑا نکلا

۲۔ دھنی ہوئی روئی سے پونیاں بنانا۔

تفصیل	ناپ	اوزاروں کے نام

مہینہ ——————

پونیوں کی تعداد		روئی لی گئی		کام کا وقت	بچوں کی تعداد	دن	تاریخ
پورا درجہ	فی بچہ	پورا درجہ	فی بچہ				

۳۔ دھنائی

روئی کی قسم اور اس کی تشریح	تفصیل	ناپ	اوزاروں کے نام

مہینہ ——————

کوڑا (وزن)	تیار پونیاں		روئی کا وزن	کام کا وقت	بچوں کی تعداد	دن	تاریخ
	وزن	تعداد					

۴۔ کتائی

تشریح	ناپ	اوزاروں کے نام

مہینہ ——————

طریقہ	جتنے تار کاتے گئے			جو پونیاں بچ رہیں	جو پونیاں کاتی گئیں	جو پونیاں لی گئیں	کام کا وقت	بچوں کی تعداد	دن	تاریخ
	کل	بایاں ہاتھ	دایاں ہاتھ							

ہفتے کے آخر میں ا۔ { لچھیوں کی تعداد } —————— { کل تاروں کی تعداد } ——————

۵ - اٹیرنا

اوزاروں کے نام	ناپ	تشریح

مہینہ

تاریخ	دن	بچوں کی تعداد	دایاں ہاتھ		بایاں ہاتھ		کل وقت	مکمل تار
			وقت	تار	وقت	تار		

۶ - صفائی اور مضبوطی - اس درجے میں بچوں کو سوت کی صفائی اور مضبوطی کی صرف پہچان کرائی جائے۔

دوسرا درجہ

دوسرے درجے میں بھی زبانی اور تحریری دونوں یادداشتیں رکھنے کی مشق کرائی جائے۔ اس درجے کے بچے اپنی یادداشتوں کی ہفتہ وار بھی تیار کریں اور خانوں کی سرخیاں بھی خود ہی لکھیں۔ ہر کام کے لئے الگ الگ ورق رکھے جائیں نیز تکلی اور چرخے کی کتائی کی یادداشتوں کے لئے بھی اسی طرح الگ الگ ورق رکھے جانے چاہئیں۔ پہلے درجے میں ان یادداشتوں کے علاوہ ایک یادداشت ایسی بھی ہونی چاہئے جس میں بچے اپنے کام کے ہر حصے کے متعلق اپنے اپنے خیال ظاہر کرنے کی کوشش کریں۔ اس درجے میں اوپر لکھے ہوئے کام کے چھ حصوں کے علاوہ کام کا ایک نیا عمل اوٹائی بھی قائم کیا گیا ہے۔

۷ - اوٹائی

اوزاروں کے نام	ناپ	تشریح

مہینہ

تاریخ	دن	بچوں کی تعداد	کام کا وقت	کتنی کپاس لی گئی	کتنی روئی نکلی		کتنے بنولے نکلے	بچت
					صاف	بنولے دار		

نوٹ - تیسرے درجے کی یادداشتوں کے متعلق نقشے اگلے نمبر میں دیے جائیں گے۔

ڈرائنگ کا سامان

بنیادی تعلیم کے لئے جس جس سامان کی ضرورت ہو سکتی ہے اُس کی فہرست بنائی جا رہی تھی۔ کتائی کو بنیادی دستکاری مان کر جس جس سامان کی ضرورت ہو سکتی ہے، اس کی فہرست بنیادی قومی تعلیم کے نصاب میں دی جا چکی ہے۔ مگر بنیادی دستکاری کے ساتھ ساتھ دوسرے جن مضمونوں کی تعلیم ہوتی ہے، ان کے لئے جس جس سامان کی ضرورت ہو سکتی ہے اُس کی فہرست سوال پر سوچ بچار کیا جا رہا ہے۔

یہ آپ کو معلوم ہے کہ بنیادی تعلیم کے نصاب میں ڈرائنگ کو بھی شامل کیا گیا ہے اور اُسے بہت اونچا درجہ دیا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بنیادی دستکاری سے ڈرائنگ کا بہت گہرا تعلق ہے۔ مگر جب اس کی تعلیم کے لئے سامان کی فہرست لکھی جانے لگی تو میں گھبرا سا گیا! رنگین پنسلیں، برش، ڈرائنگ کے لئے ایک خاص قسم کا کاغذ، وغیرہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن پر کافی خرچ آتا ہے اور جو ہر بچے کے لئے ضروری ہوں گی۔ یہ آخر

کہاں سے آئیں گی؟ دیہات کے بچے تو ان سامانوں کو خریدنے سے رہے۔ اور اگر یہ تجویز پیش کی جائے کہ یہ سامان سرکار خود خرید کردے تو پھر بنیادی تعلیم کی اسکیم مہنگی ثابت ہوتی ہے۔ تو پھر کیا کیا جائے؟

ان سوالوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہنے کو تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب سامان خریدنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ نہ بچے خریدیں اور نہ سرکار خرید کردے۔ لیکن پھر یہ سوال آتا ہے کہ آخر ڈرائنگ کی تعلیم عمل میں کیسے لائی جائے! یہی سوال ہے جس کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ڈرائنگ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک حسن اور آرٹ کے لئے اور ایک دستکاری کے لئے، یعنی ایک آرائش اور سجاوٹ کے لئے اور دوسری کام کے لئے۔ نصاب میں ان دونوں قسموں کی ڈرائنگ کو شامل کیا گیا ہے۔ لیکن میں تو یہ کہوں گا کہ اس میں کمی بیشی کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ زندگی میں کام ہی سب سے بڑی چیز ہے۔

دستکاری میں چاہے بنائی ہو، کتائی ہو، بڑھئی کا کام ہو، رلج کا کام ہو، لکھنے کا ہنر ہو سب میں ہمیں ڈرائنگ کی ضرورت ہوگی۔ مگر وہ ہوگی کس قسم کی ڈرائنگ؟ مختلف طرح کے گراف تیار کرنا، خاکے اور نقشے بنانا، کہیں کوئی نیا نمونہ دیکھنے میں آیا ہو تو اُسے دیکھ کر یا اپنی یاد سے اُس کی تصویر کھینچنا، یا اُس کے بارے میں کوئی نئی چیز دماغ میں آجائے تو اُسے کاغذ پر کھینچ کر ظاہر کرنا۔ اس قسم کی ڈرائنگ میں ہمیں لکھ کر، کھینچ کر، دیکھ کر یا یادداشت سے تصویر بنانا ہوتی ہے۔ ان کاموں کے لئے ہمیں کسی خاص قسم کے اوزار یا سامان کی ضرورت نہیں ہے۔ کاغذ کی ضرورت کہیں کہیں ضرور پڑے گی مگر اس کے لئے ڈرائنگ پیپر کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک سا ربر کا تعلق ہے، تو اس سے بڑھ کر گندا کام شاید ہی کوئی ہو لہٰذا اس کا تو خیال بھی دماغ میں نہیں لانا چاہیئے۔ ہاتھ جمانے اور اس میں صفائی پیدا کرنے کے لئے ہمیں پہلے سلیٹ استعمال کرنا چاہیئے۔ جب ہاتھ میں صفائی آجائے اور اگر سخت ضرورت ہو تو کاغذ کا استعمال ہونا چاہیئے۔ گراف تیار کرنے اور دوسرے چند کاموں کے لئے "گراف پیپر" کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اسے بھی بازار سے خرید کر نہیں لانا چاہیئے۔ بلکہ بچوں کو چاہیئے کہ وہ خود ہی مربعے کھینچ کر گراف پیپر تیار کرلیں۔ اس کام کو بھی ڈرائنگ کے کام کا ایک حصہ سمجھ لینا چاہیئے۔ جب ہم اپنے کام کا یہ ڈھنگ بنالیں گے تو حرفے، ہنر، واقفیت، خوشی اور اپنی ضرورت اپنے آپ پوری کرنے کے جذبے کو ہم ایک ساتھ حاصل کرسکیں گے۔ اور اس صورت سے سامان اور طرح طرح کے آلے اور اوزار کے جھگڑے سے بچ سکیں گے۔

اب پھر ایک اعتراض یہ ہوگا کہ "صاحب یہ کام کی ڈرائنگ ہے تو بڑی اچھی چیز، مگر اس صورت میں کہ اس کے ساتھ ساتھ مصوری اور آرٹ کا حسن بھی سکھانا ضروری ہوگا، تو اس کے لئے تو طرح طرح کے سامان کی ضرورت ہوگی، اس کا کیا حل ہے؟" یہ مضمون اسی اعتراض کے جواب کے طور پر لکھا گیا ہے۔

قدرت کی مصوری سے بڑھ کر دنیا میں اور کیا مصوری اور آرٹ ہوگا وہ بچے کے ماحول میں موجود ہے۔ صحیح مصوری کا مقصد یہ ہے کہ قدرت کی مصوری سے ملاپ کرکے اس کے ذریعے خوشی اور سچا لطف اُٹھایا جائے۔ جو قدرت بچوں کو اپنی مصوری سے خوش کرے گی اور ان میں مصوری کا شوق پیدا کرے گی، وہی اگر انھیں مصوری کے ضروری سامان بھی فراہم نہ کرے تو خدا کی قدرت کہاں رہ جائے گی؟ آخر ہماری سمجھ میں یہ کیوں نہیں آتا کہ جس قدرت نے بچے کو بھوک دی ہے، وہی قدرت اس کی بھوک کی تسکین کے لئے ماں کی چھاتی میں دودھ بھی مہیا کردیتی ہے۔ ہمارے آس پاس طرح طرح کے خوشنما پھول اور نازک نازک درختوں کی ٹہنیاں ڈھیروں پڑی ہیں۔ یہ پھول ہمارے لئے رنگ اور ٹہنیاں اور درخت برش کا سامان آسانی سے فراہم کردیں گے۔

اور پھر قدرت صرف مصوری کا سامان ہی فراہم نہیں کرے گی اس کے خزانے میں مصوری کے بے شمار عنوان بھی بھرے پڑے ہیں۔ غرض قدرت ایک آسمانی گائے ہے جو ہمارے لئے دودھ تو دیتی ہے، ساتھ ہی ساتھ دودھ کو پینے کے لئے برتن بھی فراہم کرتی ہے۔ بس مانگنے کی دیر ہے چیزیں سب موجود ہیں۔

مصوری کے یہ دو اصول ہمیں سامنے رکھنا چاہیئیں "خوشی حاصل کرنا اور اُسے بے داغ اور پاکیزہ رکھنا۔" یوں تو خوشی ہر شخص کو حاصل ہے اس لئے خوشی روح کی لازمی شرط ہے۔ سوال صرف اُسے پاکیزہ اور بے داغ رکھنے کا ہے۔

میرا بچپن پہاڑیوں سے گھرے ہوئے ایک گوشے میں گذرا ہے۔ وہاں جب دیوالی آتی تھی تو ہم جس طرح اس کی خوشی میں روشنی کیا کرتے تھے، اُس کی یاد مجھے ہر دیوالی پر آکر ستاتی ہے۔ ہم دیوے بنانے کے لئے پہاڑ کے جنگلوں سے "کورانٹی" کے پھل لاتے تھے اور انھیں کاٹ کر دو ٹکڑے کرلیتے تھے۔ ان ٹکڑوں میں سے گری نکال کر پھینک دیتے تھے اور اس کے سخت سخت چھلکوں کے دیوے بنالیتے تھے جو نہایت خوبصورت ہوتے تھے۔ مگر وہ ہوتے تھے مارواڑی کے لوٹے کی طرح بے پیندے کے۔ مارواڑ میں بے پیندے کے لوٹوں کے لئے، وہاں کی ریت خود ہی پیندا بن جاتی ہے۔ مگر ہم اپنے بے پیندے کے دیوں کے لئے چکنی مٹی سے کام لیتے تھے۔ اس پہاڑی کھوہ میں تیل کہاں نصیب۔ ہم سرسوں کے تیل کی جگہ ناریل کا تیل استعمال کرتے تھے اور بتی کے لئے روئی کی جگہ جنگلی کپاس کے ریشے کام میں لاتے تھے۔ اس ترکیب سے ہم اچھے خاصے خوبصورت چراغ تیار کرلیتے تھے اور ٹھاٹھ سے دیوالی مناتے تھے۔

یہ چالیس سال پہلے کی پرانی یادگار ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس داستان کو گنوار و قصہ کہہ لیجئے، مگر اب آیئے ایک سدھرے ہوئے گانوں کا قصہ سنئے۔ میں اس گانوں میں کھادی کا کام دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ دیوالی کا دن تھا۔ وہاں کے بچوں نے مٹی کے تیل کی ڈبیاں جو ٹین کے پتروں سے بنتی ہیں اور جن میں چمنی نہیں ہوتی، قطار میں سجا کر دیوالی منائی تھی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح ملوں کی اونچی اونچی چمنیوں یا سگریٹ پینے والوں کے منہ سے دھواں نکلتا ہے، اُسی طرح ان قطار میں رکھی ہوئی مٹی کے تیل کی ڈبیوں میں سے بھی زہریلے دھوئیں کے لچھے نکل رہے تھے۔ مگر اس میں بیچارے بچوں کا کیا قصور تھا؟ وہ تو دیوالی ہی منا رہے تھے۔ مراٹھی میں ایک کہاوت ہے "دیواچی کرنی نارلانت پانڑی۔ انگریزاں چی کرنی بباٹنت پانڑی" (خدا کی کرامات تو یہ ہے کہ اس نے ناریل میں پانی بند کردیا اور انگریزوں کی کرتوت یہ ہے کہ انھوں نے "سوڈا واٹر" میں پانی بھر دیا)۔

مگر استادوں کا گروہ کہہ اُٹھے گا "پاکیزہ اور بے داغ مسرت کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ فرمایا سب صحیح اور منظور۔ مگر آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ درحقیقت

کی ٹہنیوں سے برش اور پتوں اور پھولوں سے رنگ تیار کئے جائیں تو دستکاری کو کافی ترقی ہوگی۔ لیکن یہ بھی تو سوچئے کہ اس صورت میں دوسرے مضمونوں کی تعلیم کیسے دی جاسکے گی۔" لیکن یہ سوال وہی لوگ اٹھائیں کے جو مربوط تعلیم کے طریقے نہیں جانتے۔ یہ ایسا ہی سوال ہے جیسے ہم کہیں" اناج تو بہت زیادہ پیدا ہو گیا مگر اب کھانے کا انتظام کیسے ہوگا؟" یہ سوال اس قدر پوچ بھی ہے کہ اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے اور ساتھ ہی اتنا مشکل بھی ہے کہ اس کو حل کرنے کے لئے ایک باقاعدہ اور مستقل اسکول کھولنا پڑے گا۔

ونوبا جی

یورپ میں کھیتی کا پہلا مدرسہ

فلپ ایمنوایل فان فلن برگ سوئٹزرلینڈ کے ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اپنے باپ دادا کی طرح ایمنوایل کے دل میں بھی سیوا کی آگ سلگ رہی تھی اور اس نے بھی اپنے بڑوں کی طرح سیوا ہی کو اپنا سب سے بڑا کام سمجھ رکھا تھا۔ اس زمانے کے ماہر تعلیم اور فلسفی پیسٹالوزی کا اثر فلن برگ پر بہت گہرا پڑا اور اس نے بھی یہی سوچا کہ نئی پود کی ہر طرح کی ترقی کھیتی باڑی کے کام سے ہو سکتی ہے۔

اگر فلن برگ چاہتا تو اپنے لئے ایک شاندار زندگی کی راہیں نکال لیتا مگر اس نے تمام باتوں سے منہ موڑ کر ۱۸۰۶ء میں زمین کا ایک بڑا ٹکڑا خرید لیا اور اپنا مشہور زمانہ فارم کھول دیا۔ اس فارم کا نام پہلے "ہاف ویل" تھا مگر بعد کو "ویل ہاف" کر دیا گیا۔ نام کی تبدیلی اس سماجی انقلاب کا مظہر ہے جسے وہ تعلیم کے ذریعے پورا کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک جگہ لکھتا ہے، "مجھے پورا یقین ہے کہ غریبوں کے بچوں کی تعلیم کے ذریعے ہم نہ صرف پورے سماج کے سکھ چین کو بڑھا سکتے ہیں بلکہ ان بچوں کی دماغی اور صنعتی ترقی کو بھی پورا کر سکیں گے۔"

فلن برگ اونچے طبقے کا آدمی تھا اور سماج میں اونچے نیچے کے فرق کو بہت ضروری سمجھتا تھا۔ وہ اسکول کے ذریعے ایک نیا سماج نہیں بنانا چاہتا تھا جس کی بنیاد سیاسی اور سماجی لحاظ سے ہر طرح برابری کے اصول پر قائم ہو۔ وہ تعلیم کے ذریعے پرانی سماجی بیماریوں کا علاج کرنا چاہتا تھا نہ کہ اونچے نیچے کے فرق کو مٹانا۔ اسی لئے اس نے اپنے یہاں امیروں کے لئے الگ اور غریبوں کے لئے الگ اسکول کھولے۔ ممکن ہے کہ وہ سیاسی اعتبار سے اپنے ہم وطنوں کو اتنا آگے نہ سمجھتا ہو کہ وہ ایک ایسے اسکول کو اچھا سمجھ کر اس کا خیر مقدم کریں گے جس میں تمام طبقوں کے بچے ایک ساتھ تعلیم پاتے ہوں۔

اس اسکول کے دو مقاصد تھے۔ ایک تو کسانوں کے بچوں کو صنعتی تعلیم دینا اور صنعت اور دستکاری کے متعلق ان کے دماغوں کو صحیح راہ پر لگانا اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ اونچے طبقے کے بچوں کے دلوں میں نچلے طبقے کے لئے ہمدردی اور محبت پیدا کی جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اگرچہ دونوں کے مدرسے الگ الگ تھے، مگر اس نے دونوں مدرسوں میں کھیت، باغ اور صنعتی کارخانے رکھے تھے جن میں سب بچوں کو چاہے وہ امیر ہوں یا غریب برابر ایک ساتھ کام کرنا پڑتا تھا۔

یوں تو فلن برگ نے ہاف ویل میں کئی مدرسے کھولے تھے، مگر ہم یہاں صرف غریبوں کے بچوں کے لئے جو مدرسہ کھولا گیا تھا، اسی کے متعلق حالات بیان کریں گے۔

اس اسکول میں کھیتی باڑی اور ہاتھ کے کام کو خاص جگہ دی گئی تھی۔ فلن برگ کا خیال تھا کہ اگر کھیتی کو ملک کا خاص پیشہ بنا دیا جائے تو اس سے بدن اور دماغ کی بہت اچھی تعلیم اور ترقی ہو سکتی ہے۔ اس نے ۴۰۰ ایکڑ کا ایک کھیت الگ کر دیا اور اس کے ساتھ ایک کارخانہ بھی ملحق کر دیا اور یہ ارادہ کیا کہ یہاں کھیت کے مزدوروں، چھکڑا بنانے والوں، بڑھئیوں، موچیوں اور درزیوں کو تعلیم دی جائے۔

اس اسکول کا سب سے زیادہ کامیاب اُستاد "ویلی" تھا جو بچوں کے ساتھ ہی کھاتا پیتا، کام کرتا اور اُٹھتا بیٹھتا تھا۔ وہ بچوں کے حق میں ایک ساتھی کا ساتھی اور استاد کا استاد تھا۔ وہ خود غربت اور مصیبت کی آغوش میں پلا تھا۔ اُسے بچپن ہی سے اپنے گھر میں محنت کرنی پڑتی تھی۔ اس کی ماں دن بھر کاتا کرتی تھی اور ویلی گھر کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا۔ اُس نے اپنے اسکول کے بچوں میں بھی اسی طرح محنت کرنے کی عادت ڈالنے کی کوشش کی۔ ویلی بچوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرنے جاتا تو گاتا رہتا اور ساتھ ہی ساتھ ان کو قدرتی مطالعے (Nature Study) کے مزے دار سبق بھی دیتا جاتا تھا۔ اس مدرسے میں کتابی تعلیم بہت کم تھی اس لئے کہ سب کو اکثر اوقات کھیتوں میں کام کرنے کے لئے جانا پڑتا تھا۔

فلن برگ بچوں کو یہ محسوس نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ بھیک کے پیسوں سے پڑھ رہے ہیں۔ پڑھائی کا خرچ ان کی محنت مزدوری سے نکل آتا تھا اور کھیتوں میں کام کرنے سے جو وقت بچ رہتا تھا اُس وقت میں ان کی پڑھائی ہوتی تھی۔

اسکول کی کامیابی کا راز ویلی کی شخصیت میں پنہاں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دھن اور مذہب کا سب سے سیدھا راستہ اور دانائی کا سب سے اونچا طریقہ بچوں کو پڑھانا لکھانا ہے۔

بچوں کا دن بھر کا پروگرام یہ تھا کہ وہ گرمیوں میں پانچ بجے اور سردیوں میں چھ بجے اُٹھتے تھے۔ ہاتھ منہ دھو کر دعا ہوتی تھی اور اس کے بعد ایک گھنٹہ پڑھائی۔ پھر ناشتہ ہوتا تھا اور اس کے بعد ساڑھے گیارہ بجے تک ہاتھ کا کام ہوتا تھا۔ پھر شام کے کھانے کے بعد گانے کا ایک سبق۔ اس سبق کے بعد سب سو جاتے تھے۔ مگر موسم کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس پروگرام میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔ جاڑے کے ایام میں برف پڑنے کی وجہ سے کھیتوں میں کام کرنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ اس وقت کمروں میں مسلسل پانچ پانچ چھ چھ گھنٹے تک پڑھائی ہوتی تھی مگر اس میں بھی ہاتھ کے کام کے ساتھ لگاؤ پیدا کرنے کی کوشش جاری رہتی تھی۔ جب پڑھنے والے کھیتوں یا کارخانوں میں کام کرتے ہوتے تھے، اس وقت ویلی ان سے جغرافیہ، اخلاق یا کسی دوسرے مضمون کے متعلق ان سے سوال کرتا جاتا تھا۔ اُسے بچوں کی دماغی اور اخلاقی ترقی کی ہر وقت لگن لگی رہتی تھی اور وہ ایسا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا جس سے وہ انھیں کام کی باتیں بتا سکے اور ان کی زندگی کو اونچا اٹھا سکے۔

بچوں کے کپڑے موٹے جھوٹے دیہاتیوں کی طرح کے ہوتے تھے۔ کھانا بھی سادہ ہوتا تھا۔ عام طور پر وہ ننگے پاؤں رہتے تھے لیکن کھیتوں میں کام کرتے وقت یا سخت سردی کے وقت وہ جوتیاں پہن لیا کرتے تھے، مگر سر ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔

ہر بچے کو اس کی طبیعت کا رجحان دیکھ کر اور اس کی قابلیت کے مطابق کام دیا جاتا تھا۔ لوہار، بڑھئی، ٹھٹھیرا، موچی وغیرہ کے کام تھے جن میں سے ایک بچے کے رجحان طبع کے مطابق چنے جاتے تھے۔ پڑھائی کے کمرے میں جوتے بنانے کا کام بھی ہوتا تھا اور کبھی کبھی درزی اور زین بننے کا بھی۔ ان کاموں سے جو آمدنی ہوتی تھی اُس سے ان کا ہر طرح کا خرچ بالکل نکل آتا تھا۔

اسکول کا انتظام جمہوری طریقے پر ہوتا تھا۔ ہر پندرہ سال سے کم عمر کے بچوں کا ایک بڑا بھائی بنایا جاتا تھا جو ان کی عادتوں اور کام وغیرہ کا خاص خیال رکھتا تھا اور ضرورت کے وقت انھیں دوسرے لڑکوں کی مار پیٹ سے بھی بچاتا تھا۔ پورا اسکول ایک ہنستا کھیلتا خاندان سا معلوم ہوتا تھا۔

فلن برگ چاہتا تھا کہ اپنے تعلیمی طریقے اور خیال کا چرچا دوسرے استادوں میں بھی کرے۔ چونکہ اس کے ملک کے راج دربار میں اس طریقے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اس لئے آس پاس تو اس کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا مگر اس کی روشنی دور دور بہت پھیلی۔ اس کا خیال تھا کہ گاؤں کے ہر استاد کے پاس ایک باغیچہ اور ایک کھیت ضرور ہونا چاہیے تاکہ اُن سے وہ اپنی زندگی کی ضرورتیں بھی پوری کر سکیں اور پڑھنے والے بچوں کو بھی ان سے پورا پورا فائدہ پہنچے۔ اس اسکول کا اثر بہت جلد سوئٹزرلینڈ سے باہر سارے یورپ میں پھیل گیا اور بعد کو امریکہ تک پہنچا۔ ۱۸۲۳ء میں ایک امریکن سیاح نے اس اسکول کو دیکھ کر کہا تھا کہ کاش میرے ملک میں بھی ہاتھ کے کام اور دوسرے مضمونوں میں وہی لگاؤ پیدا ہو جائے جو اس اسکول میں نظر آتا ہے۔

۱۸۲۵ء اور ۱۸۳۰ء کے درمیانی زمانے میں ملک کی مالی اور سماجی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے امریکہ میں تعلیم کے اُسی اصول پر عمل کیا گیا اور پورے ملک میں اس طرح کے ہاتھ کے اسکولوں کا ایک جال سا پھیل گیا۔ ان اسکولوں میں سب سے اچھی مثال ہیمپٹن اور ٹسکیگی کے اسکولوں نے قائم کی۔ ان اسکولوں نے فلن برگ کے اصولوں پر زیادہ دھیان نہیں دیا۔ وہ اسکول ملک کی مالی حالت کے پیش نظر بنائے گئے تھے۔ ملک میں ایک ایسا غریب طبقہ تھا جس کے بچے اسکولوں اور کالجوں کا خرچ کسی حالت میں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ان مدرسوں میں اپنی مدد آپ کرنے کا اصول سب سے مقدم سمجھا گیا۔ دوسری بات یہ تھی کہ اس طرح کی تعلیم سے تندرستی میں بھی ترقی ہوتی تھی اور دماغ میں بھی۔ اس کے بچے کتابی تعلیم والے اور رٹنے والے بچوں سے اچھے رہتے تھے۔ جوں جوں امریکہ کی مالی حالت سدھرتی گئی اور سماجی زندگی کا معیار اونچا ہوتا گیا، ان اسکولوں میں محنت اور ہاتھ کے کام کا پہلو کم ہوتا گیا۔

اگر ہم اُس زمانے پر نظر ڈالیں جو فلن برگ کے وقت سے اب تک گزرا ہے تو ہمیں بنیادی تعلیم کی اسکیم پر اتنا زیادہ تعجب نہ ہوگا۔ فلن برگ طبقہ وارانہ سماج کے لئے بچوں کو تیار کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہماری نئی تعلیم سچے جمہوری اصولوں پر مبنی ہے۔ اس میں بغیر امیر غریب کے فرق کے اور اونچ نیچ کے امتیاز کے ملک کے تمام بچوں کی جسمانی اور دماغی ترقی و ترتیب کا مقصد رکھا گیا ہے اور ہندوستان کے رہنے والوں سے تعلق رکھنے والے ہاتھ کے کام (کتائی اور کھیتی باڑی) کے ذریعے پوری پوری تعلیم دینے کا انتظام سوچا گیا ہے۔ دراصل دیکھا جائے تو بنیادی تعلیم تمام فرقہ وارانہ اور طبقہ وارانہ مت بھید کو مٹانے والی تعلیمی اسکیم ہے۔

عبدالغفور

تعلیمی نمائش

تعلیمی نمائش ہمارے ملک کے لئے ایک بالکل نئی چیز ہے۔ یورپ اور امریکہ میں لوگ بہت عرصے سے تعلیمی نمائشوں کو انتظام کا ایک بہت اہم حصہ سمجھتے رہے ہیں۔ اس لئے ان ملکوں اور خاص طور سے روس میں ان تعلیمی نمائشوں کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور انھیں منعقد کرنے، سجانے اور ان کو سمجھانے کا ایک خاص ہنر بن گیا ہے۔ اس راستے میں ہمارا ملک ابھی بہت پیچھے ہے۔ آج قومی تعلیم کا جو مقصد ہمارے سامنے ہے، اُسے پورا کرنے کے لئے ہم طریقہ خواہ کوئی بھی اختیار کریں مگر اس میں تعلیمی نمائشوں کو خاص جگہ حاصل ہونی چاہئے۔ ہمیں بھی اپنی ضرورتوں اور اپنے حالات کے مطابق نمائشیں رچانے کے ہنر کو ترقی دینی چاہئے۔

بنیادی تعلیم کو رائج ہوئے ابھی صرف دو سال ہوئے ہیں لیکن اس عرصے میں بنیادی تعلیم کی تین نمائشیں ہو چکی ہیں، ایک پونا میں بنیادی تعلیم کی کانفرنس کے موقع پر، اور دو تری پوری اور رام گڈھ کانگریس کے موقع پر کھادی اور دیہاتی صنعتوں کے ساتھ۔ یہ نمائشیں بہت چھوٹے پیمانے پر اور بہت کم وقت میں تیار کی گئی تھیں اور ان میں بہت سی خامیاں رہ گئی تھیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں تجربے سے معلوم ہوا کہ ان نمائشوں کے ذریعے بنیادی تعلیم کا کام کرنے والوں اور عام لوگوں کو کافی فائدہ پہنچا۔

ہندستانی تعلیمی سنگھ کے پچھلے اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ دلی کے جامعہ نگر میں بنیادی تعلیم کی ایک مستقل اور دائمی نمائش قائم کی جائے اور بنیادی تعلیم کا کام کرنے والی تمام انجمنیں اور تمام مدرسے اس کی سجاوٹ اور تیاری میں حصہ لے کر اسے بنیادی تعلیم کی ایک ایسی تصویر بنا دیں جو دن دونی ترقی کرتی رہے۔

لیکن ہمیں پہلے یہ طے کر لینا چاہیے کہ ہماری تعلیمی نمائشوں کا ڈھانچہ کس طرح کا بنایا جائے۔ صنعتی اور حرفتی نمائش اور تعلیمی نمائش میں بنیادی فرق ہے، اس بات کو سب سے پہلے سمجھ لینا چاہیے۔ صنعتی نمائشوں میں دستکاری کے عمدہ سے عمدہ نمونوں اور مختلف دستکاریوں کے سامان، کچے مال اور اوزاروں وغیرہ کی نمائش ہوتی ہے۔ مگر بنیادی تعلیم میں

حرفہ اور تعلیم دونوں لازم و ملزوم مانے گئے ہیں۔ اس سلسلے بنیادی تعلیم کی نمائش میں یہ دکھانے کی ضرورت ہے کہ ہاتھ کے کام کے ذریعے تعلیمی فائدہ کس حد تک اُٹھایا جا سکتا ہے۔

اس نمائش میں بچوں کے کام کے نمونے تو پیش کئے ہی جائیں گے مگر ان کا مقصد یہ ہوگا کہ ان کے ذریعے ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ تعلیم نے بچوں کے جذبات میں کیا کیا تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ ان میں خود سوچنے کا کہاں تک مادہ پیدا ہوا ہے، بچہ اپنی اُمنگ اور سوجھ بوجھ کو کہانی، نظم کہنے، ڈرائنگ بنانے وغیرہ کے ذریعے ظاہر کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔

بچوں کے کام کے اچھے نمونے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کے طریقوں کی نمائش کی سب سے زیادہ ضرورت ہے یعنی اس سوال کا جواب پیش کیا جائے کہ کس مدرسے میں کس طریقے پر تعلیم دی جاتی ہے؟ کسی حرفے کے ذریعے یا کسی دوسرے دلپسند مشغلے کے ذریعے۔ کتنی سیریں کرائی گئیں؟ کتنے مشاہدے کرائے گئے؟ نصاب کا کس قدر حصہ خاص حرفے کے ذریعے پڑھایا گیا؟ کتنا حصہ دوسرے حرفوں کے ذریعے پورا کیا گیا؟ اور تعلیمی سیروں کے ذریعے کتنا کام ہوا؟ یہ ایک خاکہ ہوگا، ایک ریکارڈ ہوگا جس سے دوسرے کام کرنے والوں کو مدد ملے گی اور وہ اپنے کاموں کو پہلے سے اچھا بنا سکیں گے۔

تعلیم کے طریقے کے سلسلے میں یہ تجویز کہ ہر مدرسہ اپنے کام کے طریقے کو ڈائگرام (نقشے) کی صورت میں پیش کرے تو تھوڑی دیر میں تمام باتوں کا اندازہ ہو سکے گا۔ جہاں بچوں کے کاتے ہوئے سوت، بنے ہوئے کپڑے، گتے کے نمونے اور لکڑی کی چیزیں ہوں، وہاں یہ بات بھی لوگوں کے سامنے ہونی چاہیے کہ ان کاموں کے کرنے میں تعلیمی کام کس طریقے پر کیا گیا۔ کوئی سبق، کوئی حساب کا سوال، کوئی ڈرائنگ، کوئی اقلیدس کا مسئلہ بتانے کی ضرورت کام کرنے کے درمیان میں اس طرح پڑی۔ چند اسباق کو بھی پیش کرنے کی ضرورت ہوگی جس سے اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ سبق اس کام کے بیچ میں بے میل اور بے جوڑ تو نہیں ہوا۔

نمائش میں حرفہ اور تعلیم کے میل کو بہت پھیلا کر اور سمجھا کر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ساتھی کام کرنے والے ابھی اس شبہے میں ہیں کہ یہ میل اچھی طرح ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ وہ زیادہ تر اسی کے متعلق سوالات کرتے رہتے ہیں۔ مضمون پڑھنے اور لکچر سننے سے دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اگر مختلف مدرسے اپنے یہاں کے اچھے اچھے سبق نمائش میں پیش کریں اور انھیں چارٹوں کی صورت میں نمائش کے کمرے میں لگائیں تو ان لوگوں کے شبہے اچھی طرح دور ہو سکیں گے۔ اور تعلیم اور حرفے کا میل ان کی سمجھ میں آجائے گا۔

اسی طرح تعلیم کے جو نتیجے نکلے ہیں، ان کا ریکارڈ بھی نمائش میں پیش کرنا چاہیے۔ جہاں آپ یہ بتاتے ہیں کہ بچوں نے سوت کاتنے میں کتنی ترقی کی، پہلے اتنے نمبر، اتنی مضبوطی اور اتنی صفائی کا سوت کاتتے تھے، اب اتنے نمبر، اتنی مضبوطی اور اتنی صفائی کا سوت کاتتے ہیں، وہاں آپ یہ بھی بتائیں کہ بچے اس طریقے سے تعلیم میں کتنی دلچسپی لیتے ہیں، اپنے مدرسے، اپنے استادوں اور اپنی پڑھائی کا حال دوسروں سے کس طرح بیان کرتے ہیں، چھٹی کے بعد مدرسے میں ٹھہر کر کام کرتے ہیں یا نہیں، گھر پر اپنے اسکول کا کام [illegible] عمل لا کر کرتے ہیں یا نہیں۔ تعلیم کے طریقے کا بچوں کے رکھ رکھاؤ اور برتاؤ پر بھی اثر پڑتا ہے۔

بچوں کے رجحانات، ان کی عادتیں، ان کا آپس میں میل جول اور دوسروں سے ملنے جلنے اور بات چیت کرنے کا ڈھنگ بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

یہ ضرور ہے کہ ان ریکارڈوں، نقشوں وغیرہ سے عام لوگوں کی دلچسپی بہت کم ہوگی لیکن پھر بھی نمائش میں بہت سی چیزیں لوگوں کے دیکھنے کی ہوں گی۔ مثلاً بچوں کے کام کے نمونے، استاد اور بچوں کا تیار کیا ہوا پڑھائی کا سامان (Teaching Aids)، بچوں کے عملی کام کے نمونے، آمدنی اور خرچ اور بچوں کی ترقی کے نقشے وغیرہ۔ اگر ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر چیزیں تیار ہوں اور ان کی اطلاع مدرسوں کو وقت سے پہلے دی جائے تو کورس کے مطابق چیزیں تیار ہو سکیں گی اور بے میل اور بھرتی کی چیزیں نمائش میں نہیں آئیں گی۔ مربوط پڑھائی، [illegible] آپ برداشت کرتا، اچھے اور مخلص استادوں اور بچوں میں نئی زندگی، اس طرح کی بہت سی چیزوں کا مسالہ تیار ہوگا اور نئی اسکیم کی ان چیزوں کو لوگ اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔

لیکن سب سے بڑا مسئلہ ان چیزوں کو نمائش میں ٹھیک جگہ پر رکھنے اور سجانے کا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہر مدرسہ ان باتوں کو سامنے رکھ کر چیزیں تیار کرے مگر ان کو رکھنے میں ایسی غلطی ہو کہ کوئی بات سرے سے سمجھ ہی میں نہ آئے۔ اگر بچہ اور اس کے ہاتھ کے کام پر زیادہ زور دیا جائے تو پھر کوئی دقت نہیں ہوتی۔ بچوں کے کام کے نمونے، خواہ وہ عملی ہوں یا تحریری، بیچ میں رکھے جانے چاہئیں۔ اوپر نیچے اور دائیں بائیں تعلیم کے طریقے اور اس کے نتیجے، سبق اور اس کے پڑھانے کا سامان ہونا چاہیے۔ تیروں کے نشان بنا کر یہ تمام چیزیں صاف صاف سمجھانی چاہئیں۔ جب چیزوں کی جگہ طے ہو جائے گی تو پھر بتانے والوں سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ کونسی چیز بڑی بنائی جائے اور کونسی چھوٹی۔

اس طریقے پر جو نمائش تیار کی جائے گی وہ تعلیمی لحاظ سے مفید ثابت ہوگی۔

سید احمد علی

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر۔ حامد علی خاں — مطبوعہ جید برقی پریس — مدیرہ آشا دیوی

جلد ۲، نمبر ۱۰ | دہلی۔ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء | قیمت سالانہ

بنیادی تعلیم کی دوسری کانفرنس

ایک سال ہوا جب بنیادی تعلیم کے میدان میں تجربہ کرنے والے پونا میں بنیادی تعلیم کی پہلی کانفرنس میں حصہ لینے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ بنیادی تعلیم کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب اس نئی تعلیمی اسکیم کے عملی پہلوؤں اور تجربوں پر مل جل کر سوچ بچار کیا گیا۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ بنیادی تعلیم کے مختلف حلقوں اور اداروں میں جو عملی تجربے ہوئے ہوں، اُن کو اکٹھا کیا جائے اور ان تجربوں کے سلسلے میں جو مشکلیں پیش آئی ہوں، اُن کی چھان بین کرکے اُن کے حل کا کوئی راستہ نکالا جائے۔

یہ مقصد کسی حد تک تو پورا ہوا لیکن بڑی حد تک نامکمل رہا۔ اس کے دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ ہمیں کسی معاملے پر بھی سوچ بچار کرنے کے لئے کافی وقت نہیں ملا اور دوسرا یہ کہ کانفرنس ایسے نازک وقت پر ہوئی تھی کہ اس کی وجہ سے تعلیمی مسئلوں پر غور کرنے کے لیے جس سکون اور اطمینان کی ضرورت ہوا کرتی ہے، وہ ہمیں میسر نہ آسکا۔ پھر بھی بنیادی تعلیم کے تجربے میں جو موٹے موٹے عملی مسئلے ہمارے سامنے آئے، اُن پر کچھ بات چیت بھی ہوئی اور کچھ تجویزیں بھی منظور کی گئیں۔ پہلی کانفرنس کے سلسلے کے بحث مباحثے اور تجویزیں "ایک قدم آگے" نام کی کتاب میں شائع ہو چکے ہیں۔

پونا کی کانفرنس کے بعد تعلیم کے اس نئے تجربے میں ایک سال اور بڑھ گیا ہے اور وہ وقت آیا ہے کہ پچھلے بارہ مہینے کے تجربوں پر ہم پھر مل جل کر سوچ بچار کریں اور اُن کو جانچیں پرکھیں۔ اس نئے تجربے میں ہمارے سامنے کوئی بنا بنایا راستہ نہیں ہے جس پر ہمیں چلنا ہے۔ ہمیں تو ہر قدم پر اگلا قدم اُٹھانے کے لئے اپنے پچھلے تجربوں کی روشنی میں خود راستہ تیار کرنا ہے۔ اس حالت کو دیکھتے ہوئے اس مہم کے شروع میں یہ بات نہایت ضروری ہے کہ بنیادی تعلیم کا کام کرنے والے کبھی کبھی آپس میں ملا کریں اور اپنے تجربوں کی بنیاد پر اپنی مشکلوں کو مل جل کر حل کرنے کی کوشش کریں۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس سال صوبہ یو۔ پی کے محکمۂ تعلیم کی طرف سے بنیادی تعلیم کے اسپیشل آفیسر ڈاکٹر عبادالرحمٰن خاں نے الٰہ آباد کے بیسک ٹریننگ کالج میں بنیادی تعلیم کی دوسری کانفرنس کے کرنے کی دعوت دی ہے۔ یہ اجلاس نومبر کے آخری یا دسمبر کے پہلے ہفتے میں ہوگا۔ بنیادی تعلیم کی کانفرنس کے اجلاس کے لئے یو۔ پی کا صوبہ بہت مناسب جگہ ہے۔ اس صوبے میں بنیادی تعلیم کے تجربے بڑے زور شور سے اور لمبے چوڑے پیمانے پر کئے جا رہے ہیں۔ صوبے کے ۴۹ ضلعوں میں ہر ضلع کے ۹۰ مدرسوں میں اور اس کے علاوہ کچھ خاص خاص میونسپل اسکولوں میں یعنی لگ بھگ ساڑھے پانچ ہزار اسکولوں میں بنیادی تعلیم کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اس تجربے کو کامیاب بنانے کے لئے صوبے بھر کے پرائمری مدرسوں کے اُستادوں کو تیار کیا جا رہا ہے اور اس کام کے لئے الٰہ آباد، لکھنؤ، بنارس، آگرہ، میرٹھ، بریلی اور فیض آباد میں الگ الگ ریفریشر ٹریننگ سنٹر کھولے گئے ہیں۔ ان سنٹروں میں گیارہ گیارہ گریجویٹ اُستاد ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ڈھائی ڈھائی سو ہونے والے اُستادوں کو تعلیم دیتے ہیں اور عملی تجربے کے لئے، انھیں اپنے اپنے اسکولوں میں بھیج دیتے ہیں۔

صوبے کی ان تمام سرگرمیوں کا مرکز الٰہ آباد کا بیسک ٹریننگ کالج ہے۔ یہاں ڈاکٹر عبادالرحمٰن خاں صاحب کی رہنمائی اور نگرانی میں ریفریشر ٹریننگ سنٹروں کے لئے اُستاد تیار کئے جاتے ہیں۔ صوبے کے تمام سب انسپکٹروں اور میونسپلٹیوں کے تعلیمی افسروں کو یہاں بنیادی تعلیم کی ٹریننگ لینے کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ یہاں بنیادی تعلیم کے ہر پہلو پر تجربے کئے جاتے ہیں اور ان کے نتیجے صوبے بھر کے مدرسوں میں پہنچائے جاتے ہیں۔ یہاں بنیادی تعلیم پر کتابیں بھی تیار کی جا رہی ہیں۔ خاص طور پر مصوری، ڈیزائن سازی، چمڑے کا کام، مٹی کا کام، خوش نویسی وغیرہ قسم کی دستکاریوں پر تجربے کئے جا رہے ہیں۔ اور اس طرح ہم بیسک ٹریننگ کالج کو سارے صوبے کا معمل (Laboratory) کہہ سکتے ہیں۔

غرض ہماری بنیادی تعلیم کی دوسری کانفرنس کا اجلاس بنیادی تعلیم کے عملی ماحول میں ہوگا اور اُمید کی جاتی ہے کہ اس کانفرنس کے طفیل میں ہم کچھ ٹھوس کام کر سکیں گے۔ اس سال کی کانفرنس کے پروگرام کو اس طرح بنایا جائے گا کہ بنیادی تعلیم کے ہر پہلو پر اور ہر عملی مسئلے پر

پوری پوری بحث کی جا سکے۔ اس طرح کے سوچ بچار کے لئے اول تو وقت کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری ضرورت ہوتی ہے عملی کام کے کچھ نمونوں کی جن کے ذریعے اپنی بحث اور سوچ بچار کو جانچا بھی جا سکے۔ الٰہ آباد میں بیسک ٹریننگ کالج بھی ہے اور پرائمری استادوں کا ریفریشر ٹریننگ سنٹر بھی۔ شہر کے کچھ میونسپل اسکولوں اور آس پاس کے دیہاتی مدرسوں میں بنیادی تعلیم کا تجربہ بھی کیا جا رہا ہے اور اس طرح یہ ضرورت بھی یہاں اچھی طرح پوری ہو سکے گی کہ کانفرنس کو عملی کام کے نمونے بھی مل سکیں گے۔

تمام مسئلوں اور ان کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے لئے اس مرتبہ کانفرنس کا پروگرام ایک ہفتے کا بنایا گیا ہے۔ جو نمائندے اتنا وقت نہیں دے سکتے یا جن لوگوں کو بنیادی تعلیم سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے' ان کے لئے پہلے تین دن تک کے پروگرام کے ساتھ ایک خاص اجلاس ہوگا۔ اس اجلاس میں استادوں کی تیاری' مربوط تعلیم' اسکول کی عمارتیں' تعلیم کا سامان اور انتظام اور نگرانی وغیرہ انتظامی مسئلوں پر بحث ہوگی اور ہر صوبے میں بنیادی تعلیم کو جتنی کچھ ترقی ہوئی ہے' اس کی رپورٹ بھی پیش کی جائے گی۔ اسی پروگرام پر زیادہ تفصیل اور باریکی کے ساتھ غور کرنے کے لئے خاص نمائندوں کے اجلاس ہوں گے اور ان نمائندوں کو تین چار دن اور دینے ہوں گے۔ یہی نمائندے بنیادی تعلیم کے نصاب اور اس کے عملی تجربے' دستکاری کی تعلیم، بنیادی تعلیم کے لئے ادب کی تیاری وغیرہ مسئلوں پر بھی بات چیت کریں گے۔

پچھلے سال کی طرح اس سال بھی کانفرنس کے موقع پر بنیادی تعلیم کی ایک نمائش کی تجویز ہے۔ امید ہے کہ نمائش کو کامیاب بنانے کے لئے بنیادی تعلیم کا کام کرنے والے تمام ادارے ہاتھ بٹائیں گے تاکہ اس تجربے کے عملی مطالعے اور سوچ بچار کے ساتھ ساتھ اس کی ایک تصویر بھی آنکھوں کے سامنے رہے۔ "تعلیمی نمائش" کے سلسلے میں اسی عنوان سے ستمبر کے پرچے میں ایک مضمون چھپ چکا ہے۔

پچھلی کانفرنس میں وقت کی کمی کی وجہ سے ہم اس نمائش کا بھی پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ اس لئے اس سال کی کانفرنس میں یہ کوشش بھی کی جائے گی کہ کانفرنس کے پروگرام میں اس نمائش کے بارے میں سوچنے کے لئے بھی وقت نکل سکے۔

کانفرنس کی تاریخوں کا فیصلہ ہو جانے کے بعد بنیادی تعلیم کے اداروں' کارکنوں اور اس سے دلچسپی رکھنے والوں کی خدمت میں صوبہ یو۔پی کے محکمۂ تعلیم کی طرف سے باقاعدہ دعوت نامے بھیج دیے جائیں گے لیکن "نئی تعلیم" کے ذریعے بھی ان حضرات سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس کانفرنس میں ضرور حصہ لیں اور اس کے پروگرام میں حصہ لینے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ کانفرنس کے سلسلے میں اگر تجویز یا مشورہ دیا جائے گا تو وہ بڑی خوشی اور شکریے کے ساتھ منظور کیا جائے گا۔

آشا دیوی

بہار میں بنیادی تعلیم کی ترقی

[ستمبر ۱۹۴۰ء میں بہار کے بیسک ایجوکیشن بورڈ کا اجلاس ہوا تھا۔ اس اجلاس میں بورڈ کے سکریٹری اور بنیادی تعلیم کے اسپیشل افسر نے بنیادی تعلیم کی ترقی کی ۳۱ مارچ سنہ ۴۰ء تک کی رپورٹ پیش کی ہے۔ اس رپورٹ کی کچھ کام کی اور دلچسپ باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔ مدیرہ]

بہار میں بنیادی تعلیم کا تجربہ ستمبر ۱۹۳۹ء سے شروع کیا گیا جب کہ پٹنہ ٹریننگ اسکول میں استادوں کے لئے چھ مہینے کا ایک ٹریننگ کورس کھولا گیا اور ۶۰ استادوں کو تعلیم دی گئی تھی۔ اپریل ۱۹۳۹ء میں ضلع چمپارن کے برندابن کے گنجان علاقے میں ان استادوں کو لگا کر ۲۵ بنیادی اسکول کھولے گئے اور اس تجربے میں ایک قدم اور آگے بڑھایا گیا۔

اپریل ۱۹۴۰ء میں اس تجربے کا ایک سال پورا ہو گیا تھا اور اس موقع پر ان اسکولوں کا معائنہ (Inspection) کرایا گیا۔ معائنے کے بورڈ میں صوبے کی پرائمری تعلیم کے اسپیشل افسر' جناب نبھوناتھ کرجی' ہندستانی تعلیمی سنگھ کے سکریٹری اور ایک ممبر جناب آچاریہ بدری ناتھ ورما اور بہار چرخہ سنگھ کے سکریٹری جناب لکشمی نارائن شامل تھے۔ معائنے کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سال بھر میں بنیادی تعلیم کے تجربے میں کتنی ترقی ہوئی ہے اور اس میں کون کون سی مشکلیں پیش آئی ہیں۔

معائنے کی رپورٹ

معائنے کے لئے چند مدرسے چھانٹ لئے گئے تھے اور ان کے کام کی قسم کے لحاظ سے ان کے تین درجے قائم کئے گئے تھے ــ سب سے اچھے مدرسے' اوسط درجے کے مدرسے اور بہت معمولی مدرسے۔ ہر درجے کے کچھ خاص خاص مدرسوں کا معائنہ کیا گیا اور ان کے کام کی نہایت تفصیل اور باریکی کے ساتھ جانچ کی گئی۔

انسپکٹروں نے بچوں کا داخلہ' حاضری اور دستکاری کے کام' استادوں کی ڈائریاں اور نوٹ بکیں' نگرانوں کی رپورٹیں' بچوں کی نوٹ بکیں' بچوں کی تحریر اور ان کے ڈرائنگ کے نمونے وغیرہ چیزوں کی جانچ کی۔ انھوں نے مدرسے کی صفائی اور بچوں کی تربیت کو بھی نظر میں رکھا اور یہ بھی دیکھا کہ تعلیمی سامان ٹھیک طرح رکھے ہوئے ہیں اور آیا ان کا استعمال مناسب ہوتا ہے یا نہیں۔ جو ریکارڈ رکھے گئے تھے انھیں پرکھنے کے لئے بچوں سے روئی دھنوائی اور کتوائی گئی اور یہ بات سامنے رکھی گئی کہ کام کے سلسلے میں بچوں کی غلطیوں کو سدھارنے کے لئے استاد کتنی ہوشیاری سے کام لیتے ہیں۔ بچوں سے سوال کر کے یہ چیز دیکھی گئی کہ وہ اپنے کام کے سلسلے میں اپنے خیال کو صاف اور پورے طور پر زبانی یا لکھ کر ظاہر کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ بھی معلوم کیا گیا کہ بچوں کو گاؤں سے واقفیت اور لگاؤ ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی دیکھی گئی کہ بچوں کی اپنی زندگی یعنی ان کے اٹھنے بیٹھنے'

رہنے سہنے اور مدرسے آنے جانے میں رواداری اور نظم (Discipline) کہاں تک ہے۔

اس جائزے کے بعد انسپکٹروں نے ان مدرسوں کے کام کے بارے میں جو رائے ظاہر کی یا جو تجویزیں اور مشورے دیئے ان کا بھی مختصر سا حال لکھ دینا مفید ہوگا۔

اُستاد ۔ اُستادوں نے بڑے حوصلے اور جوش کے ساتھ کام کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ نصاب تعلیم پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ پھر بھی انھیں جیسی کامیابی ہونی چاہئے تھی نہیں ہوئی۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ تجربہ بالکل نیا تھا اور اس کے متعلق کسی اُستاد کو پوری پوری واقفیت نہیں تھی اس سبب سے یہ اُستاد اسکیم کو اچھی طرح سے سمجھ نہیں سکے اور نہ اس کی تہ تک پہنچ سکے۔ یہی حال اُن کے دستکاری کے علم کا بھی ہے۔ وہ اس میں کافی مہارت نہیں حاصل کر سکے تھے اور نہ یہ کافی طور سے جانتے تھے کہ اس کے ذریعے بچے کی تعلیم کیسے ہوتی ہے۔ لہذا اب ضرورت یہ ہے کہ ان اُستادوں کو دستکاری کی پوری ٹریننگ دی جائے۔

نگرانی و مشورہ ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدرسے کو دستکاری کے کام کے لحاظ سے عمدہ اور مفید بنانے کے لئے نگرانوں کی طرف سے اتنی مدد نہیں مل سکی جتنی ملنی چاہئے تھی۔ اس کی وجہ کام کے جوش میں کمی نہیں ہے بلکہ اس نئی قسم کی نگرانی میں نگرانوں کی ناتجربہ کاری ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان نگرانوں کو دستکاری کی تعلیم بھی کم ملی ہے اور اتنے کم علم پر اپنے ماتحت اُستادوں کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ چاہئے یہ کہ نگرانوں کا دستکاری کا علم اُستادوں کے علم سے زیادہ ہو ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ اُن کی نگرانی بے اثر ہوگی اور کوئی اُن کی بات بھی نہیں سنے گا۔ اسی طرح ربط کے طریقے میں بھی نگرانوں کی واقفیت اور تجربہ اُستادوں کی بہ نسبت اعلیٰ ہونا چاہئے۔ نگراں کی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ بنیادی تعلیم کی تمام باتوں سے بخوبی واقف ہو اور اُسے عمل میں لانے کا سچا جذبہ اُس کے دل میں ہو۔ اس کے اندر اتنی قابلیت ہونی چاہئے کہ وہ اُستادوں کے طریقوں میں غلطیاں بھانپ سکے اور ان کی اصلاح کر سکے۔ لیکن اس کی یہ بات برائی نکالنے کے خیال سے نہیں ہونی چاہئے بلکہ اس جذبے کے ساتھ ہونی چاہئے کہ اُستاد اُسے اپنا مصلح سمجھیں، اُس کے اوپر بھروسہ کریں اور اس کے ساتھ مل جل کر کام کر سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ اگر نگرانوں میں یہ صلاحیت بھی ہو کہ وہ نئے نئے تجربے بھی اپنی سمجھ اور سوجھ بوجھ سے کرا سکے تو بنیادی تعلیم کے ابتدائی زمانے میں یہ چیز بہت مفید ثابت ہوگی۔

دستکاری اور ربط کے طریقے دونوں میں رفتہ رفتہ ترقی ہونے کے لئے بنیادی اور ٹریننگ اسکولوں کے اُستادوں میں برابر میل جول کا سلسلہ قائم رہنا چاہئے۔ اگر ٹریننگ اسکولوں کے ماہر اُستاد بنیادی اسکولوں کی جانچ کے لئے بھیجے جایا کریں اور وہ وہاں جا کر اُستادوں کی آئے دن کی مشکلوں کا خود اندازہ کیا کریں تو بنیادی تعلیم کے اس تجربے کو آگے بڑھانے میں بہت مدد مل سکتی ہے اس لئے کہ وہ سوال جو کبھی کبھی اُٹھتے رہتے ہیں، آسانی سے حل ہو جایا کریں گے۔ چاہئے یہ کہ ان سوالوں پر ٹریننگ اسکولوں میں غور کیا جایا کرے اور سوچ بچار سے جو نتیجے نکلیں وہ بنیادی اسکولوں کے اُستادوں کو بتا دیئے جائیں۔ اس صورت سے دونوں ایک دوسرے کے کاموں اور تجربوں سے فائدہ اُٹھائیں گے اور آپس میں اچھے اور گہرے دوستی کے تعلقات قائم ہو جائیں گے۔

طالب علم ۔ آئے دن کی بڑھتی ہوئی حاضری اس بات کا ثبوت ہے کہ بچوں کے اندر دلچسپی پیدا ہو رہی ہے اور وہ کام میں زیادہ خوشی اور مسرت محسوس کرنے لگے ہیں۔ بچوں کے خوش خوش اور دمکتے ہوئے چہروں سے اس اسکیم کی اچھائی اور خوبی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بچے صاف ستھرا رہنا سیکھ گئے ہیں، ان میں سے جھجک اور ہچکچاہٹ نکل گئی ہے اور ان میں اپنے دل کی بات کو صفائی اور صحت کے ساتھ ظاہر کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ سمجھ لینے سے کہ وہ بازار میں بکنے کے قابل چیزیں تیار کر سکتے ہیں، ان میں اپنی طاقت پر بھروسہ کرنے کا ایک نیا حوصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ ان بچوں کی عام معلومات بھی دوسرے مدرسوں کے بچوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ پھر بھی بہت سے بچے دستکاری میں ابھی اُس سطح پر نہیں پہنچ سکے ہیں جس سطح پر اُن کو نصاب تعلیم لے جانا چاہتا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُستاد خود ہی دستکاری میں کافی واقفیت و مہارت نہیں رکھتے، پھر بچوں کی حاضری میں نظم اور باقاعدگی نہیں ہے۔ دستکاری کی تعلیم پر وقت بھی دو گھنٹے سے کم دیا ہے اگر نصاب کے مقرر کئے ہوئے وقت کے مطابق دستکاری پر روزانہ ۳ گھنٹے ۲۰ منٹ لگائے جائیں تو بچے ضرور اتنی مہارت حاصل کر سکیں گے جتنی کہ نصاب اُن سے اُمید رکھتا ہے۔ اس لئے کہ چند بچے ایسے بھی تھے جن کی رفتار ۸۰ سے ۹۰ تک تھی۔

سماج ۔ اس اسکیم سے سماج کو بھی کسی نہ کسی حد تک فائدہ پہنچا ہے۔ اپنے ارد گرد کی زندگی اور اپنے کاموں کی دیکھ بھال اور سماج کی سیوا وہ پہلو ہیں جنھیں اس اسکیم میں بہت اہمیت حاصل ہے اور انھیں تعلیم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پہلو پر عمل تو ضرور ہو رہا ہے لیکن جتنا چاہئے اتنا نہیں۔ لیکن جو کچھ بھی ہوا ہے اُس کا اتنا اثر تو ضرور ہوا ہے کہ لوگ کم سے کم اپنے بدن اور اپنے رہنے کی جگہ کی صفائی کی ضرورت محسوس کرنے لگے ہیں۔ اس پہلو پر زیادہ سے زیادہ دھیان دیا جانا چاہئے اور اسکول اور سماج کے درمیان زیادہ سے زیادہ میل اور لگاؤ قائم ہونا چاہئے اس سلسلے میں یہ بات ضروری ہے کہ اسکولوں میں گاؤں والوں کے فائدے کی ایسی باتیں موجود ہونی چاہئیں جن کی طرف وہ خود کھنچ کھنچ کر آنے لگیں۔ ایسی ہی ایک چیز طبی امداد ہے۔ اسی سلسلے میں "پہلی امداد" (First Aid) کا انتظام بھی بہت کم خرچ سے کیا جا سکتا ہے۔ حوصلہ مند اُستاد تو خود بخود ایسی چیزیں سوچ کر نکال سکتا ہے جن سے بچوں کا اور سماج کا فائدہ ہو۔

اسکیم کا مالی پہلو ۔ بنیادی تعلیم کی اسکیم کی ایک خاص خوبی اُس کا مالی پہلو ہے۔ اس تجربے کو اس لحاظ سے بھی جانچنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یادداشتوں کی جانچ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچے کی اوسط سالانہ آمدنی ۱۳ آنے ۶ پائی ہوئی (کتائی سے ۱۲ آنے ۶ پائی اور کھیتی باڑی وغیرہ ضمنی دستکاری کی آمدنی ایک آنہ)۔

نصاب تعلیم کے مطابق پہلے درجے میں ایک بچے کی آمدنی ۴؍ ہونی چاہئے۔ اس لحاظ سے ۱۳ آنے ۶ پائی کی آمدنی بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ نتیجہ اتنا خراب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اول تو بچوں کی حاضری میں باقاعدگی نہیں رہی، نصاب کے ۲۱۶ دنوں میں سے کل

۱۳۹ دن کا اوسط حاضری رہا۔ دوسری ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نصاب کے مقررہ ۳ گھنٹے ۲۰ منٹ کے بجائے روزانہ ۲ گھنٹے سے بھی کم کام ہوتا رہا ہے۔ اگر ان سب باتوں کو نظر میں رکھ کر حساب لگایا جائے تو ہر بچے کی سالانہ آمدنی ۱۲ آتی ہے جو نصاب کی مقررہ آمدنی کا ۸۳٫۳ فی صدی ہے۔ اگر یہ خیال بھی حساب لگاتے وقت رکھا جائے کہ اگر بچوں کی حاضری باقاعدہ ہوتی اور کام لگاتار ہوتا رہتا تو کام ستھرا اور مشق کی وجہ سے زیادہ ہوتا تو آمدنی کا اوسط سالانہ ۱۲ سے بھی زیادہ آتا ہے۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نصاب میں جو آمدنی مقرر کی گئی ہے اسے حاصل کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ مالتیا ٹکھیا اسکول کے عملی نتیجوں سے اس بات کا پورا ثبوت بھی مل گیا ہے۔ اس اسکول میں کام کے کل ۲۴۰ دنوں میں سے اوسط حاضری کل ۱۳۹ دنوں کی رہی ہے اور دستکاری کے لئے روزانہ ۲ گھنٹے ۱۵ منٹ دیئے گئے تھے۔ کام کی اس رفتار کے نتیجے کے طور پر ہر بچے کی سالانہ آمدنی کتائی میں ایک روپیہ ۱۰ آنہ آئی ہے۔ اگر اسی حساب سے نصاب کے مطابق ۲۴۰ دن کا ۳ گھنٹے ۲۰ منٹ روزانہ کے کام کا حساب لگایا جائے تو کتائی میں ہر بچے کی سالانہ آمدنی ۱۲ آجاتی ہے اور نصاب کا مقرر کیا ہوا معیار حاصل ہو جاتا ہے۔

نتیجہ۔ اُستادوں، نگرانوں اور انتظام کرنے والوں کے کاموں کی باریکی سے جانچ کرنے اور بچوں کی قابلیت کی یادداشتیں دیکھنے کے بعد انسپکٹروں کی رائے کا نچوڑ یہ رہا ہے کہ تجربہ کافی کامیاب ہوا ہے اور اس کے نتیجے بہت بڑھاوے والے نکلے ہیں۔ سرسری نظر سے دیکھنے والوں کو بھی یہ بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ بنیادی اسکولوں میں پڑھنے والے طالب علموں میں شہری زندگی کی کافی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے اور اپنے کاموں کو اچھے طریقے سے انجام دینے کا احساس بھی اُن میں آجاتا ہے۔ بہت سے مدرسوں میں زبان، حساب، سماج کا علم، عام سائنس اور ڈرائنگ کا پہلے درجے تک کا نصاب دستکاری سے مربوط کر کے پورا کر لیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ مشق سے اور پوری رہنمائی ملنے کے بعد اُستاد دوسرے درجوں میں بھی نصاب کے مضمونوں کو دستکاری سے مربوط کرنے کے طریقے کو سیکھ جائیں گے۔

انتظام اور خرچ

بنیادی تعلیم کا انتظام بہار گورنمنٹ کے مقرر کئے ہوئے ایجوکیشن بورڈ کے ماتحت رہا۔ اس بورڈ کے ممبر اس سال بھی وہی رہے جو پچھلے سال تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ڈاکٹر سید محمود وزیر تعلیم کے استعفیٰ دے دینے کی وجہ سے دسمبر ۱۹۳۹ء سے گورنر صاحب کے صلاح کار مسٹر گزنن اس بورڈ کے صدر بنائے گئے۔

بنیادی تعلیم پر حکومت بہار نے ۱۹۳۹ء میں ۶۶۰۰۰ روپے کے لگ بھگ خرچ کیا۔ اس رقم میں ایجوکیشن بورڈ کے خرچ، اُستادوں کی ٹریننگ، مدرسوں کی عمارتیں اور ان کا سارا انتظام اور اسکول کے پورے خرچ سب مدیں شامل ہیں۔

ہندستان کے جن صوبوں میں بنیادی تعلیم کی اسکیم کے تجربے شروع کئے گئے ہیں اُن سب میں اس بات کا فخر صرف بہار کے صوبے کو حاصل ہے کہ یہاں یہ تجربہ ہوبہو ذاکر حسین کمیٹی کے بتائے ہوئے ڈھنگوں پر چلایا جا رہا ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ اگر یہ تجربہ ہمیشہ اسی طرح اور ٹھیک ڈھنگ پر چلتا رہا تو بہار کے تجربوں کے نتیجے بنیادی تعلیم کے کام میں کافی بڑی حد تک مددگار ثابت ہوں گے۔

بنیادی نصاب تعلیم پر عمل کرنے کے متعلق

چند مفید مشورے

[جولائی ۱۹۴۰ء سے پٹنہ ٹریننگ اسکول میں ہونے والے اُستادوں کی ٹریننگ کا جو نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے، اُس کے تجربے اور اگست کے دوسرے ہفتے میں (ضلع چمپارن کے) برندابن علاقے کے چند بنیادی اسکولوں کا میں نے معائنہ کیا تھا۔ اس معائنے پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ بنیادی اسکولوں کے انتظام کرنے والوں، نگرانوں اور اُستادوں کو اپنے روزانہ کے کاموں میں نیچے لکھی ہوئی باتوں کا دھیان رکھنا چاہئے۔ یہ باتیں بنیادی تعلیم کے بنیادی اصول سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کا عملی تجربہ ابھی تک تجربوں کے مطابق لازمی سا معلوم ہوتا ہے۔ بنیادی تعلیم کا کام کرنے والے لوگ اگر ان باتوں کے بارے میں اپنی رائیں یا تجویزیں بھیجیں گے تو شکریے کے ساتھ انھیں قبول کیا جائے گا اور اُن پر غور کیا جائے گا۔

رام شرن اُپادھیا (رائے صاحب)، سکریٹری، بہار ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ]

(۱) بنیادی تعلیم میں دستکاری خود کوئی آخری مقصد نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذریعہ ہے مقصد کو حاصل کرنے کا۔ دستکاری میں کمال حاصل کرنا تو ضروری ہے ہی، مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ دستکاری میں وہ تمام عمل جن کا وہ مجموعہ ہے، ان کی علمی اور فنی واقفیت بھی لازمی ہے۔ دستکاری کے ذریعے بچے کی دماغی ترقی اور اُبھار اور اُن کے اندر کام کرنے کے دوران میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کرنا اصل مقصد ہے۔ اُستاد کی ہوشیاری کا یہیں امتحان ہوتا ہے کہ دستکاری کے کام میں بچے جن چیزوں کی ضرورت محسوس کریں وہ اُن کا تعلیم سے لگاؤ اور ربط پیدا کر سکے یعنی کام کے دوران میں بچے جن باتوں کو جاننے کی ضرورت محسوس کریں اُستاد انھی کو پورا کرنے کے لئے نئے نئے سبق دے۔ اُستاد کی ہوشیاری یہ ہے کہ دستکاری کے پردے میں جتنے تعلیمی پہلو چھپے ہوئے ہیں، اُن کی جیتی جاگتی تصویر بچے کے ذہن میں اُتار سکے۔ اس بات کا پتہ کہ اُستاد دستکاری کے تعلیمی پہلوؤں کو جانتا ہے یا نہیں اور وہ انھیں بچے کی تعلیم میں برتنے میں کامیاب ہے یا نہیں اس کے سبق کے نوٹوں سے چل سکتا ہے۔ ان نوٹوں میں اُستاد کو کافی توجہ کے ساتھ دن بھر کے تمام تعلیمی کاموں کی تفصیل لکھنی چاہئے۔ ان نوٹوں سے اس بات کا بھی پتہ چلنا چاہئے کہ ایک درجے سے دوسرے

سمجھیں جانے والے یا ایک ہی درجے میں دستکاری کا آگے کا کام کرنے والے بچوں کی ذہنی ترقی جوں جوں زیادہ ہوتی ہے اُسی حساب سے دستکاری کے مختلف پہلوؤں کو سمجھانا اور ان سے دوسرے مضمونوں کا ربط پیدا کرنا بھی زیادہ ممکن ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اُستاد کے نوٹوں میں یہ بات پیدا ہوگئی تو آگے کے سبق تیار کرنے اور آگے کی تعلیم کے نصاب کی تیاری میں مدد ملے گی اور آسانی پیدا ہوگی۔

(۲) بچے دن بھر جو کام کرتے ہیں اور ان سے لگاؤ رکھنے والے مضمون پڑھتے ہیں، اُن کا اثر ان کے ذہن پر اس طرح سے پڑنا چاہئے کہ وہ خود محسوس کرنے لگیں کہ ہر کام سے کچھ نہ کچھ علم بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح بچوں میں سوچ بچار کا مادہ پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ کام کرتے ہوئے علم حاصل کرتے جانے کی عادت پیدا ہونی چاہئے۔

(۳) اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے کہ مضمونوں میں جو ربط پیدا کیا جائے وہ مصنوعی یا زبردستی کا ربط نہ ہو۔ دستکاری کے سلسلے کے چند الفاظ کو نقشوں اور جملوں میں یا حساب میں منتقل کر دینا ہی اصل ربط نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دستکاری کے پہلوؤں کو اس طرح پیش کرنا چاہئے اور ایسا ڈول ڈالنا چاہئے کہ بچے اُن کو برتتے ہوئے کچھ نہ کچھ حساب کرنے کی اور اپنے خیال کے ظاہر کرنے کے لئے بولنے یا لکھنے کی، عام سائنس کی یا سماج کے علم کی ضرورت محسوس کرتے رہیں اور استاد ان ضرورتوں کو پورا کرنے میں ان کی مدد کرتا رہے۔

(۴) اوپر لکھی ہوئی باتوں کے لئے ضروری ہے کہ اُستاد ہر بات کی تفصیل پر پوری نظر رکھے، اپنے پاس وہ ایک ڈائری رکھے اور اس میں ہر روز یہ لکھتا رہے کہ درجے میں کیا کیا کام ہوا اور ہر بچہ کام کا کتنا حصہ پورا کرتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہونی چاہئے کہ اُستاد اپنے اوپر بھروسہ رکھنے والا، مطمئن اور ترقی پسند ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک مرتبہ کی کامیابی سے مطمئن ہو جائے اور آئندہ کی ترقی کی طرف سے بے پروا۔

(۵) اوپر لکھی ہوئی باتوں کی بنیاد پر مربوط تعلیم کے طریقے کو برتنے کے اصول اور گُر لکھے جاتے ہیں۔

(ل) ایک وقت میں دستکاری کا صرف اتنا ہی کام ہونا چاہئے (۱۰ یا ۱۵ منٹ یا نصف گھنٹہ) جتنی دیر بچے پوری توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اس میں مصروف رہ سکیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُستاد کو یہ چاہئے کہ وہ کام شروع اور ختم ہونے کا وقت نیز کام کی مقدار نوٹ کر لے۔

(ب) کام کے دوران میں جو سوال کرنے ہوں، وہ پہلے ہی سے سوچے بچارے ہونے چاہئیں اور انھیں بچے کے سامنے اس طرح رکھنا چاہئے کہ ان سے بچے کی ترقی اور اُبھار کے سب پہلو پورے ہو سکیں اور خود بچہ حساب لگانے، ناپ تول کرنے، اُس کام سے تعلق رکھنے والے مضمون، مثلاً تاریخ جغرافیہ کی باتیں جاننے اور اپنے خیالات کو بول کر یا لکھ کر ظاہر کرنے کی ضرورت محسوس کرتا رہے۔

(ج) ہر کام کے بعد اس کے متعلق آپس میں بات چیت ہونی چاہئے اور بات چیت ختم ہونے کے بعد بچوں کو موقع دینا چاہئے کہ انھوں نے اُس کام کے پہلوؤں کے سلسلے میں یا ان مضمونوں کے سلسلے میں (زبان، حساب، سائنس، تاریخ، جغرافیہ، علم صحت، شہری زندگی) جو کچھ انھوں نے سیکھا ہے، ان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

(د) زبانی گفتگو کے بعد بچوں کو موقع دیا جانا چاہئے کہ وہ اپنے خیالات کو ظاہر کریں۔ مگر لکھنے کا کام اُسی نسبت سے دیا جائے جتنی ان کی مشق ہو چکی ہو۔ لیکن اظہار خیال کے یہ دو پہلو کہ "کیا کام کیا" اور "اس کام سے کیا سیکھا" ضرور (تحریر میں) برتو انے چاہئیں جب بچوں کو یہ مشق ہو جائے گی کہ وہ اپنے خیالات کو لکھ کر ظاہر کر سکیں تو وہ روز کی سیکھی ہوئی نئی باتوں کو (زبان، تاریخ، جغرافیہ، سائنس) الگ الگ مضامین میں تقسیم کر کے جمع کر سکیں گے۔

خیال ظاہر کرنے کا ایک قدرتی اور قیمتی ذریعہ مصوری یا ڈرائنگ کا ہے۔ اس لئے مصوری کو ہمیشہ اہم اور خاص جگہ دینی چاہئے بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ ڈرائنگ کا کام لکھائی اور پڑھائی سے پہلے ہی شروع کر دیا جائے۔ لکھائی پڑھائی ختم ہو جانے پر بھی اسکول کی زندگی میں اس کی مشق جاری رہنی چاہئے۔

(ہ) اُستادوں کو بھی چاہئے کہ وہ ان کاموں کی یادداشتیں جو اوپر لکھی ہوئی تفصیل کے مطابق ہوں، اپنے پاس رکھتا جائے اور مدرسہ اور اُس کے ماحول سے تعلق رکھنے والی سبق کی چیزیں بچوں کے لئے فراہم کریں۔ بچوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ان چیزوں کی نقلیں اپنی اپنی کاپیوں پر لیا کریں۔ یہ کاپیاں ان کے لئے درسی کتابوں کا کام دیں گی۔ چوں کہ ان کاپیوں اور یادداشتوں کی تیاری میں خود بچے بھی حصہ لیں گے۔ لہٰذا یہ ان کے قابل فخر کارنامے ہوں گے۔ ہر بچے کو نیچے لکھی ہوئی تفصیل کے مطابق کاپیاں رکھنی چاہئیں۔

(۱) عام کاپی۔ اس میں بچے ہر کام کے شروع کرنے اور اُسے ختم کرنے کا وقت، کام کی مقدار، اوزاروں کے نام اور اُن کی تشریح اور کام کے دوران میں سیکھے ہوئے لفظ لکھتے جائیں۔

(۲) دستکاری کی کاپی۔ بچے اسے ہر روز بھریں گے اور ہر مہینے، ہر ششماہی اور ہر سال کے بعد آخر میں دستکاری کا گوشوارہ بنا کر لکھا کریں گے۔

(۳) روزنامچہ کی کاپی۔ اس میں بچے رنگین پنسلوں یا رنگوں سے اپنے خیالات ظاہر کریں گے۔ یہ کام لکھائی پڑھائی سکھانے سے پہلے ہی شروع ہو جانا چاہئے۔

(۴) درسی کتاب۔ یہ کتاب بچوں کی زندگی اور کاموں کی بنیاد پر بچے اور اُستاد مل کر تیار کریں گے۔

[نوٹ۔ "نئی تعلیم" کے ستمبر کے نمبر میں "کتائی کی یادداشتیں" کے عنوان سے جو مضمون چھپا تھا، وہ اس سلسلے میں غور کرنے کے قابل ہے۔

بمبئی کے صوبے میں بنیادی تعلیم

جون ۱۹۴۸ء سے صوبہ بمبئی میں بنیادی تعلیم کے تجربے کا دوسرا سال شروع ہوتا ہے۔ فروری ۱۹۴۸ء میں لونی (مہاراشٹر)، احمد آباد (گجرات) اور دھارواڑ (کرناٹک) میں بنیادی تعلیم کے استادوں کی تیاری کے لئے تین ٹریننگ اسکول کھولے گئے اور جون ۱۹۴۸ء سے مہاراشٹر، گجرات اور کرناٹک کے چار چھوٹے چھوٹے کنجان حلقوں میں ۵۸ اسکولوں کے پہلے اور دوسرے درجوں اور مکتب میں اور ان کے علاوہ ۲۸ دوسرے مختلف اسکولوں میں بنیادی تعلیم کا تجربہ شروع کیا گیا۔ ساتھ ہی ان تینوں ٹریننگ اسکولوں میں استادوں کی دوسری ٹولی کو ٹریننگ دینے کا کام جاری ہوا اور اردو کے استادوں کی ٹریننگ کے لئے جلگاؤں میں ایک اردو ٹریننگ اسکول بھی کھولا گیا۔ اس سال چونکہ اردو کے بنیادی اسکول کافی تعداد میں نہیں کھولے جا سکے تھے، اس لئے ٹریننگ پانے ہوئے کچھ استاد بیکار رہے ہیں اور اسی لئے تھوڑے دنوں کے لئے جلگاؤں کا ٹریننگ اسکول بند کر دیا گیا ہے۔ اس اسکول کو دوبارہ چلانے کے لئے بمبئی سرکار غور کر رہی ہے۔

لونی، دھارواڑ اور کتارگام کے تین ٹریننگ اسکولوں میں مراٹھی، کناڈی اور گجراتی استادوں کی ایک تیسری ٹولی تیار کی جا رہی ہے۔ ان میں سے ۴۴ تو میٹرک پاس ہیں اور بقیہ ایک سال کی ٹریننگ پائے ہوئے استاد ہیں۔ یہ سب استاد بنیادی تعلیم کے نصاب کے پہلے چار درجوں کو پڑھانے کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں۔

کنجان حلقوں میں اس سال اسکولوں کی تعداد نیچے دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہے۔

گجرات	۱۵
مہاراشٹر (کنکنڈارا ۱۱، پرولا ۱۱، یاول ۳)	۲۵
کرناٹک	۱۸
کل	۵۸

یاول میں تین نئے اردو بنیادی اسکول اسی سال کھولے گئے ہیں۔ باقی ۵۵ اسکولوں کے پہلے اور دوسرے درجے میں اور مکتب میں پہلے ہی سے بنیادی تعلیم کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اس سال سے تیسرے درجے میں بھی بنیادی تعلیم کا تجربہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اوپر کے درجوں میں ابھی تک پرانے ہی طریقۂ تعلیم کے مطابق تعلیم ہو رہی ہے۔

اس کے علاوہ صوبے کے دوسرے ضلعوں میں بھی ۲۸ اسکولوں میں بنیادی تعلیم دی جا رہی ہے۔

ان اسکولوں میں بنیادی تعلیم کی ایڈوائزری بورڈ (مجلس مشاورت) کے تیار کئے ہوئے اور بمبئی سرکار کے منظور رکئے ہوئے نصاب تعلیم کے مطابق کام ہو رہا ہے۔ بیسک ایڈوائزری بورڈ کی طرف سے بنیادی تعلیم کے ادب کی تیاری کا بھی کچھ کام ہاتھ میں لیا گیا ہے لیکن ابھی تک کوئی کتاب وغیرہ تیار نہیں ہو پائی ہے۔ ابھی تک یہ انتظام ہے کہ بنیادی اسکولوں کے استاد بیسک سپروائزر (Basic Supervisor) اور بیسک ٹریننگ اسکول کے ہیڈماسٹر کی مدد سے اپنے کام کے لئے الگ الگ سبق تیار کرتے ہیں۔ یہ سبق کبھی تو تختہ سیاہ پر لکھ دئے جاتے ہیں اور کبھی کبھی سائیکلوسٹائل پر چھاپ کر تقسیم کر دئے جاتے ہیں۔

ٹریننگ اسکولوں اور بنیادی اسکولوں میں ابھی ایک ہی بنیادی دستکاری — کتائی اور دُھنائی — کا تجربہ عمل میں لایا جا رہا ہے۔

کمان تکلی

سیواگرام میں کتائی کا ایک نیا آلہ ایجاد کیا گیا ہے۔ اس آلے کا نام "کمان تکلی" رکھا گیا ہے۔ پولینڈ کے باشندے مسٹر مارس فرائڈ مین (Maurice Freydman) کئی سال سے ہندوستان آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ ان کا ہندوستانی نام شری یُت بھارتا نند جی ہے۔ بھارتا نند جی بڑے اچھے انجنیر ہیں۔ انھوں نے عرصے تک ریاست میسور میں انجنیر کی حیثیت سے ملازمت کی ہے۔ کچھ دن ہوئے آپ میسور چھوڑ کر سیواگرام میں آ بسے ہیں اور کھادی اور دیہاتی صنعت کا زیادہ سے زیادہ تجربہ اور مشق کر کے ان کی اصلاح میں مصروف ہیں۔ کمان تکلی کی ایجاد اُن کی اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔

کمان تکلی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بغیر کسی دقت کے ہر دیہات میں بنائی جا سکتی ہے۔ اس کے دام چرخے کے مقابلے میں بہت کم پڑتے ہیں۔ پر بتے کو نکال کر وہ چار چھ آنے میں تیار ہو جاتی ہے اور کتائی میں قریب قریب معمولی چرخے کی برابری کر لیتی ہے۔

اس چرخے میں تکوے پر نہ گھڑی رہتی ہے اور نہ ساڑی، اور نہ تکوا بیچ میں سے موٹا ہوتا ہے۔ چرخے میں چلنے والا معمولی تکوا اس تکلی میں بغیر گھڑی کے چلتا ہے۔ تکوے میں تیز رفتاری پیدا کرنے کے لئے نہ مالا کا استعمال ہوتا ہے، نہ ہاتھ کی چٹکی یا ہتھیلی کا۔ اس تکوے کو تیز رفتار کرنے کے لئے بانس کی ایک کمان بنائی گئی ہے جس میں ڈوری کے بجائے چمڑے کی سوا انچ سے ڈیڑھ انچ تک چوڑی ایک پٹی لگائی جاتی ہے۔ پٹی کے ایک طرف تیل میں پکا ہوا رال کا چپکنے والا ایک مرہم سا چپڑ دیا جاتا ہے۔ تکوے کے گھمانے کی جگہ پر اس چمڑے کی پٹی کو ٹکا کر کمان کو کھینچنے سے تکوا رال کے سہارے سے پکڑ میں آ جاتا ہے اور چمڑے کے جھٹکے کی وجہ سے تیزی سے گھومنے لگتا ہے۔ تکوے کو تیز رفتار کرنے کے لئے یہ نیا طریقہ اس چرخے کی خاص چیز اور خصوصیت ہے۔ چکر ملنے پر جس طرح معمولی تکلی پیندے میں لگے ہوئے وزنی پتیل کے ٹکڑے کی وجہ سے گھومتی رہتی ہے، اسی طرح کمان تکلی کے تکوے کو بھی چکر میں رکھنے کے لئے اس پر پتیل کی ایک وزنی پیندی لگائی جاتی ہے۔

تکلی کو ہتھیلی یا چٹکی سے جھٹکا دے کر چلاتے ہیں۔ اس نئی تکلی میں تکلی کو چلانے کا کام ایک کمان کے ذریعے لیا جاتا ہے۔ اسی سے [illegible] کا نام کمان تکلی رکھا گیا ہے۔ اس میں تکوے کے سہارے کے لئے ایک چھوٹی

سی موڑھیا ہوتی ہے۔ اس موڑھے کو بانس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر اٹکانے کی سہولت رہتی ہے۔ بانس کا ٹکڑا پیروں کے نیچے دبانے سے کمان تکلی ایک جگہ جما کر رکھی جا سکتی ہے۔ کمان الگ رہتی ہے۔ چرخے کے مقابلے میں یہ آلہ سیدھا سادہ، سستا، سفر میں لے جانے قابل اور تکلی سے زیادہ کام دینے والا ہوتا ہے۔

سیواگرام میں کمان تکلی کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ لوگ چرخے سے اس کا مقابلہ کرنے کے مشتاق ہوں گے۔ اس لئے اب تک سال سے جو تجربے ہوئے ہیں ان کا خلاصہ نیچے دیا جا رہا ہے۔

تکلی سے مقابلہ

رفتار — تکلی کے مقابلے میں کمان تکلی پر پیتے سمیت کاتنے کی زیادہ رفتار دیتی ہے اور اس پر زیادہ سہولت سے کاتا جا سکتا ہے۔ یہ بات اب بالکل ثابت ہو چکی ہے۔

سوت کی یکسانیت — تکلی پر کاتتے وقت پوری رفتار سے کاتنے کے لئے پنڈلی پر کاتنا پڑتا ہے۔ پنڈلی کے سہارے کاتتے وقت سوت کی یکسانیت قائم رکھنے کے لئے بہت زیادہ اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ کمان تکلی پر سوت کی یکسانیت قائم رکھنے کے لئے معمولی تکلی کی بہ نسبت کم اہتمام کرنے پر بھی زیادہ یکساں سوت نکلنے کے تجربے ہو رہے ہیں۔

دوسری باتیں — کمان تکلی سائز میں معمولی تکلی سے بڑی ضرور ہوتی ہے۔ لیکن کمان تکلی میں یہ سہولت ہے کہ اس کے قریب قریب سبھی حصے آسانی سے الگ الگ کر کے رکھے جا سکتے ہیں جس بانس کے ہتھے پر اس کا موڑھیا اٹکایا جاتا ہے، اُسے، کمان کے ہتھے کو اور پیتے کو چھوڑ کر باقی سب حصے الگ الگ کر ایک چھوٹی سی پیٹی میں رکھے جا سکتے ہیں۔ ایک ایسی پیٹی میں جس کا اندرونی کعب ۱۰ × ۴ × ۲۰ ہو، تیل وغیرہ کی ڈبیا سمیت اوپر لکھے ہوئے سب حصے آ جائیں گے۔

۳ تکلیوں اور ایک اٹیرن کے جو دام ہوتے ہیں اُس سے کم دام میں ایک کمان تکلی ایک ۵ فٹ پیتے سمیت تیار ہو سکتی ہے۔ تین تکلیوں پر جتنا سوت بھرا جا سکتا ہے اتنا سوت کمان تکلی کے ایک تکوے پر ایک وقت میں بھرا جا سکتا ہے۔ آدھ گھنٹے تک تکلی پر پوری رفتار سے کاتنے والوں کے لئے اکثر تین تکلیاں رکھنی پڑتی ہیں۔ کمان تکلی کا استعمال کرنے سے انھیں ایک ہی کمان تکلی کی ضرورت ہوگی اور یہ کچھ ایسا مہنگا سودا بھی نہیں ہوگا۔

ایک تکلی کی تیاری میں جو خرچ آتا ہے اس کا ۷۵ فی صدی حصہ ایسے سامان کی خریداری میں چلا جاتا ہے جو صرف مشینوں ہی کے ذریعے تیار ہو سکتے ہیں۔ تکلی بنانے کی مزدوری صرف ۲۵ فی صدی رہ جاتی ہے۔ کمان تکلی کی تیاری میں مشینوں سے بنائے جانے والے سامان کا حصہ صرف ۱۰ فی صدی رہتا ہے۔ گاؤں میں مل جانے والے سامان کا حصہ ۲۰ فی صدی ہوتا ہے اور اس طرح مزدوری کا حصہ کمان تکلی کی تیاری میں ۷۰ فی صدی ہوتا ہے۔ کمان تکلی کی یہ ایک بہت بڑی خصوصیت ہے۔ یہاں ایک اور بات توجہ کے قابل ہے۔ چاہے ہمیں ایک نئی تکلی اور ایک تیار کمان تکلی کے داموں میں تین چار گنا فرق کیوں نہ دکھائی دے لیکن تکلی میں استعمال ہونے والے اور کمان تکلی میں استعمال ہونے والے سامانوں کی قیمتوں کا فرق بالکل نہیں

کے برابر ہے۔ پھر جہاں معمولی اوزاروں سے تکلی کا تیار کرنا ممکن نہیں ہے وہاں کمان تکلی ہر کاریگر معمولی اوزاروں سے بھی تیار کر سکے گا۔ کمان تکلی اور معمولی تکلی میں مقابلہ کرتے وقت کمان تکلی میں اگر کوئی دقت محسوس ہوتی ہے تو یہ ہے کہ کمان میں چمڑے کا جو پٹا لگایا جاتا ہے اُس میں کبھی رال کا مرہم دینا پڑتا ہے، چمڑا گھس جانے پر اُسے ٹھیک کرنا اور اس میں تیل دینا پڑتا ہے۔ تکلی میں اس طرح کا کوئی جھگڑا نہیں۔

چرخے سے مقابلہ

رفتار — چرخے کے مقابلے میں کمان تکلی کی رفتار بہت زیادہ کم نہیں ہے۔ سیواگرام میں ایک طالب علم نے آدھ گھنٹے میں بغیر پیتے ہوئے ۱۴ سے ۱۵ نمبر کے سوت کے ۱۹۰ تاروں کی رفتار دکھائی ہے۔ دوسرے ایک طالب علم نے پیتے ہوئے ایک گھنٹے میں ۱۰ سے ۲۰ نمبر کے سوت کے ۵۴۳ تاروں کی رفتار کا تجربہ کیا ہے۔

سوت کی یکسانیت — تکلی کے مقابلے میں تو کمان تکلی کے سوت کی یکسانیت زیادہ ہے مگر چرخے کے مقابلے میں یہ یکسانیت حاصل کرنے کے لئے ذرا احتیاط کی ضرورت ہے۔ چرخے میں تکوے کو ایک سی رفتار ملتی ہے، کمان تکلی میں تکوے کو جھٹکے سے رفتار قائم کرنی پڑتی ہے۔ اسی لئے اس میں دھاگے کے شروع میں تکوے کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے مگر آخر میں آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے۔

دوسری باتیں — "کسان چکر" (چرخہ) کے مقابلے میں کمان تکلی کی قیمت چار سے پانچ گنی تک سستی رہتی ہے اور دیہات کے سستے سے سستے کمزور چرخوں کی بہ نسبت وہ آدھے داموں میں تیار ہو جاتی ہے۔

چرخے میں ڈور کو ٹھیک رکھنا اور ٹوٹنے پر نئی ڈور لگانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح کمان تکلی میں چمڑے کے پٹے کو ٹھیک رکھنا، اُس میں رال کا مرہم لگانا اور چمڑے کے گھس جانے پر نیا چمڑا لگانا ضروری ہوتا ہے۔ مقابلہ کرتے وقت ڈور کی جگہ چمڑے کا پٹا لگانا زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔

سفر میں لے جانے کے اعتبار سے اگر مقابلہ کیا جائے تو چرخے کے مقابلے میں کمان تکلی کا ساتھ لے جانا اور رکھنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ پیٹی والے چرخے کی بہ نسبت کمان تکلی کی پیٹی جس میں دو ڈنڈیوں کے علاوہ اور سب حصے سما سکتے ہیں، سائز میں بہت چھوٹی ہوتی ہے جس کا ناپ اوپر دیا جا چکا ہے۔ دونوں ڈنڈیوں اور پیتے کو بستر میں یا الگ باندھ کر آسانی سے لے جایا جا سکتا ہے۔

یہ ممکن ہے کہ برابر دن بھر کاتتے رہنے کے لحاظ سے کمان تکلی کے مقابلے میں چرخا ہی زیادہ بہتر ثابت ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے یہاں جو مزدوری کمانے کے لئے سوت کاتتے ہیں، کمان تکلی چرخے کی جگہ نہ لے سکے۔

مگر یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ خرچ کے اعتبار سے اور دیہات میں اوزار اور سامان کے اعتبار سے کمان تکلی کو پہلی جگہ حاصل ہو کر رہے گی۔

نئی اصلاح — اب شری بیت بھارتانندجی نے کمان تکلی میں سے پیتل کے پیندے کی ضرورت سے رہائی حاصل کر لی ہے۔ اب انھوں نے پیتل کے پیندے کا کام مٹی کے تیل کے کنستروں کے ٹکڑوں

سے لیا سوچ لیا ہے۔ ان نئے پینڈوں کا قطر انھوں نے ۱½ انچ رکھا ہے۔ پیتل کے پینڈے کا وزن ۲ تولے ہوتا ہے اور ٹین کے پینڈے کا وزن ایک تولہ رکھا گیا ہے۔ ٹین کے پینڈے کو وزنی بنانے کے لئے انھوں نے یہ ترکیب نکالی ہے کہ تین تین ٹین کے ٹکڑوں کو ایک دوسرے پر چپکا دیتے ہیں۔ ایک ٹکڑے پر گوندے کا کاغذ چپکایا جاتا ہے، پھر اُس کاغذ پر گوند لگا کر دوسرا ٹکڑا چپکا دیا جاتا ہے اور اسی طرح تیسرا ٹکڑا۔
بانس کی جس پٹی میں موڑھیا لگایا جاتا ہے اُس کے ڈھیلے ہونے کی وجہ سے کاتتے وقت اکثر اوقات موڑھیا آگے کی طرف کھسک آتا تھا۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے اب بانس کی پٹی میں ایک پیچ لگانے کی ترکیب نکالی گئی ہے۔
اسی ترکیب میں اب پر بیتا اور "تار کڑی" کی بھی صورت نکل آتی ہے۔

(ماخوذ از مہاراشٹر کھادی پترکا)
کرشن داس گاندھی

نوٹ

اوپر کے مضمون میں کمان تکلی کی ایجاد کا مختصر سا حال لکھا گیا ہے۔ اس تکلی میں بنیادی تعلیم کے بھی بہت سے امکانات نظر آتے ہیں۔ بنیادی اسکولوں میں تکلی کے بعد چرخہ استعمال کرانے کے بجائے کمان تکلی کا استعمال کرایا جا سکتا ہے۔ اس طرح چرخے پر جو خرچ آتا ہے وہ بھی حد تک کم ہو جائے گا۔ کمان تکلی چرخے کی بہ نسبت جگہ بھی کم لیتی ہے اور اس میں بہت سارے سامان کا جھگڑا بھی نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کمان چلانے میں ہاتھ کو پوری رفتار کا موقع ملتا ہے اور اس پر بچے بڑے شوق سے کات سکتے ہیں۔ اس میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ داہنے اور بائیں دونوں ہاتھوں سے کاتا جا سکتا ہے۔ ایک نمونہ منگا لینے پر یہ ہر جگہ آسانی سے تیار کرائی جا سکتی ہے۔

مدیرہ

تکلی کا وزن مقرر ہو

جو کاتنے والے روزانہ ایک گنڈی سے کم کاتتے ہیں اُن کے لئے کوئی ایسی ترکیب ضرور نکالنی چاہیے کہ انھیں اپنے اپنے سوت کے مقررہ نمبر کا ہر روز پتہ چلتا رہے۔ اس کی ضرورت بنیادی مدرسوں میں دن پر دن زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ آج تک اس سلسلے میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہر پونی کا وزن مقرر کر لیا جائے تاکہ اس میں سے کتے ہوئے سوت کا نمبر تاروں کا شمار کرتے ہی نکال لیا جا سکے۔ اس میں شک نہیں کہ اس بات پر پونیاں یکساں اور مقررہ وزن کی ہوں۔ جتنا زیادہ سے زیادہ عمل کیا جا سکے، اتنا ہی اچھا ہے۔ اگر ہر پونی کا وزن مقرر ہو، تو کاتنے والا جس وقت کاتنے بیٹھے گا، اُس وقت اپنے نئے دھاگے کی لمبائی مقرر کرے گا اور ہر پونی سے جتنا سوت کتے گا، اُسے شمار میں رکھے گا۔ اس ترکیب سے وہ کاتتے وقت ہی یہ معلوم کرتا رہے گا کہ کس نمبر کا سوت نکل رہا ہے۔ لیکن اس طریقے میں بھی تین خامیاں باقی رہ جاتی ہیں۔

۱۔ سب سے پہلی کمی یہ ہے کہ ہم کتنی ہی کوشش کریں مگر پونیوں کا یکساں اور مقررہ وزن کا بنانا مشکل ہی رہے گا۔ پونیوں کے وزن میں کمی بیشی ہو ہی جاتی ہے۔
۲۔ اگر دھاگا ٹوٹ کر خراب ہو گیا تو اس کی لمبائی اور وزن کا ٹھیک حساب نہیں رکھا جا سکے گا۔
۳۔ نئے دھاگے کی لمبائی میں اگر تھوڑا تھوڑا فرق بھی پڑتا گیا تو ایک پونی سے کتے ہوئے کل نئے دھاگوں کی حسابی لمبائی میں اور اس کتے ہوئے سوت کی اصلی لمبائی میں بہت کچھ فرق پڑ جانے کا امکان رہے گا۔

اس مقصد سے کہ اگر کاتتے وقت نہ سہی تو اٹیرنے کے بعد مقررہ نمبر کی واقفیت ہو جائے، ایک دوسرا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ اٹیرنے سے پہلے خالی اٹیرن کا یا اگر اس کے اوپر پہلے کا اٹیرا ہوا کچھ سوت ہو تو اس کے ساتھ اس کا وزن کر لیا جائے۔ پھر روزانہ کا کتا ہوا سوت اٹیرنے کے بعد اٹیرن کا کل وزن جانچ کر کے دونوں وزنوں کا فرق نکالا جائے۔ یہی فرق پہلے روز کے کتے ہوئے سوت کا وزن ہوگا۔ اس طرح سے روز کے اٹیرے ہوئے تار اور اوپر کی ترکیب کے مطابق نکالے ہوئے وزن سے سوت کا نمبر جانا جا سکتا ہے۔ یہ ترکیب آزمائش کے قابل تو ضرور ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ اگر تکلیاں ہم مقررہ وزن کی بنا سکیں، تو روز کے کتے ہوئے سوت کا نمبر معلوم کرنا زیادہ آسان ہوگا۔

آج کل ہم دھات کی تکلی استعمال کرتے ہیں۔ دھات کے وزن پر موسم کی تبدیلی کا بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر تکلی ایک سی اور مقررہ وزن کی بنوائی جا سکے تو ہمیں نمبر نکالنے کے لئے ہر روز تکلی کا وزن نہیں کرنا پڑے گا بلکہ ایک ہی روز کا وزن کرنا کافی ہوگا۔ مقررہ وزن کی تکلی کا وزن پوری ناپ کا ہونا چاہئے (یعنی وزن کسر میں نہ ہو) تاکہ سوت سمیت تکلی کا وزن کرتے وقت تکلی کا وزن تفریق کرنے میں آسانی رہے۔ مدرسوں کے لئے یہ طریقہ خاص طور پر مفید ہوگا۔

کرشن داس گاندھی

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں مطبوعہ: جید برقی پریس مدیرہ: آشا دیوی

جلد ۲ ، نمبر ۱ — نومبر — قیمت سالانہ

بنیادی تعلیم کا ادب

ہمارے پاس بنیادی تعلیم کے ادب کے سلسلے میں طرح طرح کے خط آتے رہتے ہیں، ربط کے طریقے پر کتابیں بھیجئے، بنیادی اسکولوں میں بچوں کے پڑھنے کے لئے امدادی ریڈریں بھیجئے اور اسی قسم کے دوسرے خط۔ مگر ہمیں ہر ایک کو یہی جواب دینا پڑتا ہے کہ ہمارے پاس اس وقت ان میں سے کسی قسم کی چیز موجود نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اب تک ہم کتائی، دستکاری، مٹی کا کام اور باغبانی کی دستکاریوں پر کچھ کتابیں نکال سکے ہیں مگر سچ پوچھئے تو بنیادی تعلیم پر ہمارے پاس کچھ بھی ادب نہیں ہے۔

بنیادی تعلیم تو خیر ابھی دو سال کا ایک بچہ ہے اس کا ادب تو بنتے ہی بنتے بنے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس زمانے سے میل کھاتا ہوا کتنا ادب ہمارے یہاں موجود ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک زندگی پیدا کرنے والا تعلیمی ادب اتنا زمانہ گذرنے پر بھی ہمارے یہاں موجود نہیں ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہر ملک اور ہر زمانے کا سچا ادب جنتا کی زندگی اور ان کے رہن سہن کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہوتی ہے لیکن اگر زندگی اور رہن سہن کا طریقہ ہی بے جان ہو گیا ہو تو آپ سمجھ سکتے ہیں اس کی تصویر کیسی ہوگی۔ پھر کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج ہمارے تعلیمی ادب کی یہی حالت ہے؟ آج کل ہمارے ملک میں تعلیم کے نام سے ایک زنگ آلود ولایتی مشین چل رہی ہے اُسے ہماری زندگی سے، ہمارے رہن سہن سے اور ہماری ضرورتوں سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ پھر ہمارے اندر نئی زندگی پیدا ہو تو کس طرح ہو اور جب نئی زندگی ہی نہ ہو تو تعلیم میں اس کی جھلک کہاں سے آئے گی۔

جب جنتا کی زندگی اور اس کے رہن سہن میں زندگی موجود ہوتی ہے تو چاہے کوئی کوشش بھی نہ کی جائے، اس کا تعلیمی ادب خود بخود پیدا ہوتا جاتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے خالی نہیں ہے۔ رامائن، مہابھارت، پُران وغیرہ صرف مذہبی ہی کتابیں نہیں ہیں یہ اپنے زمانے کے سچے اور جیتے جاگتے ادب ہیں۔ تعلیمی ادب کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اس کے ذریعے علم خوشی کی جیتی جاگتی تصویر بن کر سب کے دلوں میں آسانی سے جگہ پیدا کر سکے۔ علم اور خوشی، سائنس اور ادب میں ذرا بھی فرق باقی نہ رہے۔ اگر ہم ادب کا یہی مطلب سمجھیں تو رامائن، مہابھارت اور پُران میں اُس زمانے کی تاریخ، جغرافیہ، سائنس، ادب، علم دین سب کا نچوڑ موجود ہے۔ مہابھارت کو تو کچھ لوگ دائرۃ المعارف (Encyclopaedia) تک کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کتابوں میں علم کو کہانی اور شعر کے میٹھے رسیلے اور سہل لباس میں تبدیل کیا گیا ہے کہ جس زمانے کے لئے وہ باتیں لکھی گئی تھیں اُس زمانے کی جنتا اُسے آسانی سے سمجھ اور اپنا سکتی تھی۔ اتنا ہی نہیں، اس ادب کا دھارا مختلف زبانوں میں یہ کر آج تک ہماری جنتا کی کچھ تسکین کرتا رہا ہے۔

ایک بات اور ہے۔ یہ کتابیں کسی ایک دماغ کی تصنیف یا کسی خاص زمانے کی پیداوار نہیں ہیں۔ ان کا مسالہ صدیوں میں بہت سے مصنفوں اور استادوں کے ہاتھوں تیار ہو ہو کر جمع ہوتا رہا ہے اور چونکہ سچا تعلیمی ادب جنتا کے سچے وچاروں کا آئینہ ہوتا ہے، اس لئے ہم ان کتابوں کو صحیح معنی میں جمہوری ادب یا تعلیمی ادب کہہ سکتے ہیں۔ یہ کتابیں اُس زمانے کی زندگی اور علم کا ایک ملا جلا نمونہ ہیں۔

اس کے بعد طرح طرح کے وچاروں اور رہن سہن کے طریقوں سے ہندوستان کے پرانے وچاروں اور رہن سہن کی ٹکر ہوئی اور ان کے آپس کے میل جول سے ایک نئی زندگی بننے اور ڈھلنے لگی۔ لیکن اس نئی معاشرت کا عکس ایک نئے ادب کے روپ میں تلاش کرتے ہیں تو ہمیں ناامید ہونا پڑتا ہے۔ اُس زمانے کے جو علم اور نظمیں ہیں ان میں علمیت اور آرٹ کا توضرور پتہ ملتا ہے لیکن ان میں وہ زندگی نہیں ہے جس سے جنتا کی بھوک مٹ سکے، جس میں اس زمانے کے نئے خیال اور نئی زندگی کا عکس موجود ہو۔ اگر اس زمانے کے کچھ زندہ ادب کے نشان ملتے بھی ہیں تو ان استادوں اور بزرگوں کے قولوں اور باتوں میں جو جنتا ہی میں سے نکل کر مشہور ہوئے تھے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ بزرگ زیادہ تر ہاتھ کا کام کرنے والے لوگ تھے۔ کبیر جلاہے تھے، داؤد دھنے اور ریداس چمار۔ انھوں نے عام جنتا کی تعلیم کا ایک نیا ڈول ڈالا۔ لیکن بعد میں جوں جوں تعلیم یافتہ لوگوں کی چھوٹی جماعت اور اُن پڑھ جنتا میں دوری بڑھتی گئی اس زندہ جمہوری یا تعلیمی ادب کے سوتے بھی سوکھتے گئے اور اس طرح کے تعلیمی ادب کی جو نیو پڑی تھی، وہی تہس نہس ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے دیس کی جنتا میں جہالت کا جتنا گہرا اندھیرا چھایا ہے، اتنا ہی زیادہ سناٹا ہمارے تعلیمی ادب

جیسا بھی موجود ہے۔

لیکن ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی ایسا ہی ایک استاد موجود ہے جو ہماری قوم میں ایک نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے سامنے ہمارے سماج کا جو معیار ہے، اُسے پورا کرنے کے لئے اس نے دیس کے سامنے تعلیم کی ایک نئی تجویز پیش کی ہے۔ اس تجویز کا تعارف کراتے ہوئے وہ "بنیادی قومی تعلیم" کی تمہید میں لکھتا ہے "اسے دیہاتی حرفوں کے ذریعے دی جانے والی دیہاتی قومی تعلیم، کہنا زیادہ صحیح ہوگا .... دیہاتی حرفوں کے ذریعے دی جانے والی تعلیم سے یہ مراد ہے کہ اس اسکیم کو بنانے والے، استادوں سے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ دیہاتی بچوں کو ان کے اپنے ہی گاؤں کی کسی دستکاری کے ذریعے ایسی تعلیم دیں جس سے ان کی تمام قوتوں کی پوری پوری ترقی ہو سکے اور یہ ساری تعلیم ایسے ماحول میں دی جائے جو ہر طرح کے خارجی بندھنوں اور رکاوٹوں سے آزاد ہو۔"

اگر اس اسکیم کا یہ دعویٰ سچا ہے اور یہ واقعی ہماری موجودہ زندگی کی تصویر ہے، تو ہم یہ امید کر سکتے ہیں کہ اس اسکیم کے پھیلاؤ اور ترقی کے ساتھ ساتھ ایک ایسا تعلیمی ادب بھی پیدا ہوتا جائے گا جو ہماری موجودہ قومی زندگی کا سچا اور قدرتی عکس ہوگا۔ اسی بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے ہمیں ایسا ادب تیار کرنا ہے جو پرانے ڈھرّے کی تعلیم کے بندھنوں سے آزاد ہو اور جس میں ہمارے آئندہ ادب کی جھلک موجود ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم شہری تہذیب اور موجودہ شہری اور اونچے طبقے کے تعلیمی نظام سے اپنی توجہ کو ہٹا کر اپنے ادب کا اُکساؤ اس دیہاتی بچے میں ڈھونڈیں جو بنیادی تعلیم کا مرکز ہے، اس دیہاتی حرفے میں ڈھونڈیں جس کے ذریعے ہمیں اپنے بچوں کو پوری پوری ترقی دینی ہے اور بچے کے اس سماجی اور قدرتی ماحول میں ڈھونڈیں جسے ہمیں بچے کی تعلیم کا ذریعہ بنانا ہے۔ غرض ہمیں ایک بالکل نئے راستے اور نئے طریقے پر کام کرنا ہے۔

یہ اسکیم ابھی ایک نورس پودے کی حالت میں ہے۔ اس لئے جب تک یہ پورے طور پر پنپ نہ جائے اس وقت تک اس کے استادوں کے اوپر بہت بڑی ذمے داری ہے۔ اس بدلتے ہوئے زمانے (Transitional Period) میں انہیں اس کے نئے ادب کی نئے سرے سے نیو ڈالنی ہے۔ شروع شروع میں جو ادب تیار ہوگا، اُسے شاید ہم سچا ادب نہ کہہ سکیں۔ سچا ادب تو وہی ہوگا جو اس نئی اسکیم کے ماتحت تعلیم پائی ہوئی نئی پیڑھی تیار کرے گی۔ پر جب تک وہ وقت نہیں آتا اس وقت تک ایک کام چلاؤ مگر راہ دکھانے والا ادب شروع کرنے کا کام ہمیں لوگوں کو کرنا ہے۔ اگر ہم اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر آگے بڑھتے چلیں گے تو ہماری تمام مشکلیں آہستہ آہستہ آسان ہوتی جائیں گی۔

آج ہندوستان کے کئی صوبوں میں بنیادی تعلیم کا تجربہ جاری ہے۔ ہر جگہ کے اُستاد اور کام کرنے والے اپنے اپنے تجربے اکٹھا کر رہے ہیں اور انھیں آزما رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بہار کے بنیادی تعلیمی بورڈ نے بنیادی تعلیم کے ادب کی تیاری کی ایک تجویز بنائی ہے۔ یہاں اس تجویز کا تھوڑا سا ذکر ممکن ہے کہ دوسرے کام کرنے والوں کی کچھ مدد کر سکے۔ بہار میں بنیادی تعلیم کے دو مرکز ہیں — ایک پٹنے کا ٹریننگ اسکول اور پریکٹسنگ اسکول اور دوسرا چمپارن ضلع کا گنجان حلقہ۔ ٹریننگ اسکول کے پروفیسروں اور گنجان حلقے کے استادوں کو ادب کی تیاری کے لئے ضروری مسالہ جمع کرنے کا کام سونپ دیا گیا ہے۔ پچھلی گرمی کی چھٹیوں میں ٹریننگ اسکول کے پروفیسروں نے اپنے اپنے گاؤں میں سے اور استادوں نے اپنے گنجان حلقے کے گاؤں میں سے کافی تعلیمی مسالہ جمع کیا ہے۔ دیہاتی دستکاریاں، دیہاتی زندگی، دیہاتوں میں عام استعمال والے الفاظ اور قصے کہانیاں، دیہاتیوں کے اندھے عقیدے اور اس قسم کی دوسری باتیں جمع کر کے اور انھیں کی بنیاد پر استاد اپنے مدرسے کے بچوں کے لئے سبق تیار کر رہے ہیں اور ان کا تجربہ بھی کر رہے ہیں۔

امید ہے کہ ان لوگوں کے اور دوسرے صوبوں کے تجربوں کو ملا کر ان کے نتیجوں کی بنیاد پر ہم کسی قدر ادب تیار کر سکیں گے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب بنیادی تعلیم کے تمام کام کرنے والے اور استاد اپنے کام اور تجربوں کی سچی تفصیلیں اور یادداشتیں رکھتے جائیں اور کبھی کبھی آپس میں مل کر اُن پر غور اور سوچ بچار بھی کرتے رہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ بنیادی تعلیم میں لگے ہوئے سب لوگ ادب کی تیاری میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ بنیادی تعلیم کی یہ اسکیم جلد اپنے تجربے کے دور سے نکل کر ہندوستانی بچوں کی تعلیم کے ایک عالمگیر اور مفید عملی پروگرام کی صورت اختیار کر لے۔

بچے اپنے کپڑے خود بنا سکتے ہیں

ہندوستان کے دیہاتوں کا جو لوگ کچھ بھی علم رکھتے ہیں انھیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ دیہات کے بچوں کے کپڑے کیسے ہوتے ہیں۔ اوّل تو ان بے چاروں کے پاس کپڑے ہوتے ہی نہیں، اور اگر کسی طرح کپڑے کا ایک ٹکڑا، ایک کرتا اور ایک ٹوپی مل بھی گئی، تو جب تک وہ پھٹ کر اور گل کر اس کے بدن سے گر نہ جائے یا اسے اس کے چھوٹے بھائی بہن نہ لے لیں، وہ اس کے بدن سے نہیں چھوٹتا۔ جب ہم ہندوستان کے بچوں کا ایک عمومی تصور کرتے ہیں تو آدھے ننگے اور پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے بچوں کی ایک فوج کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

دیہات کے بچوں کے کھانے پینے کے مسئلے کی طرح ان کے لباس کے مسئلے کا بھی ہمارے دیس کی مالی حالت سے بہت گہرا لگاؤ ہے اور جب تک ہمارے دیہاتوں کی مالی حالت نہیں سدھرتی، اُس وقت تک بڑے پیمانے پر اس سوال کا بھی کوئی حل نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ حالت جتنی نا اُمیدی پیدا کرنے والی معلوم ہوتی ہے اتنی ہے نہیں۔ کم سے کم بنیادی اسکولوں کے بچوں کے لباس کی ضرورت تو ایک حد تک ضرور پوری کی جا سکتی ہے۔ جن بنیادی اسکولوں میں کتائی کا کام بنیادی دستکاری کے طور پر سکھایا جاتا ہے، ان اسکولوں کے استاد اگر دھیان دے کر بچوں کے خالی وقت سے کام لیں تو بچے اپنی محنت سے اپنی ضرورت کے موافق کپڑے خود تیار کر سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ اس کام میں محکمۂ تعلیم اور مقامی چرخا سنگھ بھی ہاتھ بٹائے۔ یہ مشورہ میں صرف یوں ہی سوچ کر نہیں بلکہ سیوا گرام کے بنیادی اسکول کے پچھلے تین مہینوں کے تجربے کی بنیاد پر بنیادی تعلیم کے دوسرے

کام کرنے والوں کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

سیواگرام کا بنیادی اسکول ایک چھوٹا سا دیہاتی اسکول ہے جہاں دیہات کے قریب قریب تمام مسئلے موجود ہیں۔ جب سے یہاں بنیادی تعلیم کا تجربہ شروع ہوا تب سے اسکول کے بچوں کا مسئلہ ہمارے سامنے رہا ہے۔ پہلے تو ہم نے یہ کیا کہ بچوں کے کتے ہوئے سوت سے جو کپڑے تیار ہوتے تھے ان سے ان کے لئے ایک ایک جوڑا کپڑا تیار کرا دیا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم نے یہ بھی محسوس کیا کہ اس طرح اس مسئلے کا کوئی اچھا اور دیر تک رہنے والا حل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم نے اس سال یہ تجربہ کرنے کی کوشش کی کہ تیسرے درجے تک کے بڑے بچے اپنے فاضل وقت میں سوت کات کر اپنے کپڑوں کی ضرورت کس حد تک پوری کر سکتے ہیں۔

تیسرے درجے کے دس بچوں کے لئے مدرسے کے باہر اپنے فرصت کے وقت میں سوت کاتنے کو چرخے اور پونیوں کا انتظام کیا گیا۔ ۱۱ جون ۴۲ء سے ۲۰ اگست ۱۹۴۲ء تک بچوں نے جو سوت کاتا اس کی مزدوری سے ان کے لئے ایک ایک صاف قمیص اور ایک ایک نیکر بنوا لئے گئے۔ ان دس بچوں نے دو مہینے میں ۲۰ سیر کے لگ بھگ سوت کاتا جس کے بدلے میں انہیں ۴۸ مربع گز کپڑا ملا۔ اس کپڑے کی کل قیمت ۲۴ روپیہ ہوتی ہے۔ بچوں کی اوسط عمر ۱۰ سال ہے اور ان کے لئے ایک ہاف قمیص اور ایک نیکر میں ڈھائی گز کے قریب کپڑا لگتا ہے۔ جو کپڑا بچ رہا اس سے ہر بچے کو ایک ایک گمچھا اور ایک ایک ٹوپی بھی مل گئی۔ ستمبر اور اکتوبر کے کتے ہوئے سوت سے ان کے لئے کپڑوں کا ایک اور جوڑا بھی تیار ہو جائے گا۔ ۱۲ جون سے ۲۰ اگست تک کے آنکڑے نیچے لکھے جاتے ہیں۔

نام	جو سوت کتا: چھٹانک	جو سوت کتا: سیر	بدلے میں جو کھادی ملی عرض × طول (انچ × گز)	فی گز: پائی	فی گز: آنے	کل قیمت: پائی	کل قیمت: آنے	کل قیمت: روپے	کپڑے کی قسم اور ناپ مربع گزوں میں
ہری	۴	۱	۲۷ × ۳	-	۸	-	۸	۱	دوسوتی ۲¼
جھاولو	۴¾	۱	۲۷ × ۳½	-	۸	-	۱۲	۱	۲⅝
بنکٹی	۸½	۲	۲۷ × ۳	-	۸	-	۸	۱	” ۲¼
کالوخاں	۱۰¾	۱	۲۷ × ۵½	-	۸	-	۱۲	۲	” ۴¼
گیان باڈوما	¾	۲	۳۶ × ۶	-	۷	-	۱۰	۲	ایک سوتی ۶
باسدیو	-	۲	۳۶ × ۶	-	۷	-	۱۰	۲	” ۶
آتمارام	۱۱	۱	۲۷ × ۵½	-	۸	-	۱۲	۲	دوسوتی ۴½
گیان باکھرے	۸	۱	۲۷ × ۶	-	[illegible]	-	-	۳	۴
بابالکشن	۹	۲	۳۶ × ۶ ۴۵ × ۱½	- -	۶ ۸	۶ -	۵ ۱۰	۲ -	ایک سوتی ۶ ۱
گوپال	۶½	۲	۴۵ × ۶½	-	۸	-	۴	۳	۸½

نوٹ:۔ یہ بچے صبح ۷½ بجے سے ۱۰½ بجے تک اور تیسرے پہر ۲½ بجے سے ۵ بجے تک اسکول میں کام کرتے ہیں۔ اوپر کا تمام سوت ان وقتوں کے علاوہ وقتوں میں کاتا گیا ہے۔

اس تجربے کا نتیجہ یہ ہے کہ بچوں کو نہ صرف نئے کپڑے ہی ملے ہیں بلکہ ان کے دل اور ان کی شخصیت پر بھی جو اثر پڑا ہے اس کی تعلیمی نقطۂ نظر سے بڑی قیمت ہے۔ ان میں اپنے اوپر بھروسہ کرنے کا نیا جذبہ پیدا ہوا ہے جس کا اثر ان کے سارے برتاؤ میں نظر آتا ہے۔ اب وہ خوشی اور فخر کے ساتھ اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھتے ہیں اور انہیں دھوکر سلیقے سے برتتے ہیں۔ اپنے فاضل وقت کا استعمال سیکھ کر ان کے اندر ایک رجحان (Disciplined way) شروع ہو گیا ہے۔ جو لوگ دیہات کے بچوں کی زندگی کو جانتے ہیں اور انھیں معلوم ہے کہ اسی رجحان کا نہ ہونا ہمارے بچوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے، وہ اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ لگا سکیں گے۔

بہار کے صوبے میں چمپارن ضلعے کے گنجان حلقے میں جو بنیادی اسکول چل رہے ہیں، ان کے بچوں کے لباس کا مسئلہ بھی وہاں کے کام کرنے والوں کے سامنے ہے۔ وہاں چند اسکولوں میں بچوں کو پونیاں دے کر اپنے خالی وقت میں کتائی کرنے کی طرف لایا جا رہا ہے۔ اس تجربے کے نتیجے تو ابھی ہمارے پاس نہیں آئے ہیں، مگر ایک نقشہ ہمیں ملا ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کس کپڑے کے لئے کتنا سوت درکار ہوتا ہے۔ بچوں کو جو پونیاں دی جاتی ہیں ان کے بدلے میں اور بنائی کے بدلے میں کتنا سوت لیا جاتا ہے یہ حساب پٹنہ ٹریننگ اسکول کے پروفیسر جناب شری نرائن چودھری نے تیار کیا ہے۔ یہ نقشہ بھی بنیادی تعلیم کا کام کرنے والے صاحبوں کی واقفیت کے لئے نیچے دیا جا رہا ہے۔

سوت نمبر ۱۰ (کتائی کی در ۱۴/سیر)

کپڑا	سوت کا وزن تولے	تار	پونیوں کا وزن تولے	پونیوں کی قیمت پائی آنے روپے	بنائی پائی آنے روپے	کل پائی آنے روپے	پونی اور بنائی کے بدلے جو سوت ملے
ایک مربع گز کپڑا	۱۲ ۱/۲	۲۰۰۰	۱۳	۰۰-۶-۰۰	۰۰-۱-۳	۰۰-۳-۹	۲۰
ایک رومال	۳ ۱/۲	۵۰۰	۳ ۱/۴	۰۰-۰۰-۹ ۱/۲	۰۰-۰-۳	۰۰-۰۰-۹ ۱/۲	۵
ایک ٹوپی (۵ گرہ × ۲۰ انچ)	۴ ۵/۱۶	۹۶۰	۴ ۵/۸	۰۰-۰۰-۹ ۱/۲	۰۰-۰۰-۳	۰۰-۱-۱/۲	۶
ایک گمچھا (ایک گز × ۲۰ انچ)	۹ ۱/۴	۱۴۰۰	۹ ۱/۲	۰۰-۱-۹ ۱/۲	۰۰-۱-۲	۰۰-۲-۱/۲	۱۵
ایک ہاف قمیص (۱ ۱/۲ گز × ۳۶ انچ)	۱۸ ۳/۴	۳۰۰۰	۲۰	۰۰-۴-۰۰	۰۰-۱-۱	۰۰-۵-۱	۳۰
ایک ہاف پینٹ (۱ گز × ۳۶ انچ)	۱۲ ۱/۲	۲۰۰۰	۱۳	۰۰-۲-۶	۰۰-۱-۳	۰۰-۳-۹	۲۰

ہمیں امید ہے کہ بچوں کے کپڑے کے معاملے میں اپنے اوپر بھروسہ کرنے کے اس تجربے کو دوسرے بنیادی اسکول بھی عمل میں لائیں گے اور اپنے نتیجے نئی تعلیم میں اشاعت کے لئے بھیجیں گے۔

پربھاکر دیوان

چھوٹے دیہاتی اسکول

ہم ابھی تک یہ سوچتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے دیہاتی اسکول جہاں ایک ہی کمرے میں ایک ہی اُستاد کو اکیلے تمام جماعتوں کے بچوں کو سنبھالنا اور پڑھانا پڑتا ہے ہندوستان کے تعلیمی نظام کی ایک خاص خرابی ہے، جس کی وجہ سے دیہات کے بچوں کی تعلیم ترقی نہیں کر پاتی۔ لیکن اگر دوسرے ملکوں کے تعلیمی نظام پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک کے تعلیمی نظام کا چھوٹے چھوٹے دیہاتی اسکول ایک بڑا حصہ ہیں۔ اس دیس کی تاریخ میں تو تعلیم کا ذریعہ یہی چھوٹے چھوٹے اسکول تھے۔ پر جیسے جیسے یہ دیس ترقی کرتا گیا اور بڑی مقدار میں سامان تیار کرنے کے لئے بڑے بڑے کارخانے کھولے جانے لگے اُسی طرح بڑی تعداد میں بچوں کو تیار کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے اسکولوں کی جگہ بڑے بڑے اسکول کھولنے کی طرف توجہ بڑھتی گئی۔ آج بڑے بڑے پبلک اسکول امریکہ کے تعلیمی نظام کا ایک خاص حصہ ہیں۔ لیکن ۱۹۳۴ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے محکمۂ تعلیم نے جو اعداد و شمار شائع کئے تھے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۳۴ء تک اس دیس کے ۴۳،۰۰ فی صدی بچے ایسے ہی چھوٹے چھوٹے دیہاتی اسکولوں میں تعلیم پاتے تھے جن میں ایک سے زیادہ کمرے اور ایک سے زیادہ اُستاد نہیں تھے یعنی امریکہ والوں نے اس قسم کے دیہاتی اسکولوں کو اپنے تعلیمی نظام کی ایک ناگزیر خرابی (Necessary evil) مان لیا۔ اسی غرض کے ماتحت ان اسکولوں میں جن استادوں یا استانیوں کو (امریکہ میں بچوں کی تعلیم زیادہ تر عورتوں کے سپرد ہوتی ہے) اکیلا کام کرنا ہوتا، ان کی ٹریننگ کے لئے خاص انتظام کیا گیا اور اس کے لئے ایک خاص تعلیمی اسکیم سوچی جانے لگی۔

مگر اسی دوران میں تعلیمی دنیا کی ہوا کا رخ بدلنے لگا اور بڑے بڑے ماہرین تعلیم کہنے لگے یہی چھوٹے چھوٹے دیہاتی اسکول دراصل نمونے کے اسکول ہیں۔ یہی نہیں کہ ان اسکولوں کے ذریعے تعلیم کا پورا مقصد حاصل ہو سکتا ہے بلکہ انہی کے ذریعے بچوں کی ہر پہلو سے ترقی ممکن ہے۔

مغرب کے لوگوں کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں یا ٹھیک سمجھتے ہیں اُسے آزمائش کی کسوٹی پر پرکھ ضرور لیتے ہیں۔ امریکہ کے چند ماہر استادوں نے آزما کر دکھا دیا کہ ایسے چھوٹے چھوٹے اسکولوں میں ایک ہی استاد اس زمانے کی تعلیم کے معیار کے مطابق پوری تعلیم دے سکتا ہے۔

پچھلے چند سال میں امریکہ کے چھوٹے چھوٹے دیہاتی اسکولوں میں جو تجربے ہوئے ان کے نتیجوں کو ایک جگہ کتاب کی صورت میں چھپوا دیا گیا ہے تاکہ دیہاتی اسکولوں کے استاد ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کتاب کا نام Modern Education in The Small Rural Schools ہے۔ اس کی مصنفہ مس کیٹ اوفورڈ ہیں جو بفیلو کے سرکاری ٹریننگ کالج میں دیہاتی تعلیم کی ڈائرکٹر ہیں۔

امریکہ اور ہندوستان کے دیہاتوں کی مالی اور سماجی حالتوں میں بنیادی فرق ہے اس لئے وہاں کی نئی دیہاتی تعلیم اور ہندوستان کی نئی دیہاتی تعلیم میں بھی فرق ہو نا قدرتی بات ہے۔ لیکن پھر بھی اس کتاب میں ایک

استاد والے چھوٹے دیہاتی اسکولوں کے تعلیمی طریقے کے بارے میں جو باتیں دی گئی ہیں ان سے ہمارے دیہاتی استاد کچھ نہ کچھ فائدہ تو حاصل ہی کرلیں گے۔
کتاب کی تمہید میں مصنف سب سے پہلے یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ بچوں کی سچی تعلیم یا ان کی پوری ترقی کے لئے تعلیم کے ڈھنگ میں کن کن ذریعوں اور شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) بچوں کی ٹولیاں اتنی چھوٹی ہونی چاہئیں کہ استاد ہر بچے کو اچھی طرح جان سکے۔ (۲) ہر بچے کی ہر طرح کی ترقی الگ الگ جانچنے کی سہولت ہو۔ (۳) اسکول کے ماحول میں تعلیم کا اور خاص طور سے قدرت کا علم سیکھنے کے لئے کافی مسالہ موجود ہونا چاہیئے۔ (۴) اسکول کا انتظام ایسا ہونا چاہیئے کہ بچوں کو آپس میں مل جل کر آزادی کے ساتھ رہنے کا موقع مل سکے۔ (۵) سماجی زندگی میں اسکول کے پروگرام کو پورا کرنے کے کافی ذریعے موجود ہونے چاہئیں۔ (۶) بچوں کو کام کرنے کے لئے کافی اوزار اور پڑھنے کے لئے کافی کتابیں ملنی چاہئیں۔ (۷) اسکول کا موقع ایسا ہونا چاہیئے جہاں کسی نہ کسی حرفے یا دستکاری کا چرچا ہو اور بچے دستکاروں یا مشینوں کو کام کرتے ہوئے دیکھ سکیں۔ (۸) استاد ایسا ہونا چاہیئے جو بچوں کی مختلف ضرورتوں اور رجحانات پر بھی اتنی ہی توجہ دے سکے جتنی پڑھائی کے مضمونوں پر دیتا ہے۔

اوپر تعلیم کی جو آٹھ شرطیں بیان کی گئی ہیں انھیں ہم نئی دیہاتی تعلیم کے ضروری سامان کہہ سکتے ہیں۔ ان میں سے پہلی چار باتیں تو دیہاتی اسکولوں میں قدرتی طور پر پائی جاتی ہیں۔ چھوٹی ٹولیوں ہی کی شرط کو لیجئے۔ تعلیمی افسروں کی یہ بہت پرانی شکایت ہے کہ دیہاتی مدرسوں میں بچوں کی تعداد بہت کم رہتی ہے لیکن نئی تعلیم کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ بڑے فائدے کی بات ہے۔ ان چھوٹے اسکولوں میں استاد کو ہر بچے کے ساتھ گھل مل جانے کا بہت کافی موقع ملتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں اگر استاد کچھ عرصے تک ایک ہی اسکول میں رہے تو وہ بچوں کے ماں باپ اور اس کے گھر کی حالت تک سے واقف ہو جاتا ہے پھر جب بچہ ایک درجے سے دوسرے درجے میں چڑھتا ہے تو چونکہ اُسے کسی دوسرے استاد کے پاس جانا نہیں ہوتا اس لئے استاد ان بچوں کی ہر سال کی رفتہ رفتہ ترقی کو زیادہ سے زیادہ جانتا رہتا ہے۔ چونکہ تمام درجوں کا ایک ہی اُستاد ہوتا ہے، اس لئے اُسے ہر درجے کے لئے لمبے لمبے گھنٹے دینے پڑتے ہیں۔ نئی تعلیم کے لحاظ سے ان لمبے اور لگاتار گھنٹوں کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

دیہاتی سماج اور دیہاتی ماحول میں قدرت سے لگاؤ رکھنے، زمین کے علم، کھگول اور دوسرے قدرتی علموں کو سیکھنے کا جتنا مسالہ اور موقع ملتا ہے، اتنا کسی بہت بڑے اور امیر مدرسے میں نہیں ملتا۔

اس کے علاوہ دیہاتی اسکولوں میں استادوں کو مختلف عمروں، مختلف جماعتوں اور مختلف دلچسپیاں رکھنے والے بچوں کو ایک ساتھ سنبھالنا اور پڑھانا پڑتا ہے۔ انتظام کے لحاظ سے اس بات کو ہم آج تک دیہاتی اسکولوں کی بہت بڑی خرابی سمجھتے رہے ہیں۔ لیکن اگر استاد کے اندر نئی تعلیم کا سچا جذبہ ہو اور وہ اپنا کام اچھی طرح سمجھتا ہو تو وہ انہی باتوں کے ذریعے بچوں کو سماج کے علم کا بہت اچھا سبق دے سکتا ہے۔

ان باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرانی تعلیم کے نقطۂ نظر سے پہلے تعلیم کی جو خرابیاں تھیں وہی نئی تعلیم کی نظر میں اس کی خوبیاں ہیں۔ اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ دیہاتی اسکولوں کی ان خاص حالتوں کو نظر میں رکھ کر ان سے کس طرح پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے اور تعلیم کا اچھے سے اچھا ڈھانچہ کس طرح تیار کیا جائے۔

(باقی)

تکلی میں ٹین کی پینڈی

بیٹھ کی مصیبت سے بچنے کے لئے کمان تکلی کے تکوے پر پیتل کی پینڈیاں لگانا اب بند کر دیا گیا ہے۔ ان کی جگہ اب سادے ٹین کی بنی ہوئی نئے ڈھنگ کی پینڈی لگانی شروع کر دی گئی ہے۔ کمان تکلی میں جب نئی پینڈی کی کامیابی دیکھی گئی تو سوچا گیا کہ تکلی میں بھی اسی طرح کی پینڈی لگا کر بیٹھ کی مصیبت سے آخر کیوں نہ بچا جائے

تکلی کے لئے بھی اب اسی قسم کی پینڈی بنائی گئی ہے۔ اس کا قطر ۱½ انچ رکھا گیا ہے۔ اس تکلی کا وزن پرانے طرز کی تکلی سے ایک اکنی کے برابر کم ہے۔ ان نئی تکلیوں پر کاتنے کا تجربہ بھی جاری ہے۔ نیچے اب تک کے تجربوں کی تفصیل دی جاتی ہے۔

دن	وقت (منٹ)	پیتل کی پینڈی والی تکلی پر کتے ہوئے سوت کے تاروں کی تعداد	ٹین کی پینڈی والی تکلی پر کتے ہوئے سوت کے تاروں کی تعداد
پہلا	۱۵	۴۲	۴۰
دوسرا	۱۵	۴۳	۴۰
تیسرا	۱۵	۴۲	۴۰
چوتھا	۳۰	۱۰۵	۱۰۰
پانچواں	۳۰	۱۰۵	۱۰۰
چھٹا	۳۰	۱۱۰	۱۱۰
ساتواں	۳۰	۱۲۰	۱۲۰
آٹھواں	۳۰	۱۱۰	۱۱۰

نوٹ۔ دونوں کے سوت کا نمبر ۱۴ رہا

تجربہ یہ ہوا کہ نئی تکلی کے وزن میں کمی ہونے کی وجہ سے اُسے گھمانے کے لئے زور زیادہ لگانا پڑتا ہے۔ اس لئے اب اس کا وزن ٹھیک کر لیا جائے گا۔

یہ نئی تکلی رفتار میں پرانی تکلی سے کم نہیں ہے۔ اس کے دوسرے فائدے اور نقصان نیچے لکھے جا رہے ہیں۔

فائدے:- (۱) آج کل پیتل کی تکلی کے دام سوا دو آنے ہیں۔

ٹین کی پینڈی والی تکلی اس سے آدھے داموں میں بِک جاسکے گی۔
(۲) اس تکلی کو بنانے کے لئے لیتھ کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اوزار سے کسی بھی دیہات میں آسانی سے بنائی جاسکتی ہے۔ مدرسے کے بچوں سے بھی یہ پینڈیاں بنوائی جاسکتی ہیں اور یہ چیز تعلیم کا ایک اچھا خاصہ ذریعہ ہو سکے گی۔
نقصان :- (۱) پیتل کی پینڈی کی بہ نسبت یہ نئی ٹین کی پینڈی کمزور ہوتی ہے۔ اس کے ڈھیلے ہو جانے کا بھی کسی قدر اندیشہ ہے۔ مدرسے کے بچے شاید اسے بہت جلد خراب کر ڈالیں گے۔

مہاراشٹر کھادی پتر کا سے ماخوذ — کرشن داس گاندھی

[نوٹ :- میرے خیال میں ٹین کی پینڈی کے بارے میں چند باتیں کہنے سے رہ گئی ہیں۔ ایک تو ٹین کی چادر کاٹنے کے لئے پرکار اور ٹین کاٹنے کی قینچی درکار ہوگی۔ دوسرے یہ بھی شبہ ہے کہ ہاتھ سے کاٹنے میں آیا پینڈی بالکل ٹھیک ٹھیک گول کٹ بھی جائے گی یا نہیں اور اس کا مرکز ٹھیک رکھا جاسکے گا یا نہیں۔ اگر پینڈی کی گولائی اور مرکز کے ٹھیک جگہ پر ہونے میں ذرا بھی فرق پڑا تو اس کا اثر تکلی کی رفتار پر پڑے گا۔ یو۔ پی۔ کے بنیادی اسکولوں میں بانس کی تیلیوں اور کھپریل کی پینڈیوں سے تکلیاں بنوائی جاتی ہیں۔ ان تکلیوں کا بنانا آسان بھی ہے اور ان میں یہ بات بھی ہے کہ پینڈی کے موٹے اور بھاری ہونے کی وجہ سے گولائی اور مرکز کا تھوڑا سا فرق بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن سوت بھی ان سے اچھا نہیں کت سکتا۔ ٹین کی پینڈیوں کے استعمال کے بارے میں جو لوگ تجربہ کر کے دیکھنا چاہیں، وہ مہربانی کر کے اپنے تجربوں کے نتیجے اور مشورے "نئی تعلیم" میں چھپنے کے لئے بھیج دیں۔

چندر گپت بانشٹے]

ریاستوں میں بنیادی تعلیم

بہار، یو۔ پی، بمبئی، صوبہ دہلی وغیرہ میں تو سرکار کی طرف سے بنیادی تعلیم کے اسکول اور ٹریننگ اسکول چل ہی رہے ہیں، ان کے علاوہ بہت سے آزاد ادارے بھی اس تعلیم کے ادارے میں بہت قیمتی حصہ لے رہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ادارے دیسی ریاستوں کے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ تعلیم کے اس نئے تجربے میں دیسی ریاستوں نے کافی حوصلہ دکھایا ہے۔

کشمیر

ریاستوں میں بنیادی تعلیم کا جو کام ہو رہا ہے، اس میں پہلا نمبر ریاست کشمیر کا آتا ہے۔ کشمیر کی خاص بات یہ ہے کہ بنیادی تعلیم کا تجربہ خود ریاست کی طرف سے سرکاری محکمۂ تعلیم چلا رہا ہے اور اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ ساری ریاست کے بچوں کے لئے بنیادی تعلیم لازمی کر دی جائے۔ ریاست کشمیر کے محکمۂ تعلیم کے موجودہ ڈائرکٹر خواجہ غلام السیدین صاحب بنیادی تعلیم کا خاکہ تیار کرنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ انھیں کی تحریک سے اور انھیں کی نگرانی میں ریاست نے یہ قدم بڑھایا ہے۔ بنیادی تعلیم کے لئے سری نگر میں ایک بیسک ٹریننگ اسکول کھولا گیا ہے۔ اب تک اس اسکول سے ۱۰۰ استادوں کی ٹولی تعلیم پا کر نکلی ہے اور انھی استادوں کی مدد سے ریاست میں ۶۰ بنیادی اسکول کھولے جاچکے ہیں۔ اب استادوں کی دوسری ٹولی تیار ہو رہی ہے۔

اوندھ

ایک اور ریاست جو تعلیم کے اس نئے تجربے میں حصہ لے رہی ہے اوندھ کی ہے۔ یہ ریاست ہے تو چھوٹی سی لیکن ترقی پسندی میں بڑی بڑی ریاستوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ریاست کے نئے دستور میں ریاست کے تمام بچوں کے لئے مفت بنیادی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ ابھی تک یہاں بنیادی تعلیم کا کوئی ادارہ تو نہیں کھل سکا ہے پر محکمۂ تعلیم کے بہت سے افسروں نے بنیادی تعلیم کی ٹریننگ لے لی ہے۔ ریاست کے وزیر اعظم شری منت آپا صاحب پنت اس تجربے میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ بہت جلد یہاں بنیادی تعلیم کا تجربہ عملی صورت اختیار کرے گا۔

راج پیپلا

گجرات کے بھڑوچ ضلعے میں ایک چھوٹی سی ریاست راج پیپلا ہے۔ اس ریاست کے اوی دھا گاؤں میں جون ۱۹۳۶ء سے ونیے ودیا مندر کے نام سے ایک بنیادی اسکول گاؤں کے ایک تعلیمی شوق رکھنے والے بزرگ مگن لال ویاس کے حوصلے اور تحریک سے قائم کیا گیا تھا۔ اس تجربے سے ریاست کو بہت ہمدردی ہے اور اس کی طرف سے کچھ سالانہ امداد بھی ملتی ہے۔ اس اسکول کے کام کا تھوڑا سا حال "ایک قدم آگے" میں چھپ چکا ہے۔

دیاورا

بھوپال ایجنسی میں راج گڈھ ریاست کے دیاورا نامی قصبے میں پچھلے تین چار ماہ سے بنیادی تعلیم کا تجربہ شروع ہوا ہے۔ استادوں کی تیاری کے لئے ایک ٹریننگ کلاس کھولا گیا ہے اور چار پرائمری درجوں کی سات جماعتوں میں نئی تعلیم کے مطابق پڑھائی شروع کر دی گئی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ ریاست کے افسر اور رعایا دونوں اس تجربے میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔

پلانی

ریاست جے پور میں پلانی ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ یہی قصبہ برلا خاندان کی جائے پیدائش ہے اور اسی خاندان کی کوششوں اور حوصلوں سے آج یہ قصبہ تعلیم کا ایک مرکز بنا ہوا ہے۔ یہاں کے اسکول اور کالج میں

شروع ہی سے دستکاری پر اور طالب علموں کی اپنی محنت سے کمائی کرنے کے اصول پر زور دیا جاتا رہا ہے۔ پچھلے ایک سال سے یہاں دوسری تعلیمی دستکاریوں کے ساتھ ایک بنیادی اسکول بھی کھول دیا گیا ہے۔ اسکول سے لگا ہوا ساٹھ بیگھے زمین کا ایک ٹکڑا ہے اور کھیتی کے کام کے لئے بیلوں کی ایک جوڑی بھی موجود ہے۔ اسکول میں کتائی، دھنائی، بُنائی، کاغذ سازی اور گتے کے کام کی دستکاریاں شروع کردی گئی ہیں

بنیادی تعلیم کا ابھی پہلے تین درجوں ہی میں تجربہ ہو رہا ہے اور اس تجربے میں کافی کامیابی ہورہی ہے۔ لیکن خود ریاست بھر میں پورے شاید ابھی اس تجربے کی ابھی نہیں بھری ہے۔

کیا ہم امید کریں کہ دوسری ریاستیں بھی تعلیم کے اس نئے دیسی ڈھنگ کا تجربہ شروع کرکے اپنی ترقی پسندی کا ثبوت دیں گی؟

گروکل کانگڑی میں بنیادی تعلیم

[کانگڑی کی گروکل یونیورسٹی ایک مشہور ادارہ ہے۔ ہندوستان کی قومی تعلیم گاہوں میں اس کا بہت اہم درجہ ہے۔ مہاتما منشی رام (سوامی شردھانند) نے پرانے ویدک طریقۂ تعلیم کو دوبارہ جاری کرنے کے لئے قریب ۴۰ سال پہلے اسے قائم کیا تھا اور اُس وقت سے یہ ادارہ برابر ترقی کرتا رہا ہے۔ گروکل کے پڑھے ہوئے بہت سے لوگوں نے سیاسی، ادبی اور تعلیمی میدان میں اچھا کام کیا ہے۔ گروکل میں تمام تعلیم ہندی زبان میں دی جاتی ہے۔

۱۹۳۹ء میں وردھا میں جو تعلیمی کانفرنس ہوئی تھی، اس میں گروکل کے صدر آچاریہ ابھے دیو نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ وہ شروع ہی سے بنیادی تعلیم کے تجربے میں دلچسپی لیتے آئے ہیں۔ بنیادی تعلیم کی ٹریننگ کے لئے گروکل کے دو طالب علم وردھا بھیجے گئے تھے۔ ان کی مدد سے اور نالواڑی آشرم کے ایک خاص کتائی کے ماہر شین صاحب کی نگرانی میں بنیادی تعلیم کا تجربہ شروع کردیا گیا ہے۔ دو ڈھائی مہینے کی جو رپورٹ ہمیں ملی ہے وہ بہت امید دلانے والی ہے۔ اس کے کچھ حصے اور آنکڑے یہاں دئے جاتے ہیں۔ مدیر]

مربوط تعلیم ابھی صرف پہلی اور دوسری جماعت میں دی جاتی ہے۔ ریاضی، جغرافیہ، تاریخ، مادری زبان، سماج کا علم اور جنرل سائنس کے مضمون ربط کے تینوں مرکزوں کے ذریعے پڑھائے جاتے ہیں۔ اس تعلیم سے طالب علموں کے شوق، تعلیم کو اپنانے کے مادے اور پڑھائی سے عام دلچسپی میں صاف ترقی ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ پڑھائی میں ان کا شوق بڑھ گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ استادوں کو یہ فائدہ پہنچا ہے کہ ان کے سامنے ایک خاص مقصد ہوگیا ہے جو ہر وقت ان کے سامنے رہتا ہے۔ مربوط مضمونوں کی ایک کتاب بھی تیار ہوگئی ہے جس میں کتائی کو بنیاد قرار دے کر حرفوں کی پہچان سکھائی گئی ہے۔

کتائی کے لئے یہاں ہر روز ڈیڑھ گھنٹہ وقت دیا جاتا ہے، آدھ گھنٹہ پڑھائی کے شروع میں اور ایک گھنٹہ بعد میں۔ پچھلے دو مہینوں میں کتائی میں جو ترقی ہوئی ہے اس کے آنکڑے نقشہ نمبر ۱ میں دئے گئے ہیں۔ اس میں روزانہ ڈیڑھ گھنٹے کے حساب سے پہلے درجے کے بچوں کے ہاتھ کے کتے ہوئے سوت کی تفصیل دی گئی ہے۔

نقشہ نمبر ۱

عرصہ	کاتنے والوں کی تعداد	کتائی کے کل دن	سوت تولے	سوت کا نمبر	کل مزدوری			کپاس کی قیمت			باقی مزدوری		
					پائی	آنے	روپے	پائی	آنے	روپے	پائی	آنے	روپے
پہلی جون سے ۱۳ جون تک	۱۴۵	۹	۳۳۴	۱۱	۹	۱۲	۴	۳	۱۱	۱	۶	۲	۳
۱۴ ، ۲۶ ، ،	۱۶۶	۱۰	۷۶۶	۱۱	-	۷	۹	۳	۱۳	۱	۹	۹	۷
۲۷ ، ۹ جولائی ،	۱۶۸	۱۱½	۱۰۸۳	۱۱	۶	۱۰	۹	۳	۱۱	۱	۳	۱۵	۷
۱۰ جولائی ، ۲۳ ، ،	۱۶۳	۱۰¼	۹۶۸	۱۲	۶	۱۲	۱۳	۹	۱۰	۲	۹	۱	۱۱
۲۴ ، ، ۲ اگست ،	۱۴۴	۱۰¼	۵۴۰	۱۲	۶	۴	۸	۹	۱۴	۱	۹	۵	۶
۳ اگست ، ۱۶ ، ،	۱۴۰	۱۱½	۱۰۶۵	۱۲	-	۲	۱۶	۳	۷	۲	۹	۱۰	۱۳
کل	اوسط ۱۵۹	۶۲½	۴۷۷۴		۳	۲	۶۳	۹	۴	۱۲	۹	۱۳	۴۶

نقشہ نمبر ۲

آدھ گھنٹے کی ایک ایک جماعت کے کام کا نتیجہ

جماعت	طالب علموں کی تعداد	کل تار	زیادہ سے زیادہ تار	کم سے کم تار	اوسط تار
دوم (الف)	۱۸	۶۲۷	۷۳	۱۳	۳۸
" (ب)	۲۲	۹۰۸	۹۸	۱۲	۴۱
سوم (الف)	۲۲	۶۳۹	۴۹	۹	۲۹
" (ب)	۲۲	۱۰۶۳	۸۲	۱۳	۴۸
چہارم (الف)	۲۲	۱۱۰۴	۷۳	۳۱	۵۰
" (ب)	۲۲	۱۱۷۰	۱۰۳	۳۱	۵۳
پنجم	۴۲	۲۶۶۵	۱۰۳	۳۷	۶۳

ذاکر حسین کمیٹی کے نصاب تعلیم کے مطابق پہلے درجے میں ۶ ماہ بعد طالب علموں کے تاروں کی اوسط تعداد ۴۰ اور ایک سال بعد ۵۳ ہونی چاہیئے۔ اس نظر سے دیکھا جائے تو اوپر کے دو مہینوں کے کام کا نتیجہ اطمینان دلانے والا ہے۔

نقشہ نمبر ۳

عرصہ	فی صدی ردّی
۱ جون سے ۱۳ جون	۱۱٫۷
۱۴ " " ۲۶ "	۹٫۷
۲۷ " ۹ جولائی	۸٫۷
۱۰ جولائی " ۲۲ "	۳٫۲
۳ اگست " ۱۳ اگست	۱٫۲

دھنائی کے لحاظ سے بھی اسکول اب اپنی ضرورت آپ پوری کرنے کے قابل ہو گیا ہے اس لئے کہ طالب علم ½ گھنٹے میں ۱۰ تولے روئی دھن کر پونیاں بنا لیتے ہیں۔ یہ پونیاں بازار کی پونیوں سے اچھی ہوتی ہیں۔

ہری دتا

"نئی تعلیم" کے خریداروں کو چند اطلاعیں

(۱) "نئی تعلیم" عام طور پر ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے اور احتیاط سے خریداروں کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔

(۲) اگر کسی مہینے میں ۲۵ تاریخ تک "نئی تعلیم" نہ پہنچے تو پہلے اپنے یہاں کے ڈاک خانے سے پوچھ گچھ کیجئے اور پھر ہمیں لکھئے ۲۵ تاریخ کے بعد رسالے کے نہ ملنے کی شکایتوں پر غور کرنا مشکل ہو گا۔ بہت سے خریدار پچھلے بہت سے مہینوں کا رسالہ نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں۔ آئندہ سے ہم اس قسم کی شکایتوں پر غور نہ کر سکیں گے۔

(۳) پتہ تبدیل کرانے کی اطلاع ہمارے پاس دس تاریخ سے پہلے پہلے آجانی چاہیئے ورنہ ہم دوبارہ رسالہ بھیجنے کے لئے مجبور نہ ہوں گے۔ جن صاحبوں کو تھوڑے ہی عرصے کے لئے پتہ تبدیل کرانا ہو وہ اتنے عرصے کے لئے اپنے یہاں کے ڈاک خانے سے انتظام کر لیں۔

(۴) خط کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے ورنہ پتہ لگانا یا لکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور جواب دینے میں اکثر دیر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چندے کا روپیہ بھیجتے وقت منی آرڈر کوپن پر بھی خریداری نمبر لکھ دیا کیجئے۔

(۵) چندہ ختم ہونے کی اطلاع ہمارے یہاں سے وقت پہلے دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی چندے کی رقم منی آرڈر سے بھیج دینی چاہیئے اس لئے کہ ایسی صورت میں خریدار وی۔پی کے محصول کی رقم (۳) سے بچ بھی جاتے ہیں اور رسالے کے پہنچنے میں دیر بھی نہیں ہوتی۔

ماہانہ یادداشتوں کی ڈائری

جب تک بنیادی جماعتوں کے روزانہ کے کام کی باقاعدہ اور مرتب طریقے سے یادداشتیں نہ رکھی جائیں اس وقت تک یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گا کہ بنیادی نصاب تعلیم پر عمل کرنے سے کتنی کامیابی ہوئی اور کیا کیا دقتیں پیش آئیں۔ اسی خیال کو سامنے رکھ کر ہندستانی تعلیمی سنگھ نے ماہانہ یادداشتوں کے لئے ڈائریاں چھپوائی ہیں جن میں استاد اپنے کام کی تفصیلی یادداشتیں رکھ سکتے ہیں۔ ان میں ریاضی، دستکاری، مادری زبان، سماج کے علم، جنرل سائنس، ڈرائنگ، موسیقی، جسمانی تربیت اور کتائی کے آنکڑوں کے لئے الگ الگ صفحے ہیں اور انھیں بھرنے کے لئے ہدایتیں درج ہیں۔ یہ ڈائریاں تعلیمی کام کی جانچ کا بھی اچھا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

ایک ڈائری کی قیمت ۲ رکھی گئی ہے۔

یہ ہندستانی تعلیمی سنگھ، سیواگرام، وردھا سے طلب کی جا سکتی ہیں۔

فہرست مضامین

برنٹر پبلشر: حامد علی خاں — مطبوعہ: جدید برقی پریس — مدیر: آکشاد یوی

جلد ۲، نمبر ۱۲ | دہلی، دسمبر ۱۹۴۰ء | قیمت سالانہ عہ

بنیادی اسکولوں کے لئے پڑھائی کی کتابیں

["نئی تعلیم" کے نومبر کے نمبر میں "بنیادی تعلیم کا ادب" کے نام سے ایک مضمون چھپا تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ بہار کے ایجوکیشن بورڈ نے بنیادی تعلیم کے ادب کی تیاری شروع کردی ہے۔ اس کام کی پوری ذمہ داری پٹنہ ٹریننگ اسکول کے پروفیسر شری یت شوکمار لال کو سونپی گئی ہے۔ اس سلسلے میں شوکمار لال صاحب نے اپنے خیالات ہمارے پاس لکھ کر بھیجے ہیں۔ ہم ان خیالات کو یہاں چھاپ رہے ہیں۔ ان خیالات میں بہت سی کام کی اور پتے کی باتیں موجود ہیں بنیادی تعلیم کے دوسرے کام کرنے والے صاحبان سے بھی ہماری گذارش ہے کہ وہ اپنے تجربے اور خیالات "نئی تعلیم" میں چھپنے کے لئے بھیجیں جن سے اس مسئلے کے ہر پہلو پر روشنی پڑسکے اور بنیادی تعلیم کے ادب کی تیاری میں مدد مل سکے۔] مدیر

...

بنیادی تعلیم کے نصاب پر غور کیجئے تو سارے نصاب کا نچوڑ یہ نکلتا ہے کہ بنیادی اسکولوں میں دراصل کتابوں کی پڑھائی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان اسکولوں میں اول تو بچوں کو کسی نہ کسی کمائی کے حرفے کے ذریعے ہر طرح کی واقفیت خود حاصل کرنی ہے۔ پہلے پہلے تو یہ واقفیت زبانی حاصل کی جائے گی۔ اس کے بعد آگے چل کر اسی واقفیت کے سہارے لکھنے پڑھنے کی مشق کرائی جائے گی۔ واقفیت، حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ مشاہدہ ہوگا یعنی اپنے آس پاس کی چیزوں اور واقعات پر سمجھ بوجھ سے غور کرنا۔ مشاہدے کا میدان اتنا وسیع ہے کہ اگر اس سے پورے دھیان اور سمجھ کے ساتھ کام لیا جائے تو ایک طرف زمین سے لے کر آسمان تک اور دوسری طرف بابا آدم سے لے کر آج تک کے زمانے کے بے شمار واقعات، نتیجے اور اُن کے راز بچوں کے سامنے روشن ہو جائیں۔ اس طریقے سے جو علم حاصل ہوگا وہ عملی فلسفے اور بچوں کی ذہنی نشوونما ہر دو نظر سے اس علم سے ہزار درجے قیمتی اور کارآمد ہوگا جو عام طور پر کتابوں سے حاصل کیا جاتا رہا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قدرت کی کتاب کے ورق اتنی آسانی سے نہیں اُلٹے جاسکتے ہیں جتنی آسانی سے کتابوں کے ورق اُلٹے جاسکتے ہیں۔

قدرت کی کتاب میں چھپے ہوئے رازوں کو سمجھنے کے لئے بچوں کو ایک ایسے استاد کی رہنمائی کی ضرورت ہے جس کی علمیت مسلّم ہو اور جسے چیزوں کو دیکھنے اور ان کے سمجھنے اور ان کی تہ تک پہنچنے کا چسکا پڑگیا ہو۔ استاد کی رہنمائی کے علاوہ انھیں ایک اچھے کتب خانے کی ضرورت ہے جہاں سے وہ اپنی رات دن اُٹھنے والی علم کی پیاس کو بجھا سکتے ہوں۔

ہم نے یہ باتیں ایک بلند مقصد (Ideal) کے ماتحت کہی ہیں لیکن عملی اعتبار سے دیکھئے تو نہ تو ہمارے پاس ایسے استادوں کی کافی تعداد میں موجود ہیں اور نہ ہم بچوں سے ایسی امید کرسکتے ہیں کہ وہ ہر روز کافی توجہ اور لگاؤ کے ساتھ قدرت اور اپنے آس پاس کا ایسا مشاہدہ کرسکیں گے جس سے انھیں اونچے ہوئے معیار کے مطابق علم حاصل ہوسکے۔ جب حالات یہ ہوں تو ہمیں مجبور ہوکر کتابوں کا سہارا لینا ہی پڑتا ہے۔

کتاب کی ضرورت محسوس کرلینے کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان کتابوں میں کس طرح کے مضمون دئے جائیں، ان کے پیش کرنے کا ڈھنگ کیا ہو اور ان کی زبان کس طرح کی ہو۔ مضمونوں کا انتخاب اس طرح کا ہونا چاہئے جس سے بنیادی تعلیم کا مقصد اور اس کے پیچھے جو ارادے چھپے ہوئے ہیں وہ پورے ہوسکیں۔ اس قسم کے چند مضمونوں کا ذکر ہمارے نصاب میں بھی موجود ہے۔ ہم سر دست یہاں صرف دو جماعتوں یعنی دوسری اور تیسری جماعتوں کے بارے میں کچھ کہیں گے۔ (پہلی جماعت میں کسی طرح کی کتاب کی پڑھائی کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے) دوسرے درجے کے نصاب میں ضروری مضمون یہ ہیں۔ (۱) قدرت کا مطالعہ (۲) سماجی ماحول۔ بچے کا گھر، اسکول اور گاؤں (۳) تندرستی اور بدن کی صفائی (۴) سماج کے فائدے کی انجمنیں (۵) پیشے اور حرفے (۶) تہوار (۷) قصے کہانیاں (۸) دوسرے ملکوں کے بچوں کی زندگی۔ تیسرے درجے کے لئے ان مضمونوں کے علاوہ حضرت محمدؐ، حضرت عیسیٰؑ اور مہاتما بدھ وغیرہ کی زندگی کے حالات شامل کرنے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پیشے اور حرفے کے مضمونوں کے علاوہ باقی قریب قریب سبھی مضمون پرانے ڈھنگ کی پڑھائی کی کتابوں میں نظر آتے ہیں مگر مضمونوں کے ایک سے ہونے سے ہمیں یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس لحاظ سے نئی

اور پرانی کتابیں بھی ایک سی ہو جائیں گی۔ ایسا نہیں ہوگا۔ چونکہ تعلیم سے ہمارا مقصد ہی بالکل بدل چکا ہے اس لئے انھی پرانے مضمونوں کو ہم بالکل دوسری طرح دیکھیں اور سمجھیں گے۔ ان مضمونوں کے ملتے جلتے ہونے پر بھی ہماری کتابوں کے مضمونوں کی شکل بہت کچھ بدلی ہوئی ہوگی۔ انھی پرانے مضمونوں پر اب جو سبق لکھے جائیں گے ان کے لئے بہت کچھ چھان بین، بوجھ بوجھ، تجربے، مشاہدے اور مطالعے کی ضرورت ہوگی۔ بہت سے مضمون اتنے بڑے ہیں کہ ان کے بہت سے پہلو پرانی کتابوں کے سبقوں میں بھی موجود نہیں ہیں۔ ان پہلوؤں کا پتہ لگانا بھی آسان کام نہیں ہے۔ ہم نے ان کا پتہ چلانے کے لئے تین طریقے اختیار کئے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ بچوں سے دوسرے تخلیقی کاموں کے علاوہ ایک خاص قسم کا مضمون اور بھی لکھوایا کرتے ہیں۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ دس پندرہ جملے کسی ایسی بات پر لکھیں جو انھوں نے گذشتہ کل کو دیکھا یا سنا ہو یا جو کسی طرح سے اُن کے دماغ میں آگئی ہو۔ ان مضمونوں کو پڑھنے سے آہستہ آہستہ ہمارے سامنے ان بچوں کی دنیا آتی جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا جاتا ہے کہ ان باتوں سے بڑوں کا بھی کچھ کم تعلق نہیں ہے۔

ہمارا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم بڑی توجہ اور دھیان سے بچوں کے ایسے سوالوں کو چن چن کر نوٹ کر لیتے ہیں جو وہ درجے میں استادوں سے پوچھتے ہیں اور جن کے اندر کبھی کبھی بڑے مزے کی باتیں چھپی ہوتی ہیں۔ ہماری تیسری کوشش یہ ہوتی ہے کہ استاد گاؤں والوں کے ساتھ جہاں تک ہو سکے اس طرح گھل مل کر رہیں کہ ان لوگوں کے رہن سہن، کاروبار، رسم و رواج، سلوک، برتاؤ وغیرہ سے ان کو براہ راست واقفیت حاصل ہوتی رہے۔

ان طریقوں پر عمل کرنے سے جو باتیں ہمارے سامنے آئی ہیں ان میں سے چند اشارے کے طور پر ہم یہاں لکھتے ہیں۔

(۱) لوگوں میں اندھے عقیدے رواج پا گئے ہیں انھیں کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔

(۲) لوگوں میں ایسی عادتیں اور عقیدے جو ہیں تو معقول لیکن جن کو نئی روشنی والے اندھے عقیدے کہتے ہیں۔

(۳) توہمات پرستی (Superstition)، راکشس، بھوت، ڈائن وغیرہ۔

(۴) کھیل کود، ہنسی مذاق، گھومنا پھرنا۔

(۵) عام طور پر تجربے میں آنے والے مسائل۔ پورب ہوا سستی اور بیماری پیدا کرتی ہے۔ یہ کیوں؟ پچھوا ہوا سے چستی اور تیزی آتی ہے۔ یہ کیوں؟ برسات میں دھوپ نہیں رہتی لیکن پھر بھی گرمی بہت ہوتی ہے یہ کیوں! خاص خاص موسم اور مہینوں ہی میں خاص خاص تہوار کیوں منائے جاتے ہیں!

(۶) باہر کے لوگ بستی کو چھوڑتے ہیں جیسے مہاجن وغیرہ

(۷) دنیا کی سب سے پہلی کھیتی، سب سے پہلے جو کھانا پکا کر کھایا گیا ہوگا اور سب سے پہلے جو گھر بنا ہوگا وہ کیسا رہا ہوگا۔

(۸) کون سا غلہ کب اور کہاں سے آیا ہوگا۔ اسی طرح پھل کا بھی مضمون ہے۔

(۹) بہت سے پیشے والے اور دستکار جو پہلے کبھی سکھی تھے اب تباہ ہو گئے۔ کیا وجہ ہے!

(۱۰) بستی کی صحت و صفائی سے وہاں کے خاص خاص پیشہ وروں کا تعلق۔ نائی، دھوبی، کمہار، جلاہا، گوالا، تیلی، حلوائی، پنہارا، بنیا، حکیم، اوجھا (عامل)، جوتشی وغیرہ۔

(۱۱) ملک یا صوبے کی تاریخ کا کسی مقامی عمارت، کھنڈر، خاندان، پوشاک یا کسی اور چیز کے ساتھ تعلق۔

(۱۲) خاص خاص برہوں، لوریوں اور دوسرے رواج پائے ہوئے گیتوں کو جمع کرنا جن سے مقامی تاریخ اور رہن سہن پر کچھ روشنی پڑتی ہو۔

(۱۳) نٹوں، مداریوں، بنجاروں وغیرہ خانہ بدوش قوموں کا حال۔

(۱۴) مختلف پودوں اور درختوں کے فائدے اور نقصان اور ان کے خاص خاص استعمال۔ جامن کی لکڑی سے کنویں کا چک بنانا۔ سیوار (ایک قسم کی گھاس جو پانی کی سطح پر پیدا ہوتی ہے) سے چینی کی صفائی۔ املی کی لکڑی کا کوئلہ، ارجن اور ببول کی چھال سے رنگ تیار کرنا۔ مولسری کی چھال دانت کے درد کی دوا ہے۔ نیم کی چھال پھوڑے پھنسیوں کے لئے اور اس کی پتیاں چیچک کی بیماری میں مفید ہیں۔ ان چیزوں کے متعلق قصے کہانیاں۔

(۱۵) مختلف جانوروں کا آدمی کی زندگی سے تعلق — جنگلی جانور اور پالتو جانور۔ جانوروں کو پالنا۔ اُن کی عمر، ان کی بیماریاں اور دوا دارو۔ ان کی نسل کی اصلاح۔ جانوروں کے خاص اوصاف جیسے گدھے کو چیچک اور بکری کو دق نہ ہونا۔ گھوڑے کی لید سے ٹی ٹنے نس کا ڈر۔

(۱۶) سیاحوں سے سنی ہوئی چند منتخب سیروں کا بیان۔ مکہ مدینہ، کیلاش، رامیشورم، اجمیر، کاشی، بمبئی، کلکتہ، کشمیر، تبت وغیرہ

اب ہم ان سبقوں پر غور کریں گے جن کا تعلق پیشوں یا دستکاریوں سے ہے۔ پیشے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو مدرسوں میں پڑھائے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو بستی میں مختلف لوگوں کے ہوتے ہیں۔ نیچے کے درجوں میں زیادہ تر پہلی قسم کے پیشوں کے متعلق سبق پڑھانے چاہئیں۔ دوسری قسم کے پیشوں میں سے دو ایک ایسے پیشے منتخب کرنے چاہئیں جنھیں بچے ہر وقت روزانہ دیکھا کرتے ہیں اور جن سے ان کو قدرتی طور پر دلچسپی ہو سکتی ہے جیسے کمہار، جلاہا، لوہار، بڑھئی وغیرہ کے کام۔

اسکول میں پڑھائے جانے والے پیشوں کے اور کس قسم کے سبق ہونے چاہئیں، یہ بات بھی معلوم کرنے کی ہے۔ ایسے سبقوں کی کسوٹی یہ ہونی چاہئے کہ بچے ان کو سمجھ کر پڑھ سکیں اور انھیں پڑھتے وقت ان کو دلچسپی محسوس ہو۔ کوئی سبق ایسا بھی نہ ہو جس میں ایک ہی وقت میں بہت سی باتوں کی اہمیت جتائی گئی ہو۔ ہر سبق کو اپنے پیام کا الگ الگ حامل ہونا چاہئے۔ وہ پیام چھوٹے بچوں تک آسانی سے پہنچ سکے اور انھیں پڑھ کر ان کو وہی خوشی حاصل ہو جو خود اپنے تجربوں کے ذریعے کسی راز کے معلوم کرنے سے ہوتی ہے۔

اب ہم ان سبقوں کے کچھ نمونے یہاں دیں گے جو ہم نے اب تک تیار کئے ہیں۔

(۱) کتائی، دھنائی اور بُنائی سے تعلق رکھنے والے سبق جیسے "کتائی کا دنگل" "دھنائی کس کی اچھی رہی" وغیرہ

(۲) "دو پیشوں کی بحث" (نثر یا نظم میں)۔ "چچا دہر نے بھیجے یا بھتیجی (دنگل)"۔

(۳) رواج پائی ہوئی کہانیاں جو ربط کے لحاظ سے کچھ بدل دی گئی ہیں۔

(۴) پیشوں سے تعلق رکھنے والی اور دوسری نصیحت آموز کہانیاں کس طرح لائی جا سکتی ہیں — پیپتے کیوں پھل نہیں لائے؟

(۵) آس پاس کے لوگوں پر اسکول کا اثر۔ "کہاں بھیک مانگنا اور کہاں کاتنا!"

(۶) لوگوں کے بے حقیقت ڈروں کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے؟ "راکشس بوتل میں بند۔"

(۷) تندرستی اور بدن کی ترقی کے متعلق سبق "جامن کے پیڑ سے ڈاکٹر کی تباہی" "الونیم کے کٹورے کا دودھ۔"

(۸) سماج کا علم اور قدرت دونوں کے ایک ساتھ سبق۔ "کیا لالٹین میں بھی جان ہے!"

(۹) مطالعۂ قدرت سے تعلق رکھنے والے سبق جن کے ذریعے بچوں کا دھیان مختلف جانوروں کی طرف ٹھیک طور پر دلایا جا سکتا ہے۔ "بغیر ہاتھ پاؤں کا مددگار (کینچوا)۔" "مُن مُن اور چُن مُن (بکری اور بھیڑ کا بچہ)۔"

(۱۰) پیشے اور سائنس دونوں ساتھ ساتھ۔ "کسان کے دوست۔"

(۱۱) کھیل، پیشہ اور تفریح تینوں ایک ساتھ۔

(۱۲) سماجی ماحول۔ "شادی یا بربادی"۔ "اچھوت کون ہے؟"

(۱۳) مختلف ملکوں کے بچوں کی زندگی۔ "برف کے گھر والے۔"

(۱۴) تہوار "دیوالی" "عید"۔

(۱۵) گاؤں کی صنعتوں کی دوبارہ ترقی۔ "کولھو پھر چلنے لگا۔"

(۱۶) رواج پائے ہوئے دیہاتی قصے کہانیاں۔

(۱۷) اچھی کہاوتیں۔ "پانی برسے اور مچھلی مرے"۔ "ناخن بڑھیں تو درخت تباہ ہو۔"

(۱۸) معیاری باتیں "ایک نمونے کا پڑوسی" "ایک نمونے کا کنبہ۔"

(۱۹) پیشوں سے تعلق رکھنے والے گیت "سنہرا پیڑ (کپاس)" "پیاری ڈھکلی" "تکلی کا ناچ۔"

(۲۰) اچھی باتیں۔ "میٹھے بول" (نظم)

(۲۱) سیریں "گاؤں کی سیر۔"

وغیرہ وغیرہ

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح نئی کتابوں میں دئے جانے والے مضمونوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ مقامی حالات اور ماحول کے مطابق بے شمار باتوں پر سبق تیار کئے جا سکتے ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان الگ الگ باتوں کو پیش کرنے کا ڈھنگ کیا ہو۔

معمولاً اس طرح کے نئے سبق تین طریقوں سے لکھے جا سکتے ہیں۔ ایک قصے کہانی کے طریقے پر، دوسرے بات چیت (مکالمے) کی شکل میں، تیسرے بیان کرنے کے ڈھنگ سے۔ ان تینوں طریقوں میں صرف پہلا اور دوسرا طریقہ عام طور پر بچوں کو بھاتا ہے اور اسی لئے ہم نے انہی دو طریقوں کا سہارا لیا ہے۔ تیسرا طریقہ غیر دلچسپ ہوتا ہے اور بچوں کی کتابوں میں اس طریقے کو نہیں برتنا چاہئے۔

سب سے آخر میں ایسان کی زبان کا سوال آتا ہے۔ اس مسئلے میں ہمیں راستہ دکھا دیا گیا ہے۔ ہم اسی راستے پر چل کر ہندوستانی زبان کے استعمال کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارا یقین بھی ہے کہ کم سے کم نئے درجوں میں تو یہی زبان ہونی چاہئے۔ بہار میں آج پانچ چھ سال سے تیسرے درجے تک یہی زبان کام میں لائی جاتی ہے۔

نئی تعلیم کے استادوں کے لیے جس ادب کی ضرورت ہے، اُسے تیار کرنا کچھ کم مشکل کام نہیں ہے۔ سچ پوچھئے تو اس کے لئے سب سے زیادہ چھان بین، مطالعے اور یادداشتیں جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر ہمارے جو خیالات ہیں ان پر بھی کبھی روشنی ڈالی جائے گی۔

شوکمار لال

چھوٹے دیہاتی اِسکول

(پچھلے مضمون سے آگے)

بچے کی تعلیم کے تین حصے ہیں۔ ایک تو خود بچہ اور اس کا سماجی ماحول یعنی اس کے گھر اور گاؤں کی زندگی، دوسرا حصہ ہے تعلیم کا ذریعہ اور تیسرا استاد۔ تعلیم کے جس طریقے میں یہ تینوں حصے ایک ساتھ مل کر کام کریں وہ طریقہ سماج کی ایک زندہ اور پُراثر طاقت کی شکل میں کام کرتا ہے۔ لیکن جہاں ان تینوں حصوں میں سے کسی ایک حصے پر دباؤ پڑتا ہے یا اُسے اپنا پورا پورا عمل کرنے کا موقع نہیں ملتا، وہاں سارے تعلیمی نظام پر اور آخر میں سارے سماج پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

جب ہم تعلیم کی تاریخ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر ملک میں ان تینوں حصوں میں سے کسی ایک حصے پر زور دیا جاتا رہا ہے اور اسی کو تعلیم کی جان سمجھا گیا ہے۔ تہذیبی دور کے شروع میں یعنی پرانے اور بیچ کے زمانے میں پورب ہو یا پچھم استاد یا گرو ہی کو سب سے بڑی جگہ دی گئی ہے اور اسی کو تعلیم کی جان سمجھا گیا ہے۔ چین، ہندوستان اور یونان پرانے زمانے کی تہذیب کے مرکز مانے جاتے ہیں۔ ان کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کی تعلیم سماج کے کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ سمجھی جاتی تھی اور استاد یا گرو کا درجہ سماج میں بہت اونچا اور عزت کا سمجھا جاتا تھا۔ مگر اس زمانے کے تعلیمی نظام میں نہ تو کوئی مقررہ نصاب ہوتا تھا، نہ تعلیم دینے کا کوئی نقشہ، اوقات، نہ کسی قسم کی عمارت۔ ہر استاد یا گرو خود ایک جامعہ (یونیورسٹی) ہوتا تھا۔ درختوں کے نیچے، پہاڑوں کی چوٹیوں پر، شہر یا گاؤں کے چوراہے پر، غرض جہاں کہیں استاد یا گرو آسن جما کر بیٹھ جاتا، وہیں طالب علم اکٹھے ہونے لگتے اور وہیں ایک مسندِ علم (Academy) قائم ہو جاتی۔ انھیں نہ عمارت کی ضرورت تھی، نہ سامان کی اور نہ کتابوں کی۔ استاد چلتے پھرتے بھی زندہ تعلیم کے چلتے پھرتے مدرسے بنے رہتے تھے۔ لیکن جتنی ان کی عزت تھی اتنی ہی ان کی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ تعلیم کا موضوع، سامان اور نصاب، طالب علم کی پوری زندگی اور اس کی پرورش اور دیکھ بھال سب کی ذمہ داری استاد پر ہوتی تھی۔ اگر تعلیم کا سارا بوجھ استاد اٹھاتا تھا تو ساتھ ہی استاد کا پورا بوجھ سماج اٹھاتا تھا۔ مغربی تعلیمی نظام کے رواج پانے سے پہلے ہندوستان میں تعلیم کا یہی پرانا ڈھنگ چلا آتا تھا اور آج بھی جہاں مغربی تعلیمی نظام کے قدم نہیں پہنچے ہیں، وہاں یہی وضع قائم ہے۔

تاریخ تعلیم کے اس دور کو ہم استادوں یا گروؤں کا دور کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد یورپ میں صنعتی اور مشینی تہذیب کی ترقی کے ساتھ جیسے جیسے تہذیب کی اہمیت بڑھتی گئی ویسے ہی ویسے تعلیم کے میدان میں بھی اس کا اثر پڑنے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم کے طریقے میں آہستہ آہستہ استاد کی اہمیت گھٹتی گئی اور سامان اور ذریعے کی اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس زمانے میں تعلیم کے انتظام میں اسکول کی عمارت، اسکول کا سامان (ڈیسک، میز، کرسی، تختہ سیاہ وغیرہ) کتابیں، نصاب، ٹائم ٹیبل وغیرہ جیسی چیزیں تعلیم کے خاص مسائل سمجھے جانے لگے اور استاد کی اہمیت کم ہونے لگی۔ مغربی تہذیب کے پھیلاؤ کے ساتھ تعلیم کے اس نئے تخیل کا اثر بھی ہر طرف پھیل گیا۔

سو برس کے قریب ہوئے، ہندوستان میں تعلیم کے نظام کا یہی زمانہ قائم ہے۔ آج جب کبھی ہم تعلیم کے متعلق سوچتے ہیں تو ہمارے سامنے سب سے پہلا اور سب سے بڑا مسئلہ رہتا ہے اسکول کی عمارت کا، سامان کا، نصاب تعلیم کا، اور ٹائم ٹیبل کا۔ جب یہ سب انتظام پورا ہو جاتا ہے تو ہمیں استاد کا خیال آتا ہے اور اخباروں میں اشتہار دے کر ہم تعلیم کے انتظام کی اس آخری اور سستی ضرورت کو پورا کر لیتے ہیں۔ پہلے جہاں استاد تعلیم کی جان تھا، وہاں اب استاد کا ہونا ایک خانہ پری سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ خود یورپ کی تعلیمی دنیا میں تو ایک نئے دور کی نشانیاں نظر آ رہی ہیں اور ہمارا ہندوستان ہے کہ یہاں تعلیم اُسی پرانے ڈھرے پر چلی جا رہی ہے۔ تعلیم کے اس نئے تخیل کے لحاظ سے اس صدی کو بچوں کی صدی (Century of the Child) کہا گیا ہے۔ تعلیم کی دنیا میں آج ایک نئی گونج پیدا ہو رہی ہے۔ بچہ ہی تعلیم کی ابتدا، انتہا اور نتیجہ ہے اور وہی تعلیم کا مرکز ہے۔ اسی کے اندر تعلیم کا موضوع، ترتیب اور ٹائم ٹیبل پوشیدہ ہوتا ہے۔ تعلیم کے طریقۂ کار میں بچہ ہی راہنما ہے اور سچا استاد بھی سچ پوچھئے تو وہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سچا تعلیمی نظام وہی ہے جو بچوں کی دکھائی ہوئی راہ پر، بچوں کے رجحانات، ان کے شوق اور دلچسپیوں کا مطالعہ کرتا ہوا، بچوں کی ضرورتوں کے مطابق تعلیم کا ڈھچر بناتا ہوا چلے۔

اس لئے اگر ہم زمانے کی رفتار کے مطابق چھوٹے دیہاتی اسکولوں کے لئے تعلیم کا اچھے سے اچھا ڈھچر تیار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے اُس دیہاتی بچے کا مطالعہ کرنا ہوگا جو تعلیم کا مرکز اور سب سے پہلا مقصد ہے۔ جن زندہ قوموں نے تعلیم کو ایک سچا اور اہم مسئلہ مان لیا ہے، ان کے یہاں ہر طرح سے بچوں کا، ان کی طبیعت کا، ان کے ذہن اور ذہنی عمل کا، ان کی [illegible] کا، ان کے گھر اور سماج کا پورا پورا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس مطالعے کے نتیجوں کی بنیاد پر تعلیم کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔

لیکن ہمارے ملک کا محکمۂ تعلیم تو صرف ایک پرزہ ہے ایک بہت بڑی مشین کا۔ اسکولوں کی عمارتیں، سامان، پڑھائی کی کتابیں، امتحان، معائنہ، نگرانی، افسروں اور انسپکٹروں کی تنخواہیں اور بھتے، یہ ہیں وہ مسائل جن کی فائلوں سے محکمۂ تعلیم کے دفتر بھرے رہتے ہیں اور ہمارے محکمۂ تعلیم کے افسروں کے دماغ انہیں فائلوں کے ورق الٹنے اور ان پر Remarks چڑھانے میں صرف ہوتے ہیں۔ اس غیر معمولی انتظام میں بھلا چھوٹے بچوں کے لئے کہاں جگہ ہو سکتی ہے اور اس کی ضرورتوں کے مطالعے کی کسے فرصت؟ رابندرناتھ ٹیگور کی ایک کہانی ہے کہ ایک راجا نے ایک طوطا پالا۔ اُس کے لئے سونے کا پنجرا بنا، اس کی پڑھائی کے لئے بڑے بڑے انتظام ہوئے۔ بڑی بڑی تنخواہوں پر مولوی اور پنڈت بلوائے گئے۔ غرض بڑے زور شور سے اس کی پڑھائی شروع ہوئی۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن یہ کسی کو پتہ نہ چلا کہ بے چارا طوطا کب کا اس دنیا سے سدھار چکا۔

ہمارے ملک کے لوگ محسوس تو کرنے لگے ہیں کہ ہمیں اپنے تعلیمی نظام کو سرے سے بدل دینا چاہئے لیکن جب تک سارا انتظام ہاتھ میں نہ آ جائے تب تک اس ذمہ داری کو بنیادی تعلیم کے کارکنوں، استادوں کو جس حد تک ہو سکے اٹھانا ہے۔ ہندوستان کے بچوں کا پورا پورا مطالعہ بھی انہی کو کرنا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کام بہت بڑا ہے اور وقت بہت کم ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ بنیادی تعلیم کے ذریعے ملک کی تعلیم کے نظام میں جو انقلاب پیدا کرنے کا ہم ارادہ کر چکے ہیں، اس کی تکمیل میں سب لوگ ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

(باقی)

ضلع کی کونسلوں کی طرف سے بنیادی تعلیم کے تجربے

ضلع رائے پور (وسطی صوبہ)

ہندستانی تعلیمی سنگھ کی پچھلے جلسہ میں یہ طے کیا گیا تھا کہ صوبوں کی میونسپل کمیٹیوں سے اور ضلع کے بورڈوں سے درخواست کی جائے کہ وہ بھی بنیادی تعلیم کے تجربے میں حصہ لیں، اپنے استادوں کو بنیادی تعلیم کی ٹریننگ دے کر وہ اپنے پرائمری اسکولوں میں ان ٹریننگ پائے ہوئے استادوں کی مدد سے بنیادی تعلیم کا کام شروع کر دیں۔

انگلستان میں تعلیم کی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اچھے تعلیمی تجربوں میں وہاں کی کاؤنٹی کونسلوں اور سٹی کونسلوں نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ہمارے ملک میں میونسپل کمیٹیاں اور ضلعوں کے بورڈوں کو تعلیم کا کام کرتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے تعلیم کے میدان میں کچھ کام کر کے دکھایا ہو۔

لیکن ہمارے سامنے ان ضلع کونسلوں میں رائے پور ضلع کونسل کی ایک بہت اچھی مثال موجود ہے۔ رائے پور مہا کوشل یعنی ہندی وسطی صوبے کا ایک ضلع ہے۔ موجودہ پرائمری تعلیم میں قومی رجحان پیدا کرنے کی کوشش یہاں کی ضلع کونسل کئی سال سے کرتی رہی ہے۔ بنیادی تعلیم کی اسکیم سے بہت پہلے اس ضلع کونسل نے اپنے اسکولوں میں کتائی کا کام شروع کرا دیا تھا اور استادوں کو "ہری جن سیوک" وغیرہ اخبار دے کر اور کبھی کبھی ان کے لئے ٹریننگ کیمپ کھول کر ان کے اندر قومی جذبے کو بیدار کرتی رہی ہے۔

پنڈت روی شنکر شکلا کئی سال تک رائے پور کی ضلع کونسل کے چیئرمین رہے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں انہوں نے اپنے ضلع کے اسکولوں میں کتائی کی تعلیم جاری کر دی تھی۔ اس کے لئے ۱۹۳۵ء میں مئی کے مہینے میں ایک ڈیڑھ مہینے کا

ٹریننگ کلاس کھولا گیا ہے جس میں تقریباً ایک سو استادوں کو دھنے اور تکلی پر کاتنے کی تعلیم دی گئی۔ کتائی کے لئے روز ۴۰ منٹ دیے جاتے تھے اسکولوں کو کتائی کا سارا سامان۔ دھنکیاں، تکلیاں، اٹیرنیں، تانت، روئی وغیرہ ضلع کونسل کی طرف سے دیا گیا۔

سنہ ۱۹۳۶ء اور سنہ ۱۹۳۷ء میں ایک ایک مہینے کے دو ٹریننگ کیمپ اور کھولے گئے جن میں ۵۰ ۔ ۵۰ استادوں کو تعلیم دی گئی۔ اس طرح فروری ۱۹۳۸ء میں رائے پور ضلع کونسل کے تقریباً ستر اسی اسکولوں میں کتائی کی تعلیم جاری تھی۔ فروری ۱۹۳۸ء میں بنیادی تعلیم کی اسکیم تیار ہوئی اور رائے پور کی ضلع کونسل نے اسے اپنے اسکولوں میں جاری کرنا طے کیا اور اپنے کچھ استاد ودیا مندر ٹریننگ اسکول وردھا میں بھیجے۔ ان استادوں کے ٹریننگ اسکول سے لوٹنے کے بعد سے مئی سنہ ۱۹۳۹ء سے بنیادی تعلیم کے تجربے پر عمل شروع کر دیا گیا۔ بنیادی تعلیم کے کام کی نگرانی اور انتظام کے لئے ایک کارکن کو آرگنائزر مقرر کر دیا گیا ان کی مدد سے ودیا مندر ٹریننگ اسکول سے جو استاد تعلیم حاصل کر کے لوٹے تھے ان کا اور جن مدرسوں میں بنیادی تعلیم کا تجربہ کیا جانا طے پایا تھا ان کے ہیڈ ماسٹروں اور کچھ اور استادوں کا ایک ٹریننگ کیمپ قائم کیا گیا۔ اس طرح جولائی سنہ ۱۹۳۹ء میں ۱۲ اسکولوں کے تیرہ ابتدائی درجوں میں بنیادی تعلیم کا تجربہ شروع کر دیا گیا۔ تعلیم پانے والے کل بچوں کی تعداد ۴۰۲ ہے بنیادی دستکاری کے لئے ضروری سامان کونسل دیتی رہتی ہے۔ اب تک ضلع کونسل نے استادوں کی ٹریننگ پر تقریباً تین سو پچاس روپے اور بنیادی اسکولوں کے سامان وغیرہ پر تقریباً ایک سو پچاس روپے خرچ کئے ہیں۔

بنیادی اسکولوں میں یادداشتیں رکھنے اور ٹھیک ٹھیک نگرانی کا کافی انتظام کیا گیا ہے۔ تجربے کو شروع ہوئے ابھی تین ہی مہینے ہوئے ہیں لیکن کام کی جو رپورٹ ملی ہے اس سے تجربے کی کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے۔ بچوں کی معمولی زندگی، ان کی صفائی، ان کا رہن سہن اور اخلاق عادات، ان کا ذمہ داری کا احساس، ان باتوں میں کافی ترقی نظر آتی ہے۔

اسکولوں میں بنیادی حرفے کے لئے "کتائی" کا کام چنا گیا ہے۔ چند اسکولوں میں باغبانی کا بھی انتظام ہے جہاں بچے کپاس اور موٹی ترکاریاں اور سبزیاں بوتے ہیں۔

کتائی کے لئے دو گھنٹے دیے جاتے ہیں۔ اس وقت میں دھنائی کا وقت شامل نہیں ہے۔ دھنائی کے لئے الگ سے وقت دیا جاتا ہے۔ پہلے درجے کے بچے اپنے لئے خود روئی دھن کر پونیاں بنا لیتے ہیں۔ کچھ اسکولوں میں تو پڑھائی شروع ہونے کے دو مہینے بعد ہی سے بچے دھنائی کرنے لگے۔ میں ان اسکولوں کی جولائی سے اکتوبر کی کتائی کی تفصیل دیتے ہیں۔

بچوں کی تعداد: کل	بچوں کی تعداد: اوسط حاضری	کتائی کے اوسط دن	کتائی کے لئے اوسط وقت روزانہ	کل سوت لچھیوں میں	سوت کا اوسط نمبر	کل سوت کی قیمت	روئی اور پونیوں کی قیمت	کتائی سے آمدنی	استادوں کی دھنائی سے نفع
۴۱۲	۳۱۰	۶۳	۲ گھنٹے	۴۴،۳	۱۰	لعہ	صہ ۱۴ر	دللعہ ۱۱۲ر	۱۱ر

رائے پور ضلع کونسل کا ہم تہِ دل سے استقبال کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دوسری ضلع کونسلوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔

ضلع مان بھوم (بہار)

ایک اور ضلع کونسل کا جس نے بہت چھوٹے پیمانے پر بنیادی تعلیم کا تجربہ شروع کیا ہے، تعارف کرا دینا مناسب ہوگا۔ بہار کے ضلع مان بھوم میں جناب نوارن چند داس گپت آنجہانی کے اثر سے کئی سال سے کانگریس کے تعمیری پروگرام کا کام جاری ہے۔ یہاں کے دیہاتی لوگ تعمیری کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور کھادی کا ماحول یہاں پہلے ہی سے قائم ہے۔ بہت سے لوگ اپنے کھیتوں میں کپاس کی کاشت کر کے اپنی ضرورت کے مطابق کپڑے تیار کر لیتے ہیں۔

بنیادی تعلیم کی اسکیم کے ملک کے سامنے آتے ہی یہاں کی ضلع کونسل نے اپنے علاقے میں اس کا تجربہ کرنا طے کیا۔ شری نوارن چند کے فرزند ارجمند شری چت بھوشن داس گپت بنیادی تعلیم کی ٹریننگ کے لئے پٹنہ ٹریننگ اسکول میں بھیجے گئے۔ یکم ستمبر سنہ ۱۹۳۹ء کو مان بازار تھانے کے مجھوا گاؤں میں ہندستانی تعلیمی سنگھ کے سکریٹری شری آریا نائکم صاحب کے ہاتھوں بنیادی اسکول کا افتتاح ہوا۔ اس اسکول کے متعلق خاص بات یہ ہے کہ اس کی بنیاد ڈالنے میں گاؤں کے لوگوں کی پوری امداد شامل ہے اور اسکول کے لئے مکان، زمین وغیرہ سب انہی کے دیے ہوئے ہیں۔

اس اسکول کو جاری ہوئے دو مہینے ہو گئے ہیں لیکن اتنے تھوڑے سے عرصے میں بچوں اور ان کے سرپرستوں پر بنیادی تعلیم کی اسکیم کا کافی اثر پڑا ہے۔ گاؤں کے سب لوگ اب اپنے بچوں کو بنیادی اسکول میں داخل کرانا چاہتے ہیں لیکن چونکہ بچوں کی تعداد ۴۰ ہو گئی ہے اس لئے اب آگے کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے۔ ایک اور استاد کو پٹنہ ٹریننگ اسکول میں ٹریننگ کے لئے بھیجا گیا ہے اور جیسے جیسے ٹریننگ پائے ہوئے استادوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا امید ہے کہ اسی مناسبت سے تجربے کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جائے گا۔ اس تجربے میں جو ضروری خرچ آتا ہے، اُسے گاؤں کے لوگ اور ضلع کونسل دونوں مل کر برداشت کرتے ہیں۔

مجھوا اسکول کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بنگالی زبان میں بنیادی تعلیم کا پہلا تجربہ ہے۔ اس لحاظ سے ہم بنگال کی طرف سے اس آغاز کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

سماج کے علم کا ایک سبق

مصر کے پیرامڈوں کی کہانی

(پہلے درجے کی دوسری ششماہی میں جب بچے یہ جان لیں کہ اچھی روئی سے اچھا سوت کتتا ہے تو ان کو یہ بتایا جا سکتا ہے کہ بڑھیا کپاس ہندوستان میں کہاں کہاں ہوتی ہے اور ہندوستان سے باہر کس کس ملک میں پیدا ہوتی ہے۔ مصر کی کپاس بہت اچھی ہوتی ہے اس لئے اس ملک کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ جب بنیادی دستکاری میں گتے کا کام ہو تب بھی اس ملک کا ذکر آنے گا اس لئے کہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی ملک میں کاغذ ایجاد ہوا تھا۔ انگریزی کا لفظ "پیپر" مصر میں پیدا ہونے والی گھاس "پے پی رس" سے نکلا ہے۔ پرانے زمانے میں مصر کے لوگ اس گھاس کی پٹیاں بنا بنا کر اُن پر لکھا کرتے تھے۔ تیسرے درجے میں جب بچوں کو کپاس کی قسمیں بتائی جائیں تو مصر کی کپاس کے سلسلے میں مصر کے جغرافیے اور تاریخ کے متعلق بھی کچھ سبق پڑھائے جا سکتے ہیں مثلاً "دریائے نیل کی کہانی"، "مصر کی تصویر دار لکھاوٹ"، "کاغذ کی تاریخ"، "حبشیوں کی کہانی"، "ان کو غلام کیسے بنایا جاتا تھا"، "مصر کے بادشاہوں کی کہانیاں"، "مصر کی پرانی قبریں"، "اُن کے اندر کی ممیاں اور سامان کی کہانیاں"، "مصر کے مندروں اور پجاریوں کی کہانیاں"، "حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کہانی" وغیرہ۔ یہاں پہلی جماعت کے معیار کا ایک سبق لکھا جاتا ہے جس میں پیرامڈوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔)

... ...

اُستاد: بچوں سے، ہم نے تمھیں بتایا تھا کہ بڑھیا کپاس مصر کے ملک میں پیدا ہوتی ہے (یا سب سے پہلے مصر کے ملک میں کاغذ کام میں لایا گیا تھا)۔ سب ایک ساتھ کہیں۔ کون سے ملک میں؟

سب بچے۔ مصر کے ملک میں۔

اُستاد:۔ اچھا آج ہم تم کو مصر کے ملک کی ایک کہانی سناتے ہیں تم جانتے ہو مصر کا ملک کہاں ہے؟

بچے:۔ جی نہیں۔ ہم نہیں جانتے۔ آپ بتایئے۔

اُستاد:۔ مصر کا ملک ہمارے یہاں سے بہت دور پچھم کی طرف سمندر پار ہے، پچھم کی طرف جدھر سورج ڈوبتا ہے۔ وہاں پہنچنے میں کئی دن لگتے ہیں۔ جہاز پر بیٹھ کر جانا پڑتا ہے۔ اس ملک میں ایک بہت بڑا دریا ہے۔ اس کا نام نیل ہے۔ مصر میں زیادہ تر ریت ہی ریت ہے۔ نیل ندی کے کنارے کنارے بہت زیادہ کھیتی ہوتی ہے۔ کپاس اسی ندی کے کنارے پیدا ہوتی ہے۔ اگر مصر میں دریائے نیل نہ ہوتا تو وہاں تمام ریت ہی ریت ہوتی اور وہاں کوئی نہ رہتا۔ اسی لئے مصر کے ملک کو دریائے نیل کا تحفہ بھی کہتے ہیں۔ جب دریائے نیل میں باڑھ آتی ہے تو اس کے کنارے کنارے جو کھیت ہوتے ہیں ان میں نئی مٹی بہ جاتی ہے اور خوب پانی مل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے زمین بہت زرخیز بن جاتی ہے۔ اچھا اب کہانی سنو۔

بہت زمانے کی بات ہے اس ملک میں ایک راجا راج کرتا تھا۔ اس کا نام تھا خوفو۔ وہ راجا ایک بہت بڑے محل میں رہتا تھا۔ مصر کے ملک میں بڑے مکان کو "فرعو" کہتے ہیں۔ اسی لئے اس راجا کو بھی لوگ "فرعون" (یعنی بڑے مکان میں رہنے والا) کہنے لگے۔ اس راجا کا راج بہت بڑا تھا اور وہ بہت امیر تھا۔ اس کے محل میں ہزاروں غلام تھے۔ یہ غلام زیادہ تر حبشی قوم کے ہوتے تھے۔ مصر کے ملک کے دکھن کی طرف بہت بڑے بڑے جنگل ہیں۔ ان جنگلوں میں کالے رنگ کے لوگ رہتے ہیں اُن کو حبشی کہتے ہیں۔ راجا کے لوگ ان لوگوں کو جنگلوں میں سے پکڑ لاتے تھے اور ان کو غلام بنا لیتے تھے۔ ان کے علاوہ سوداگر لوگ بھی ان حبشیوں کو پکڑے جاتے تھے اور ان کو بیچ بیچ کر روپیہ کماتے تھے۔ امیر لوگ انھیں خرید کر غلام بنا لیتے تھے۔ یہ غلام زندگی بھر کے نوکر سمجھے جاتے تھے۔ ان کو اپنے مالک کا سارا کام کرنا پڑتا تھا۔ نوکری میں صرف سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے کھانے کو اور ایک آدھ کپڑا پہننے کو مل جاتا تھا۔ ان سے جانوروں کی طرح بڑی بے رحمی سے کام لیا جاتا تھا۔ ذرا سی غفلت یا غلطی ہونے پر ان کے اوپر کوڑوں کی مار پڑنے لگتی تھی۔ نہ ان بیچاروں کو کبھی چھٹی ملتی تھی، نہ یہ نوکری چھوڑ سکتے تھے اور نہ یہ کہیں بھاگ کر جا سکتے تھے۔

ایک بچہ:۔ کیوں ماسٹر صاحب! اگر کوئی بھاگ جاتا تو؟

اُستاد:۔ بھاگ جاتا تو راجا کی پولیس پھر اسے پکڑ لاتی اور وہ پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔ تم نے کبھی غلام کا نام سنا ہے! تم سے اگر کوئی اپنا کام کرنے کو کہتا ہے تو تم بھی تو کہہ دیتے ہو "کیا میں تمہارا غلام ہوں!" (اگر بچے غلام کے لفظ کو نہ جانتے ہوں تو انھیں سمجھا دینا چاہیئے۔)

جب مصر کے ملک کا کوئی امیر آدمی مرتا تھا تو اس کی لاش میں مسالہ لگا کر پہاڑ میں کھودی ہوئی قبر میں رکھ دیتے تھے۔ قبر میں مردے کے ساتھ سارا سامان بھی اس کے لئے رکھ دیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں، پیڑیاں، کرسیاں، رتھ، سونے چاندی کے زیور، برتن، کپڑے لتے، تصویریں، ہتھیار وغیرہ سب چیزیں رکھ دی جاتی تھیں۔ آدمی جتنا ہی زیادہ امیر ہوتا تھا، اتنی ہی بڑھیا چیزیں اس کے ساتھ اس کی قبر میں رکھی جاتی تھیں۔ بادشاہوں کی قبریں تو اور زیادہ بڑھیا اور شاندار ہوتی تھیں۔ مصر کے لوگ سمجھتے تھے کہ جنت میں ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

جن مُردوں کو مسالہ لگا کر رکھا جاتا تھا انھیں ممی کہتے تھے۔ اس طرح کی بہت سی ممیاں پرانی قبروں میں ملی ہیں۔ ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی وہ لاشیں جوں کی توں پائی گئی ہیں۔ وہ مسالہ کون سا ہوتا تھا، یہ بات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ تم نے کوئی بڑی قبر دیکھی ہو تو بتاؤ۔ ہمارے ملک میں بھی شاہ جہاں بادشاہ نے اپنی بیگم ممتاز محل کی قبر پر ایک نہایت خوبصورت عمارت بنوائی جو دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کا نام تاج محل ہے اور آگرے کے شہر میں ہے۔

ہاں تو میں راجا کی یہ کہانی ہے، وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا تھا۔

اس کے جو جی میں آتا تھا وہی کرتا تھا۔ لوگ اس سے تنگ آگئے تھے۔ اُس نے کہا تھا "میری قبر اتنی بڑی بنائی جائے جتنی آج تک کسی کی نہ بنی ہو۔" بس، حکم کی دیر تھی، تیاریاں ہونے لگیں۔ اس کام کے لئے غلام پکڑے اور خریدے جانے لگے۔ ایک لاکھ کے قریب غلام جمع کئے گئے۔ دریائے نیل کے کنارے "گزاہ" کے پاس ہی جگہ پسند کی گئی۔ پہلے تو دور دور کے پہاڑوں کی چٹانیں کاٹی گئیں۔ ایک ایک چٹان سو سو دو دو سو من کی تھی۔ یہ پہاڑیاں دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر تھیں۔ لوگ بڑی بڑی کشتیاں بنا کر ان میں ان چٹانوں کو لے آئے لیکن ندی کے کنارے سے "گزاہ" کافی دور تھا اور راستے میں کہیں دلدل پڑتا تھا تو کہیں ریت کا میدان۔ یہ بھاری چٹانیں دلدل یا ریتے میں گھسیٹی جاتیں تو انھیں میں پھنس کر رہ جاتیں۔ اس لئے خوفو نے حکم دیا کہ پہلے دریائے نیل سے گزاہ تک ایک پکی سڑک بناؤ۔ دس برس میں تو یہ سڑک تیار ہوئی۔ بہت سے غلام سخت محنت اور بیماری سے مر گئے۔ پھر گاڑیوں میں لاد لاد کر یہ چٹانیں گزاہ تک پہنچائی گئیں۔ بیلوں سے گاڑیاں نہ کھنچتیں تو بہت سے غلاموں کو ان گاڑیوں میں جوت دیا جاتا اور انھیں بیلوں کی طرح ہانکا جاتا تھا۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ جب گاڑی خوب لدی ہوئی ہوتی ہے تو کتنا زور لگانا پڑتا ہے۔

جب تمام سامان اکٹھا ہو گیا تو قبر بننی شروع ہوئی۔ چٹانوں کے اوپر چٹانیں رکھی جانے لگیں۔ اس زمانے کے انجینیر (اگر بچے انجینیر نہ جانتے ہوں تو انھیں سمجھا دیا جائے یعنی "مکان بنانے والے لوگ" انجینیر کہلاتے ہیں) بڑے ہوشیار تھے۔ یہ چٹانیں بڑی مضبوطی اور خوبصورتی سے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑی گئی ہیں۔ اتنی بڑی اور بھاری بھاری چٹانیں بھلا لوگ کس طرح سے اوپر کو چڑھاتے ہوں گے؟

بیس برس تک برابر کام جاری رہا تب کہیں وہ قبر پوری ہوئی۔ پورے ملک کے غلام اس کام کے لئے پکڑوا منگائے گئے تھے، دوسرے کھیتی باڑی وغیرہ کے سارے کام رک گئے تھے اور ملک کا بہت بڑا نقصان ہو گیا تھا۔ قبر بنانے اور ایک لاکھ غلام مزدوروں کو بیس سال تک کھانا کھلانے میں جتنا کچھ خرچ ہوگا اس کا اندازہ مشکل ہے۔ یہ سب خرچ پورا کرنے کے لئے بادشاہ نے رعایا پر ٹیکس لگائے جس سے لوگوں میں بڑی ناراضگی پھیل گئی۔ جب خوفو مرا تو اُسے اسی بڑی قبر میں دفن کیا گیا۔ مگر لوگ اتنے ناراض ہو گئے تھے کہ اس کے مرنے کے بعد قبر میں سے اس کی لاش نکال لائے اور اس کی بہت بڑی بے عزتی کی۔

تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ یہ قبر کتنی بڑی ہوگی! (بچوں سے پوچھا جائے کہ بڑی سے بڑی عمارت اور اونچی سے اونچی چیز انھوں نے کونسی دیکھی ہے!) اچھا ہم بتاتے ہیں۔ دیکھو جب تم گاؤں سے شہر کی طرف جاتے ہوگے تو دیکھتے ہوگے کہ سڑک کے کنارے کنارے پتھر کی سلیں گڑی ہوتی ہیں اور ان پر کچھ لکھا ہوتا ہے۔ یہ سلیں ایک ایک فرلانگ کی دوری پر گڑی ہوتی ہیں۔ خوفو کی قبر قریب قریب ایک فرلانگ لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہے۔ (اگر فرلانگ کا تصور بچوں کے ذہن میں نہ ہو تو کوئی ایک فرلانگ لمبا اور ایک فرلانگ چوڑا کھیت انھیں دکھا دیا جائے یا کوئی چھوٹا کھیت ہو تو اسے دکھا کر کہا جائے کہ اتنے بڑے بڑے اتنے کھیت آپس میں جوڑ دئے جائیں تب اس قبر کی لمبائی چوڑائی کے برابر ہوں گے۔

دیکھو اس قبر کی شکل میں تختہ سیاہ پر بنائے دیتا ہوں۔ (اُستاد کو چاہئے کہ وہ مصری اہرام کی تصویر بنائے) ایسی شکل جس کی ایسی چوٹیاں ہوں، ان کو انگریزی میں "پیرامڈ" کہتے ہیں۔ اسی لئے اس قبر کو بھی "پیرامڈ" ہی کہتے ہیں۔

یہ "پیرامڈ" جتنا لمبا چوڑا ہے اتنا ہی اونچا بھی ہے۔ دور سے پورا پہاڑ دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے گاؤں میں جو سب سے اونچا درخت ہو ویسے ہی پچاس ساٹھ درخت ایک کے اوپر ایک رکھ دئے جائیں تب اس "پیرامڈ" کی اونچائی کے برابر ہوں گے۔ (اگر بچوں نے کوئی پہاڑی یا اونچی عمارت دیکھی ہو تو اس سے مقابلہ کیا جائے۔)

اس پیرامڈ کے اندر ایک بڑا کمرہ ہے جس میں خوفو کی ممی رکھی گئی ہوگی۔ اس میں بہت سا سامان بھی ملا ہے۔ اس کمرے کا دروازہ اتنی ہوشیاری سے بنایا گیا ہے کہ باہر سے دیکھنے پر بالکل اُس کا پتہ نہیں چلتا۔

یہ پیرامڈ ایسی جگہ بنا ہوا ہے جہاں دریائے نیل کی زرخیز زمین تو ختم ہو جاتی ہے اور ریتیلا میدان شروع ہو جاتا ہے۔ خوفو کے بعد اُس کے بیٹوں اور پوتوں نے بھی اپنی قبروں کے لئے پیرامڈ بنوائے لیکن یہ پیرامڈ چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ریت کے میدان میں پہاڑوں کی طرح کھڑے ہوئے یہ پیرامڈ بہت دور سے نظر آتے ہیں۔

[کہانی کے بیچ بیچ میں بچوں کو سوال جواب اور پوچھ گچھ کا بھی موقع دینا چاہئے تاکہ وہ چپ چاپ بیٹھے بیٹھے اکتا نہ جائیں اور کہانی کو دلچسپی کے ساتھ سنیں اور سمجھے رہیں۔]

چندر گپت پارشنے

بنیادی تعلیم کی کانفرنس

"نئی تعلیم" کے اکتوبر کے نمبر میں اطلاع دی گئی تھی کہ بنیادی تعلیم کی دوسری کانفرنس نومبر کے آخری ہفتے یا دسمبر کے پہلے ہفتے میں الہ آباد میں ہونے والی ہے۔ فی الحال یہ کانفرنس ملتوی کر دی گئی ہے۔ اب دوسری کانفرنس کہاں اور کس وقت ہوگی اس امر کی اطلاع جنوری کے نمبر میں دی جائے گی۔

سکریٹری
ہندستانی تعلیمی سنگھ

فہرست مضامین

تعلیم پر چند قابل دید کتابیں

ہندستانی کھیل

مصنفہ الطاف علی صاحب نگراں ورزش جسمانی، جامعہ۔

ان کھیلوں کو ترتیب دیتے وقت مصنف کے پیش نظر وہ ہندستانی بچے ہیں جن کی عمر ۸ اور ۱۴ سال کے درمیان ہے اور جو نئی تعلیمی اسکیم کے ماتحت تعلیم پا رہے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کھیل ایسے ہیں جن کے لئے کسی خاص سازو سامان کی ضرورت نہیں ہے اور جو بہت معمولی سامان کے ساتھ کسی جگہ بھی کھیلے جا سکتے ہیں۔ یہ کھیل بچوں کے لئے جسمانی اور ذہنی ہر لحاظ سے بہت مفید ہیں۔ قیمت [illegible]

اصولِ تعلیم

از خواجہ غلام السیدین بی۔ اے؛ ایم۔ ای۔ ڈی۔

اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ تعلیم و تمدن پر ہے، دوسرے حصے میں درسی تعلیم ہے۔ تیسرا حصہ اخلاق اور معاشرتی تربیت کا ہے۔ پہلے اور دوسرے حصے میں پانچ پانچ باب ہیں اور تیسرے حصے میں چھ۔ تعلیم اور اصول تعلیم پر یہ اردو میں سب سے بہتر کتاب ہے مع مقدمہ از نواب مسعود جنگ بہادر ڈاکٹر سر سید راس مسعود ایل ایل ڈی؛ ڈی لٹ۔

قیمت مجلد [illegible]، غیر مجلد [illegible]

بنیادی دستکاریاں اٹھنا وضنا

یہ کتاب دفتر "نئی تعلیم" دہلی سے شائع کی گئی ہے۔ مصنف نے اختصار کے ساتھ اوٹنے اور دھننے کے بارے میں بہت مفید اور کام کی باتیں بتائی ہیں۔ کتائی کرنے والوں کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔

قیمت [illegible]

فلسفۂ تعلیم

ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلہ تعلیم کی آخری کتاب ہے۔ غور و فکر کا بہترین کارنامہ اور والدین و معلم کے لئے چراغ ہدایت ہے۔ تربیت کے بنیادی قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے۔ قیمت [illegible]

پستالوزی

از ڈاکٹر قاضی عبد الحمید صاحب بی۔ اے عباسی ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن)۔ جس طرح یورپ کے عہد جدید میں کوپرنکس نے ہیئت کی ہیئت اور کولمبس نے جغرافیے کا نقشہ بدل دیا، ڈالٹن نے کیمیا کی کایا پلٹ اور کانٹ نے فلسفے کا استحالہ کر دیا اسی طرح "پستالوزی" نے تعلیم کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس کتاب میں پستالوزی کی زندگی، اس کے فلسفۂ تمدن، اس کے تعلیمی نظریے اور تعلیمی کارنامے اور ان کی تفصیل سلیس زبان اور دلکش انداز بیان میں ملاحظہ فرمائیے جو مشرقی شاعر کے اس شعر کی پر مغز تفسیر ہے:-

درسِ ادب اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفلِ گریز پائے را

قیمت [illegible]

ابتدائی تعلیم کی رام کہانی

از منشی رام پرشاد صاحب بی۔ اے۔ یہ کتاب دیہاتی مدارس کی اصلاح کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس میں معائنہ، رجسٹر، صفائی، گاؤں کی عام حالت اور مدرس کے تعلقات، ہر مضمون کے پڑھانے کا طریقہ، نشست و برخاست وغیرہ وغیرہ تمام مضامین آگئے ہیں اور ہر مضمون پر بہت تفصیلی اور جزوی بحث کی ہے اور جو باتیں کہی ہیں تجربے اور آزمائش کے بعد کہی ہیں۔ منشی صاحب کچھ لکھ گئے ہیں اور اس پیرایے میں کہ مدرس کو بھی ناگوار نہ گذرے اور اگر اس میں ذرا بھی ذوق ہو تو بغیر کسی کی مدد کے محض اس کتاب کی بدولت اپنے مدرسے کی اصلاح کرے۔

قیمت [illegible]

بچوں کا البم

از محمود علی خاں صاحب (جامعی)۔ تصویریں جمع کرنا بچوں کو سب سے زیادہ مرغوب ہے اور اس کا تعلیمی فائدہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ اسی خیال سے یہ البم شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعے سے ہندوستان کی تمام ضروری اور خاص خاص چیزوں سے بچوں کو روشناس کرا دیا ہے۔ قیمت [illegible]

مکتبہ جامعہ

دہلی، نئی دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی

پرنٹر و پبلشر: حامد علی خاں — مطبوعہ: جید برقی پریس — مدیر: آسشا دیوی